



دارالآخرة

مؤلف

آیت اللہ سید عبدالحسین دستغیب

مکتب اہل البیتؑ

رضویہ سوسائٹی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب:.............. دارالآخرہ

تالیف:.............. آیت اللہ العظمیٰ سید عبدالحسین دستغیب

مترجم:.............. مولانا سید محمد حسنین عباس رضوی

معاونت و تصحیح: .... مولانا سید ناصر حسین نقوی

نظرِ ثانی:........ .... سید رضا نواب زیدی

تاریخِ طباعت:......... .... ماہِ صفر ۱۴۲۳ھ بمطابق مئی ۲۰۰۲ء

تعداد: ....۱۰۰۰ ہدیہ =/۷۵

ناشر

مکتب اہل البیتؑ ۔ سی ۱۲ رضویہ سوسائٹی کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

محترم قارئین...... السلام علیکم

ادارہ کی طرف سے آیت اللہ سید عبدالحسین دستغیب شہیدِ محراب کی ایک اور معرکۃ الآراء کتاب ''سرائی دیگر'' کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے۔

یہ کتاب آغائے دستغیب شہید کے سورۂ واقعہ کی تفسیر پر دیئے گئے دروس پر مشتمل ہے کتاب کی افادیت کا اندازہ اس طرح بھی کیا جاسکتا ہے کہ اس کا عربی زبان میں بھی ترجمہ ''دارالآخرۃ'' کے نام سے ایران میں شائع ہو چکا ہے۔

یہ کتاب ''سرائی دیگر'' بلاشبہ آثار شہید محراب آیت اللہ دستغیب'' میں ایک قیمتی اثاثہ ہے ادارہ محترم مولانا سید ناصر حسین نقوی اور مولانا سید محمد حسنین عباس رضوی کا بے حد ممنون ہے کہ انہوں نے اپنی تعلیمی مصروفیات سے قیمتی وقت نکال کر کتاب کا ترجمہ کیا ہم دعا گو ہیں کہ خدا ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔

مومنین کرام ترجمہ میں انتہائی جانفشانی و دقّتِ نظر سے کام لیا گیا ہے کہ زبان و بیان میں کوئی خامی نہ رہنے پائے لیکن پھر بھی صاحب نظر حضرات کی جانب سے کسی قسم کی خامی کی نشاندہی کو ادارہ اپنے لئے اصلاحی مشورہ جانتے ہوئے آئندہ کی اشاعت میں بہتری کے لئے معاون شمار کرے گا۔

ادارہ امید کرتا ہے کہ یہ کتاب مومنین کی روحانی تسکین کا ذریعہ قرار پائے گی۔

ہم کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں اہلِ علم حضرات کے تہہ دل سے مشکور ہیں کہ انہوں نے ہماری مدد کی خصوصاً مولانا جمال شہیدی صاحب جنہوں نے کتاب کی کمپوزنگ کے ساتھ ساتھ تصحیح میں بھی تعاون کیا۔

آخر میں دعا گو ہیں کہ خداوندِ متعال ہماری سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور آئمہ طاہرینؑ کو ہم سے خوشنود فرمائے (آمین)

ناشر: مکتب اہل البیتؑ C/12 رضویہ سوسائٹی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

عنوان — صفحہ

عنوان — صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش گفتار

ہر شخص فطرتاً قیامت کے بارے میں پوچھتا ہے

انسانوں میں سے ہر شخص اپنے آپ سے پوچھتا ہے کہ میں کہاں جارہا ہوں؟ اور اس زندگی کی آخری سرحد کہاں پر ختم ہوتی ہے؟ آیا موت نابودی ہے یا نئے انداز کی دوسری زندگی؟ اسی طرح انسان سوالات خود مبداء (ابتدائے زندگی) کے بارے میں بھی فطری ہیں۔ میں نہیں تھا، پھر پیدا ہوا، وہ کون ہے جس نے مجھے پیدا کیا میرے ماں، باپ نے یا میں نے خود؟ یہ لوگ تو نہیں جانتے اور یہ پیدا بھی نہیں کر سکتے کیونکہ جاہل جو کہ عاجز ہوتا ہے پیدا نہیں کرسکتا۔ اسی طرح میں خود بھی نہیں تھا تو کس طرح عدم کسی کو ایجاد کرسکتا ہے (جبکہ خود عدم، نابودی ہے)۔ ان باتوں سے ہٹ کر اگر ایجاد کرے تو کس چیز کو ایجاد کرے اور اگر خود موجود ہے تو کس چیز کو بڑھائے اور اضافہ کرے۔

یہ وہ جگہ ہے جہاں پر ایک عقلی تجزیئے اور مختصر تحلیل کے ذریعے وہ مبداء (خلقِ ابتدائی) کو پالیتا ہے اور وہ خداوند علیم وقدیر ہے جو کہ ہر چیز سے

آگاہ اور قدرت رکھتا ہے پھر وہ اپنی زندگی کی آخری سرحد (موت) کے بارے میں معلومات چاہتا ہے۔ ہونا ہے یا مرنے کے بعد نابود ہو جاؤں گا اور اس دنیا کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے(۱) پس حیوانات کی طرح کھاتا پیتا رہوں(۲) اور انہی کی طرح زندگی بسر کروں، پھر انسان کا حیوانات سے کیا امتیاز رہ جاتا ہے؟ صرف یہ کہ یہ حیوانِ کامل ہے جس نے درندگی اور شہوانیت میں اور مال کو جمع کرنے میں دوسرے حیوانوں پر سبقت لے لی۔

ہم آخر میں اس بات سے نتیجہ کے طور پر پوچھتے ہیں کہ اس دنیا کا کیا فائدہ ہے؟ کیا اتنے بڑے جہان اور انسانی عظمت اور اس کی ابتداء و خلق کیا صرف چند روز کھانے پینے کے لئے اور پہننے کے لئے شہوات کے لئے میں وہ بھی اس قدر زحمتوں کے بعد (بھی ہر کھانا پینا، شہوات کے لئے زحمت اٹھانی پڑی ہے) کیا اس طرح خلق کرنا بے ہودہ نہیں ہے؟(۳)

(آخرت) قیامت کا کیوں انکار کرتے ہیں

جو بھی ابتدائی خلق کا اعتقاد رکھتا ہے وہ قیامت (آخرت) کا انکار نہیں کرسکتا اور ہم جس وجود سے آئے ہیں اسی طرف لوٹ کر جانا ہے۔(۴)

ہم اس مقدمہ آخرت کے بارے میں عقلی اور نقلی بیان کرتا

(۱) ان ھی الا حیوتنا الدنیا نموت ونحیا (سورہ ۴۵: آیت ۲۳)
(۲) سورۂ محمد: آیت ۱۲
(۳) سورۂ مومنون ۲۳: آیت ۱۱۷
(۴) سورۂ ۲: آیت ۱۵۶

نہیں چاہتے کیونکہ خود اس کتاب میں اس کے بارے میں آیات کی تفسیر کے
ضمن میں وافر مقدار میں دلیل بیان ہوگئی ہیں۔ ہم صرف ایک سوال اور اس
کے جواب پر ہی اکتفاء کریں گے کہ کیوں لوگ قیامت (آخرت) کا انکار
کرتے ہیں اور ان کے انکار کرنے کی کیا وجہ ہوسکتی ہے اور وہ کیوں اصرار
کرتے ہیں کہ آخرت کوئی چیز نہیں ہے؟

ہم اس سوال کے جواب کو قرآن کریم سے تلاش کرتے ہیں سورہ قیامت
میں ارشاد ہوتا ہے (بلکہ انسان اپنے سامنے آنے والی ہر برائی کو انجام دینا
چاہتا ہے)(۱) اگر انسان آخرت کا قائل ہو اور ثواب اور عقاب کو مانتا ہو تو
اسے مجبوراً بری باتوں سے کنارہ کشی اختیار کرنی ہوگی اور اسے اپنے عقائد کے
مطابق نیک اعمال انجام دینے ہوں گے یہ دونوں کام نفس کے لئے دشوار ہیں
اس وجہ سے کہ وہ خوشی کے ساتھ گزر بسر کرنا چاہتا ہے اور بندگی کے زیر اثر
نہیں رہنا چاہتا۔ کہتا ہے کہ آخرت کوئی چیز نہیں ہے کیوں نہیں ہے؟ کہاں
سے معلوم ہوا کہ نہیں ہے؟ کیا کوئی دعویٰ کرسکتا ہے کہ مجھے یقین ہے کہ
قیامت نہیں ہے۔ صرف یہ کہہ سکتا ہے کہ میں قیامت کے وجود کے بارے
میں نہیں جانتا اور نہ جاننا کسی چیز کے نہ ہونے پر دلیل نہیں ہے بلکہ کہنے والے
کی جہالت اور اس کی عدم تحقیق پر دلیل ہے۔

اس وجہ سے جرات کے ساتھ دعویٰ کیا جاسکتا ہے جیسا کہ ابتدائے

(۱) سورہ نمبر ۷۴: آیت ۶

خلق سے کوئی پیدا نہیں ہوا ہے جو خدا کے نہ ہونے پر دلیل لے کر آسکے۔ اسی
طرح کوئی ابتدائی خلق سے نہ آسکا اور نہ ہی آسکے گا جو کہ قیامت کے نہ ہونے
پر دلیل لاسکے اس کی وجہ بھی گزرگئی کہ مبداء (ابتدائی خلق کا خالق) وہی ہے
جس کی طرف لوٹ کر جانا ہے (یعنی معاد)

بڑی بڑی برائیاں جو کہ قیامت کے نہ ماننے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں:

آخرت پر ایمان رکھنے اور اس پر اعتقاد رکھنے سے ہمارے فردی اور
اجتماعی زندگی پر اثر بڑتا ہے اور ہماری تمام حرکات وسکنات کا تعین بھی ہوجاتا
ہے۔ ہم اجمالی طور سے اس عقیدے کے آثار (چاہے ماننے کی وجہ سے یا نہ
ماننے کی وجہ سے) جو پیدا ہوتے ہیں بیان کرنا چاہتے ہیں۔ جو شخص آخرت
پر اور ثواب وعقاب پر عقیدہ نہ رکھتا ہو وہ کسی کے مال وجان عزت وآبرو پر
تجاوز کرنے سے باز نہ رہے گا۔ خصوصاً جب اس کے لئے کوئی دنیاوی فائدہ
ہو اب جو بھی اس کے لئے ہوسکا کر گزرے گا اور کیونکہ اس کا عقیدہ آخرت
کے بارے میں نہیں ہے اور انتقام الٰہی کو نہیں مانتا تو کونسی طاقت ہوسکتی ہے جو
کہ اس کے ہاتھوں کو برائیاں کرنے سے روک سکے۔

اگر ایک ہفتہ قبل کی روداد اور واقعات اور اسی گزرے ہوئے مہینے کی
روداد پر نظر کریں جب یہ کتاب منتشر ہو رہی تھی اور یہ مقدمہ لکھا جا رہا تھا اور
جو کہ اسی ماہ کی ۷ تاریخ کی بات ہے کہ بم ذریعے سے جو کہ حزب جمہوری
اسلامی کے مرکزی دفتر میں رکھا گیا جس سے ۷۲ نفر شہید ہوگئے ہم سب اس

سے باخبر ہیں۔ اگر ان لوگوں سے جن کے یہ کام تھے جنہوں نے بم رکھوایا ان سے پوچھیں کہ کیا تم لوگ قیامت اور آخرت کے بارے میں اعتقاد رکھتے ہو یا نہیں؟

محال ہے کہ کوئی آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور روزِ جزاء کا یقین رکھتا ہو اور اس طرح کی درندگی اور تخریب کاری کا مرتکب ہو۔ کیوں ایسے لوگ کہ جنہوں نے کبھی چیونٹی کو اذیت نہ پہنچائی ہو اس طرح سے شہید کر دیئے جائیں۔ اس وجہ سے کہ وہ سیاسی لحاظ سے مخالف ہیں یا اس کے موافق نہیں جن کو یہ اچھا سمجھتے ہیں۔

اسی طرح تیسرے مہینے کے آخر میں اسرائیل کا بیروت کے مسکونی مقام پر حملہ کرنا جس سے ایک ہزار سے زیادہ آدمی شہید کئے گئے اور زخمی ہو گئے (مورخہ ۱۴/۲۶/ سنہ ۶۰ ہجری شمسی) کیا اس حملے کے کرنے والے اور حکم جاری کرنے والے روزِ آخرت کے معتقد ہیں؟! ان سے پوچھا جائے کہ چھوٹے چھوٹے بچے اور عورتیں اور غیر فوجی مرد حتیٰ غیر مسلمین اور غیر فلسطینی جو کہ عمارتوں کے نیچے زندہ درگور ہو گئے انہوں نے کون سا گناہ کیا تھا؟

یہ دو نمونے ان افراد کے بیان کے لئے گئے جو کہ اپنی زبانوں سے آخرت کو قبول کرتے ہیں لیکن ہمیں یقین ہے ان کے اعمال ان کے زبانی عقیدے کے مخالف ہیں اور یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ جب کہ بعثی (صدام کی پارٹی) درندگی اور تخریب کاریاں تو بیان سے باہر ہیں کیونکہ ان کا کمیونسٹ

ہونا واضح ہے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ان کی زندگی دنیا کے لئے ہی ہے اگرچہ یہ لوگ دنیا کو فریب دینے کے لئے اور تبلیغات کرنے کے لئے چاہے عراق میں یا عراق سے باہر اسلام، اور مذہب کا نام استعمال کرتے ہیں۔

ایک جملے میں ان لوگوں کے بارے میں جو کہ قیامت پر اعتقاد نہیں رکھتے ہیں اور ان کے برے اثرات کا خلاصہ کیا جاتا ہے وہ یہ کہ انسانوں کے لئے حیوانی اور جنگلی زندگی کم سے کم اس جگہ پر جہاں کوئی قانون نہیں ہے کہ وہ قانون سے ڈر کر کچھ نہ کرے یہاں تو صرف عقیدۂ آخرت ہی کام آتا ہے جس سے ان برے اعمال سے بچا جا سکتا ہے۔

خودسازی اور فداکاری آخرت پر ایمان کا ثمر ہیں:

عقیدۂ آخرت کے نہ ماننے والوں کے برعکس وہ لوگ جو کہ عقیدۂ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں تو اسی اندازے سے اس کے اثرات سے بھی متاثر ہیں اور اپنے انفرادی زندگی میں خودسازی اور عبادت اسی سفرِ آخرت کی تیاریوں اور خود کو اس سفر کے لئے آمادہ رکھنے کی تیاریاں کرتے ہیں اسی طرح اپنی اجتماعی زندگی میں دوسروں کے حقوق کی رعایت کرتے ہیں اور وہ احتیاط سے کام لیتے ہیں کہ کہیں (خدانخواستہ) ماں، باپ، بہن، بھائی، بیٹے اور دوسرے لواحقین، رفقاء اور ہمسائیوں اور دوسرے مومنین کا حق ضائع نہ ہو جائے، یا کہیں ان کی حق تلفی نہ ہو جائے۔

اور اگر کوئی موارد ایسے پیدا ہو جائیں جہاں (پر جہاد ضروری) ہے تو وہاں

پر جہاد سے منہ نہیں موڑتے اور وہ احکام جو کہ خدا نے مومنین کے لئے معین فرمائے ہیں وہ دونوں میں سے کسی ایک نیکی تک پہنچ جاتے ہیں یا فتح اور ظاہری کامیابی یا معنوی اور باطنی کامیابی وہ لوگ ہر حال میں رضائے خداوندی چاہتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ انکی کوششیں رائیگاں نہیں جائیں گی۔اسی وجہ سے شہادت کو فوز عظیم گردانتے ہیں اور کسی طاقت سے نہیں ڈرتے چونکہ مرنے سے بڑھ کر کیا ہوسکتا ہے جب وہ مرنے کے لئے ہی آمادہ ہوں تو اس سے بالاتر اور کیا ہوگا جس بات سے ڈریں؟

انقلاب کا فلسفہ اور بڑی قوتوں کا ڈرنا:

یہ وہ جگہ ہے جہاں پر انقلابِ اسلامی ایران فلسفۂ جہان کے ذہن میں تازہ ہوگیا وہ یہ جس نے White House کے ستمگروں کو پریشان کردیا ہے۔جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ جس طرح کوئی پتھر پانی میں گرجائے تو اس کے ارتعاش سے پورے پانی میں موجیں پیدا ہوجاتی ہیں اسی طرح جہانی سطح پر بھی انقلابِ ایران کی موجوں کے اثرات مرتب ہوئے اور اپنے اثرات مرتب کرتا رہے گا۔

اسی بناء پر ہم سمجھ سکتے ہیں کہ رژیم گذشتہ (شاہ) کیوں کوشش کرتا تھا کہ لوگوں کو خصوصاً جوانوں کو مادی اُمور میں سرگرم رکھے نشے اور بے ہودہ فلموں میں مشغول رکھے۔اس وجہ سے تاکہ یہ لوگ معنوی امور سے کٹ کر رہیں اور وہ طاغوت سے کوئی سروکار نہ رکھیں۔اور ظاہری دین ، اور اس پر

اظہار کرتے ہیں۔لیکن اصل دین اور حقیقت جو کہ ولایت ہے اور ولایتِ فقیہ جو کہ اس کی ہی ایک شاخ ہے اس سے دور رہیں اور طاغوت اور ظالمین کے کاموں میں سرگرم رہیں جب کہ یہ لوگ ظاہری طور پر دینداری کا پرچار کرتے تھے لیکن اس کے باوجود وہ کتابیں جو کہ جوانوں میں بیداری کا باعث بنے پڑھنے سے روکتے تھے۔اسی طرح وہ ایسی مجالس .د جوانوں میں بیداری کا باعث بنے میں جانے سے روکتے تھے اسی طرح وہ مجالس جس سے جوانوں میں بیداری کا شعور پیدا ہو جو کہ روشن فکر افراد کے تحت ہوتی تھیں ان افراد کو تنگ کرتے اور کبھی کبھی بیدار یافراد کو نظر بند بھی کردیا جاتا تھا۔

قیامت پر ایمان اور عقیدہ ہی تھا جس نے شہدائے عزیزِ انقلابِ اسلامی کو اپنے اہداف تک پہنچا دیا اور ثواب و عذاب پر ایمان کا ہی نتیجہ تھا جس سے لوگ شہید کی راہوں پر گامزن اور کوشاں رہتے اور اس پر جتنی بھی زحمت ہوجائے پھر بھی ڈرانے اور سوزش کرنے والوں سے نہیں ڈرتے تھے(۱)

اب ہم اپنی اصل بات پر دوبارہ لوٹتے ہیں کہ ہم نے جیسا کہ پہلے ذکر کیا معاد (آخرت) پر عقیدہ رکھنا فطری ہے کہ ہر شخص خود میں یہ بات محسوس کرسکتا ہے اور پالیتا ہے کہ قیامت تو ہوگی لیکن کس طرح کی ہوگی؟ یہ نہیں جان سکا ہے کیونکہ انسان نے ابھی اس عالم میں قدم نہیں رکھا ہے جیسا

(۱) ولا یخافون لومۃ لائم (سورۂ مائدہ ۵: آیت ۵۹)

کہ بچہ جو کہ ابھی شکم مادر میں ہے اور دنیا سے بے خبر ہے اسی طرح جب تک عالم مادہ میں ہے اس عالمِ ملکوتی سے بے خبر ہے اور ہم وحی الٰہی کے بغیر اور فرمانِ خدا کو قبول کئے بغیر ان باتوں سے اطلاع حاصل نہیں کر سکتے خلاصے کے طور پر ہم اصل قیامت کے ہونے کو تو عقل کے ذریعے سے معلوم کر سکتے ہیں لیکن یہ کس طرح کی ہوگی اسے فرشتوں (وحی الٰہی) کے بغیر نہیں جان سکتے۔

سورۂ واقعہ قیامت کی کیفیت کو بیان کرتی ہے:

یہ سورۂ شریفہ قیامت میں ہونے والے واقعات کو ہمارے لئے بیان کرتی ہے۔ اور (نبأ عظیم) کہ وہ بڑی خبر ہے ہمارے لئے لے کر آئی ہے اور پہلی ہی آیت میں (واقعہ) کے وقوع اور بڑی خبر جس کے واقع ہونے میں جھوٹ نہیں ہے، خبر دیتی ہے جو تہہ و بالا کر دینے والی ہوگی اور کتنے بلند درجات اور بڑوں کو خوار کر دے گی۔ اور یہ زلزلے سے پہاڑوں کو ریزہ ریزہ ہونے کی خبر دیتی ہے۔ اس روز لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہوں گے۔ اچھے لوگ، برے لوگ، اور وہ لوگ جو خدا سے قریب ہوں گے اور امام علی علیہ السلام کو دوست رکھتے ہوں گے۔ اور برے لوگ امام علی علیہ السلام کو دشمن اور دنیا کی شہوات میں ڈوبے ہوئے ہوں گے جن کا ہدف سوائے مادّی زندگی کے کچھ اور نہ ہوگا جب کہ شیعیان امام علیؑ مقربین اور سابقین ہوں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے مولاؑ کے نقش قدم پر چلے ہونگے اور دنیا جو کہ اس

زرق و برق کے باوجود انہیں فریب نہ دے سکے گی۔

پھر اس کے بعد بہشتی لوگوں کی کیفیت چاہے یہ اصحابِ یمین میں سے ہوں یا مقربین سے بیان کی جاتی ہیں ان کی پزیرائی خالص شراب جس سے نہ سر میں درد ہوگا اور نہ بے ہوشی ہوگی معرفت میں اضافہ کرے گی اور میوے اور مرغ کے گوشت سے، اسی طرح مہربان بیویاں جو کہ خوبصورت اور باوفا ہوگی، ان سے ان کی پزیرائی کی جائے گی۔

اور بہشتی لوگ ایک دوسرے سے مانوس ہوں گے اور ہرگز بے ہودہ بات اور لغو کلام اور دشنام نہ دیں گے اور اشیاء کی مہمانی اور خداوند کی مہمانی انہیں شادمانی اور تقویت پہنچائے گی اور درختوں کا سایہ اور میوؤں سے بھرے درخت خلاصہ مطلب یہ کہ عرش خدا کا سایہ ان لوگوں کے لئے ہوگا جب کہ ان کے برابر میں اصحاب شمال، گرم ہواؤں کے ساتھ اور گرم پانی کے ساتھ اور سیاہ آگ کے ساتھ جن کے شرارے پہاڑوں کی مانند ہوں گے ان اصحاب شمال کہتے ہے اور بچھوؤں کے ڈنگ اور سانپ کا ڈسنا اور اسی طرح وہ آگ کے پانی جس کا نام حمیم ہوگا پناہ چاہیں گے اور یہ لوگ اس اونٹ کی طرح جو کہ پیاس سے پانی کو لیتا ہے یہ بھی اسی کھولتے پانی سے پیٹ کو بھرلیں گے۔

پھر اس کے بعد اُن عذاب کی وجہ بیان ہوئی کہ یہ لوگ دنیا میں خوش تھے اور معاد و قیامت کو جھٹلاتے اور گناہوں پر اصرار کرتے تھے۔

قیامت پر دلچسپ دلیلیں:

اس سورہ کا دوسرا حصہ دلچسپ استدلالوں پر مشتمل ہے جو کہ فطرت پر مشتمل ہے اور ہر شخص کے لئے قابل درک اور قابل فہم ہے اور جو کہ قیامت کے سلسلے میں لایا گیا ہے۔

نطفہ جو رحم مادر میں ڈالا جاتا ہے اور اس انسانی خلقت کو بار آور ہوتا ہے اس وقت خدا متعال فرماتا ہے کہ تم نے اولین خلقت کو دیکھا بس وہی (خدا) جس نے پہلی مرتبہ خلق کیا دوبارہ بھی خلق کرے گا اسی طرح زراعت کے بارے میں اور بہنے والے پانی کے بارے میں بارش کے بارے میں اسی طرح آگ کے درخت کے بارے میں مبداء اور معاد کے سلسلہ میں مطالب بیان کئے جاتے ہیں پھر آخر میں قرآنِ مجید کے معارف کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے۔

قرآن کی قسم پاک لوگوں کے علاوہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے:

پھر قرآن کریم کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے اور قرآنِ کریم کے بارے میں تفصیل کے ساتھ اور جالب انداز میں بیان ہوتا ہے جو بھی اس سے بہرہ مند ہونا چاہتا ہے اگر معارف کا طالب ہے یا شفاء کو چاہتا ہے چاہئے بدن کی بیماری ہو یا جہل، کی نفسانی ہو یا دائمی ثواب کی خاطر ہو۔ یا دوسری وجہ سے یہ دستر خوان الٰہی ہے جس سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

البتہ ناطق قرآن سے وہی لوگ استفادہ کر سکتے ہیں جو کہ پاک کئے

گئے ہوں گے اور ان کا استفادہ ان کی پاکی کی نسبت سے ہوگا (خلاصہ کے طور پر (بڑی بات ہے) پھر آخر میں موت کا ذکر ہے جو بشر کے عجز اور خدا کی قدرت کو بیان) کرتی ہے کہ اے منکرین معاد (معاد کا انکار کرنے والوں) اگر تمہیں جزاء نہیں دی جائے اور واپسی نہ ہو تو محتضر کو لوٹا دو۔

جالب اور دلچسپ دلنشین گفتگو کے لئے:

یہ کتاب خلاصہ ہے ان دو مہینوں کی تقریروں کا جسے حضرت آیۃ اللہ الحاج سید عبدالحسین دستغیب نے ۲۵ سال قبل سورہ واقعہ کی تفسیر کے ضمن میں بیان فرمائی ہے کہ یہ تقریرات دل پر اثر کرنے والی اور دلیلوں کے ہمراہ ہیں اور اس مثال کے مصداق پر کہ جو بھی بات دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے) اور یقین کے ساتھ یہ کتاب تلاشِ حق رکھنے والوں کے لئے راہ نما اور بری کتابوں سے گمراہ ہونے والے جوانوں کے لئے مشعلِ راہ ہے اور اس یقین کے ساتھ کہ یہ کتاب بھی ان (۲۰) بیس آثار کی طرح (کتابوں کی طرح جو کہ حضرت آیۃ اللہ الحاج عبدالحسین دستغیب کی ہیں یہ بھی مورد قبول واقع ہوگی اور خداء متعال کی مدد سے زیادہ سے زیادہ چھپ کر شائقین کے ہاتھوں میں پہنچیں گی۔

حاج سید محمد ہاشم دستغیب

درس اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اذاوقعۃ ''واقعہ لیس لوقعتھا کاذبۃ خافضۃ رافعۃ

سورہ واقعہ، غفلت کا علاج

سورۂ مبارکہ واقعہ ظاہری اور معنوی دونوں خصوصیات کی حامل ہے جیسا کہ قرآن کی دیگر سورتیں بھی اسی طرح ہیں۔ یعنی قرآن مجید کی فضیلت اور ان کا کلامِ خداوندی ہونے کے اعتبار سے سب سورتیں فضیلت رکھتی ہیں لیکن اس کے علاوہ ہر سورہ کے اپنے مخصوص خواص بھی ہیں۔

جیسا کہ تفسیر مجمع البیان میں مروی ہے ''کہ جو بھی سورۂ واقعہ کو برابر پڑھتا رہے گا اس کا شمار غفلت کرنے والوں میں نہیں ہوگا (بلکہ یہ لکھا جائے گا کہ یہ اھلِ غفلت میں سے نہیں ہے)

واضح سی چیز ہے کہ جو بھی سورۂ واقعہ کی تلاوت کرتا رہے گا جس میں اوّل سے آخر تک قیامت اور اس کی کیفیت، موت اور جنت وجہنم کا تذکرہ ہے خود بخود اس کا دل بیدار ہوجائے گا۔ اور کونسا دل ہے جو کہ بیدار نہ ہو سوائے بیمار دلوں کے، نہیں تو (سورہ کی تلاوت کے بعد) غفلت کی بیماری سے نجات مل جانی چاہیے تھی۔

نور افشانی اور خداوند کی دوستی

اس سورہ کی خاصیت میں سے ہے کہ جو بھی اس سورۂ مبارکہ کی شب جمعہ تلاوت کرے گا تو قیامت کے روز اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند پرنور نظر آئے گا، اسی طرح جو بھی ہر رات سونے سے پہلے اس سورۂ واقعہ کی تلاوت کرے گا اسے خداوند کریم دوست رکھے گا۔ اور خدا کی محبت سبب بن جائے گی کہ لوگ بھی اس کو دوست رکھیں گے، البتہ وہی افراد دوست رکھیں گے جو کہ اہل دل ہوں گے نہ کہ ہر انسان نما حیوان دوست رکھے گا کیونکہ مومن کے دشمن اس کے دوستوں سے زیادہ ہوتے ہیں۔ پس وہ اس مومن کو دوست رکھے گا جو کہ صاحبِ دل ہوگا کیونکہ محبت کی جگہ قلبِ انسانی ہے حالانکہ اکثر لوگوں کے دل زندہ نہیں ہیں اور ان کے دل مردہ ہو چکے ہیں اور ادراک کی حس ان میں باقی نہیں رہ گئی پس مومن ہوگا تو مومن کو دوست رکھے گا۔

حضرت علیؑ سے قرب، غفلت سے دوری کا سبب

اس صورت کے جملہ خواص میں سے سب سے بڑی خصوصیت ہے کہ جو بھی اس سورہ کی متواتر تلاوت کرتا رہے گا مرنے کے بعد مولیٰ علیؑ کے دوستوں میں شمار ہوگا اور یہ بہت بڑی خاصیت ہے کہ ایک شخص مولیٰ علیؑ کا رفیق ہوجائے۔

ممکن ہے کہ بعض لوگ بعید سمجھیں یعنی ان کے لئے اس بات کو قبول کرنا کہ تلاوت کرنے سے انسان اتنے بڑے مقام پر پہنچ جائے گا؟ مشکل امر

ہے لیکن اگر تلاوت کرنے سے جو نتیجہ حاصل ہوتا ہے جس کو میں شروع میں
بیان کر دیا ہے اس پر صحیح توجہ کر لی جائے تو یہ مشکل بھی حل ہو جائے گی جیسا کہ
میں نے وہ عمدہ نتائج جو کہ روایت سے سمجھ میں آتے ہیں پہلے بیان کر دیا وہ یہ
کہ اس سورت کی تلاوت سے غفلت کی بیماری دور ہوتی ہے۔ اس نکتہ کی طرف
توجہ کریں کہ اگر غفلت دور ہو جائے تو انسان سے گناہ سرزد نہیں ہوں گے اور
وہ ہمیشہ آخرت کی طرف نظر کرے گا، یہ وہ مقام ہے جہاں پر انسان وقتِ
رحلت (موت کے وقت) اس قابل ہو جاتا ہے کہ مولیٰ علیؑ کے ساتھ رہ سکے
اور انکی ہم نشینی کا شرف حاصل کر سکے۔

اس بناء پر کوشش کرنی چاہئے کہ اس سورۂ مبارک کی برابر تلاوت
کر سکیں اس شرط کے ساتھ کہ معانی میں تدبر اور غور بھی کرتے رہیں تاکہ
غفلت جوام لامراض (یعنی بیماریوں کی ماں) ہم سے کم ہو جائے یا دور
ہو جائے۔

تمام بدبختی غفلت کی وجہ سے ہے

تمام بدبختیوں کی بازگشت غفلت کی طرف ہی ہے جب چشمِ بصیرت،
بے بصیرت ہو جائے اور باطنی آلۂ سماعت حقائق کو سننے سے قاصر ہو جائیں
اور دل واقعات کو درک کرنے سے عاجز ہو جائیں یہاں تک کہ انسان
چوپایوں سے بھی پست تر ہو جائے یہ تمام باتیں غفلت سے ہی پیدا ہوتی ہیں۔
ہمیں چاہئے کہ قرآن سے اس بات کی حقیقت کو سنیں۔

خداوند متعال سورۂ اعراف کی ۱۷۹ آیت میں فرماتا ہے:

لقدذرأ نا لجهنّم كثيراً من الجن والا نس لهم
قلوب لا نفقهون بها ولهم اعين لا يبصرون بها
ولهم اذان لايسمعون بها اولئک كالانعام بل هم
اضل

اولئک هم الغافلون

ترجمہ: "اور گویا ہم نے (خود) بہتیرے جنات اور آدمیوں
کو جہنم کے واسطے پیدا کیا اور ان کے دل تو ہیں (مگر قصداً)
ان سے سمجھتے ہی نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں مگر قصد ان
سے نہیں دیکھتے اور ان کے کان بھی ہیں (مگر) ان سے
سننے کا کام ہی نہیں لیتے۔ (خلاصہ) یہ لوگ گویا جانور ہیں
بلکہ ان سے بھی کہیں گئے گزرے ہوئے۔ یہی لوگ
(امورِ حق سے) بالکل بے خبر ہیں۔

ملاحظہ کریں کہ پروردگار کس طرح سے اہلِ غفلت کا تعارف کرا رہا
ہے اور کہتا ہے یہ لوگ اندھے اور بہرے ہو گئے گئے ہیں اور بے دل ہو گئے
ہیں یہ سب غفلت کی وجہ سے اس طرح ہو گئے ہیں "اولئک هم الغافلون"
یہ کیوں اس طرح ہو گئے ہیں؟ اس لئے کہ یہ ہے اہلِ غفلت میں سے ہیں۔
جب بھی راہِ خدا بند ہو راہِ دنیا کھل جاتی ہے تمام کی تمام توجہ کھانے

پینے اور سونے اور شہوت رانی، جاہ و جلال کی ہوس میں مرکوز ہو جاتے ہے یہ وہ بھنور ہے جو اس میں گیا اس کا بچ نکلنا بہت مشکل ہے ''ظلمات بعضھا فوق بعض'' یہ وہ آتش ہے جو کہ ہمیشہ بڑھتی رہتی ہے (ھل من مزید) اس کے باوجود کہ وہ جانتا ہے کہ مرنے والا ہے لیکن پھر بھی حرص کو نہیں چھوڑتا اور مال و دولت اور منصب کی زیادتی کی طرف بڑھتا رہتا ہے۔

ہاں اگر قرآن کی برکت سے غفلت کی بیماری کا علاج ہو جائے (جیسے دیو جب باہر آجائے تو فرشتہ ہو جاتا ہے) جس طرح اہل دنیا، دنیا کی طرف راغب ہیں اہلِ آخرت، آخرت کی طرف راغب ہیں ان کے کان آخرت اور قیامت کی قرآنی باتیں سننے کے لئے کھلے ہوئے ہیں اور ان کے قلوب آخرت کی باتوں پر یقین کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔

سانپ کا ڈسا ہوا اور مچھر کا ڈنک

جب کسی کے دل میں اس سورت اور اس کے عذاب اور دوزخ کی وحشتناک باتیں گھر کر چکی ہوں تو اس کے دل میں دنیاوی وحشت کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے اور اسی دنیا میں اس طرح ہو جاتا ہے کہ جس طرح کسی کو سانپ نے ڈس لیا ہو تو کہاں مچھر سے ڈرے گا۔ بالکل اسی طرح وہ شخص جو کہ بہشتی نعمتوں کا مشتاق ہے اور اس پر یقین کر چکا ہے اس آدمی کی طرح سے ہے جو کہ اس سے بہرہ مند ہو چکا ہو اور دنیاوی صداؤں سے شہد کی مکھیوں کی آوازوں کی مانند گریزاں ہے۔ دنیاوی صداؤں کب آئیں کب گئیں اسے

متوجہ نہیں کر سکتیں۔

فقر کا دور ہو جانا

سب سے اہم جو آثار ہیں وہ آثار معنوی ہیں اور عاقل اسی سمت حرکت کرتا ہے تو ساتھ میں آثارِ ظاہری بھی آتے ہیں۔

دوسرے لفظوں میں کوئی گندم کی کاشت گندم کے بھوسے کے لئے نہیں کرتا بلکہ بیج کو گندم کے لئے بوتا ہے۔ گندم کے ساتھ ساتھ اسے بھوسا بھی حاصل ہو جاتا ہے۔

اسی طرح دنیاوی خواص آخرت کے آثار کے تابع ہو کر ملتے رہتے ہیں اس سورت کی تلاوت کرتے رہنے سے بعض آثارِ دنیاوی بھی میسر آتے ہیں جیسے اسکا پڑھنے والا آخری عمر تک کسی کا محتاج نہ ہوگا۔

اور تبرک کے طور پر وہ حرمت جو کہ مجمع البیان میں رسولِ خداؐ سے نقل ہوئی ہے اس کا بیان کرنے میں ہی اکتفاء کرتے ہیں۔

ابن مسعود کی بزرگواری اور ان کی عثمان کے ساتھ گفتگو:

جناب عبداللہ ابن مسعود پیغمبرؐ کے بڑے صحابیوں اور قاریان و حافظانِ قرآن میں سے ہیں کہ جنہوں ستر (۷۰) سورۂ قرآنی کو بغیر کسی واسطہ کے خود رسولِ خداؐ سے سنا اور تحریر کیا۔ یہ ہیں اصحابیٔ رسول جو بہت سے غزوات میں پیغمبرؐ کے ہم رکاب رہے۔ جنگ بدر میں ابوجہل کے سر کو کاٹ کر پیمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہ ان بارہ آدمیوں میں ہیں کہ جنہوں نے

خلافت کی باگ ڈور سنبھالنے کے بعد متمکنِ خلافت پر اعتراض کیا اور کہا: "کہ میں ڈرتا ہوں کہ تم زمانے جاہلیت کی طرف لوٹ جاؤ گے۔ کیا پیمبرؐ نے علیؑ کا انتخاب نہ کیا اور انہیں اپنی جانشینی کے لئے منتخب نہ فرمایا اور کیا علیؑ ہر اعتبار سے تجھ سے افضل نہیں ہیں؟"

قرآن کی جمع آوری کرتے وقت ابنِ مسعود نے قرآن کو جمع کرنے سے انکار کیا اور عثمان نے پاؤں سے مار کر ان کے پہلو کو توڑ ڈالا اور انہیں بسترِ بیماری پر ڈال دیا۔ بالآخر اسی وجہ سے ان کی موت ہوئی۔ ابن مسعود ان سات آدمیوں میں سے ہیں کہ جن کے بارے میں امیر المومنین علیؑ کا فرمان ہے کہ ان سات آدمیوں کی وجہ سے آسمان کی برکتیں نازل ہوتی ہیں:

(۱) سلمانؓ، (۲) ابوذرؓ، (۳) عمارؓ، (۴) مقدادؓ، (۵) حذیفہ (۶) ابن مسعودؓ اور انکے امام یعنی علیؑ ابن ابی طالبؑ۔ جب ابن مسعودؓ نے حضرت ابوذرؓ کے جنازے پر نماز ادا کی اور انہیں دفن کیا تو عثمان نے انہیں طلب کیا اور ان سے باز پرس کی کہ کیوں تم نے ابوذرؓ پر نماز ادا کی اور انہیں دفن کیا جبکہ وہ عتاب وغصہ کا شکار تھے (ور مجھے ان سے دشمنی تھی) اس بناء پر چالیس کوڑے ابن مسعود کو لگائے گئے۔

ابن مسعودؓ کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ جب حضرت فاطمہ زہراؑ دنیا سے رخصت ہوئیں ان افراد میں سے جنہیں انگلی پر گنا جاسکتا ہے ابن مسعودؓ بھی تھے جنہوں حضرت علیؑ کی اجازت سے حضرت زہراؑ کی نماز جنازہ میں

شرکت کی۔

وہ احادیث کہ جنہیں پیمبر اکرمؐ نے ابن مسعود کے لئے بیان فرمائی علامہ مجلسی نے عین الحیاۃ میں نقل کی ہیں:

مختصر یہ کہ ابن مسعود ان ضربات کی وجہ سے جو کہ عثمان نے ان کے پہلو میں لگائی تھی (تقریباً ساٹھ سے کچھ زیادہ عمر پائی) بستر مرگ پر منتقل ہو گئے۔ حضرت عثمان ظاہری دکھاوے کی غرض سے ان کی عیادت کے لئے آئے۔ اس وقت کچھ سوالات اور جوابات ہوئے جو کہ ہمارے منظور نظر ہیں اور جن کی وجہ سے میں نے بطور مقدمہ ساری باتیں کیں ہیں۔

عثمان نے کہا اے مسعود کے بیٹے تمہارا درد کیا ہے؟

ابن مسعود نے فوراً جواب دیا میرا درد میرے گناہ ہیں۔

صحیح بات ہے کہ درد اصلی گناہِ انسانی ہیں ورنہ یہ بدن کی تکلیف آخر میں برطرف ہو جائے گی بلکہ خود بدن نہیں بچے گا تو اس کے ساتھ ملحقات کہاں رہیں گے۔ انسان جب تک زندہ ہے بدن کا محتاج ہے یعنی ایک مصیبت ختم ہوتی ہے دوسری مصیبت آجاتی ہے اس وقت جب بدن رہائی حاصل کرے گا دکھ جو بدن کے ساتھ ہے وہ بھی ختم ہو جائے گا۔ ہاں مگر وہ درد جو کہ اپنے ساتھ لے جاؤ گے اور اس کا علاج بہت سخت ہے وہ گناہ کا درد ہے۔

عثمان نے پوچھا تمہاری کیا حاجت ہے؟ خیال کرتے ہوئے کہ شاید ابن مسعود

اس سے کچھ دنیاوی چیز کا مطالبہ کریں گے اور وہ اس کے عوض اپنی خجالت کو کم کرسکیں گے۔

ابن مسعود نے جواباً کہا میری آرزو ہے کہ پروردگار مجھ پر رحمت فرمائے اگر اس کی رحمت ہے تو سب کچھ ہے۔

عثمان نے کہا "افلا ادعو لک طبیبا" آیا تم چاہتے ہو کہ تمہارے لئے طبیب لے آؤں ابن مسعود نے جواب دیا (الطبیب مرضنی) کہ طبیب نے مجھے مریض کیا ہے (یا طبیب من لا طبیب له) کیونکہ ابن مسعود متوجہ ہو گئے تھے کہ وہ انتقال کرنے والے ہیں اور وہ طبیب کی طرف رجوع کرتا ہے جس کو صحت مند ہونے کی امید ہو۔

ضمناً آپ کی توجہ رہے کہ عثمان نے ابن مسعود کو بیت المال سے بھی محروم کردیا تھا اور مدتیں گزر گئی تھیں کہ ایک درہم بھی نہ مل سکا تھا اور ابن مسعود بہت ہی نیاز مند تھے اب جبکہ عثمان آئے اور دیکھ رہے ہیں کہ ابن مسعود کا آخری وقت کسی چاپلوسی کے اندازِ گفتگو کر کے اپنے کئے ہوئے ظلم اور لگائے گئے کوڑوں کا مداوا کرنا چاہتے ہیں۔

پھر پوچھا کہ آپ چاہتے ہو کہ جو تم سے لیا گیا ہے تمہیں لوٹایا جائے ابن مسعودؓ نے جواب دیا اس وقت جب ضرورت تھی تو نے نہ دیا اب جبکہ مرنے جا رہا ہوں تو دینے کی بات کر رہا ہے کہ جبکہ میرے کسی کام کا نہیں ہے۔

عثمان نے کہا کہ پھر تمہاری بیٹیوں کو دے دوں؟

ابن مسعود سمجھ دار، آگاہ اور با بصیرت صحابی تھے وہ فریب میں نہیں آئے اور یہ نہیں کہا کہ اچھا میری دختران کے لئے کچھ کرو جبکہ یہ شخص حق کشی کرنے کے لئے آیا تھا اور اس کو مثبت جواب دوں؟ بلکہ دندان شکن جواب دیگر اسے چپ کردیا۔

فرمایا میری بیٹیاں تیرے دیئے ہوئے مال سے بے نیاز ہیں اور تجھ سے کچھ احتیاج نہیں رکھتیں میں نے انہیں کہا ہے کہ ہر شب سورۃ الواقعہ کی تلاوت کیا کرو جیسا کہ میں نے اپنے حبیب حضرت محمدؐ نے سنا ہے کہ آپؐ فرماتے تھے کہ جو بھی سورۃ الواقعہ رات میں پڑھے گا آخری وقت تک فقر وفاقہ وتنگدستی اس کی راہ میں نہ آئے گی۔

عثمان اٹھے اور چلے گئے ابن مسعود بھی دنیا سے چلے گئے۔ ان کے جنازے کو احترام کے ساتھ بقیع میں لایا گیا ابن ابی الحدید کے نقل کرنے کے مطابق ابن مسعود نے وصیت کی تھی کہ عثمان ان کے جنازے میں شریک نہ ہوں اور ان پر نماز نہ پڑھیں۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان کو خبر نہ دی گئی اور انہیں رات میں دفن کیا گیا۔

درس ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اذا وقعت الواقعہ لیس لوقعتھا کاذبہ خافضۃ رافعۃ

شہید ثانی کا قول آداب قرأت (تلاوت) کے بارے میں

شہید ثانی کے فرمان کا خلاصہ جو کہ انہوں نے آداب تلاوت کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگرچہ کسی شخص نے بہت سورتوں کو حفظ کیا ہوا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ قرآن کو دیکھ کر پڑھے، کتاب کافی میں اس ضمن میں حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت نقل ہوئی ہے کہ راوی عرض کرتا ہے کہ میں نے قرآن حفظ کیا ہوا ہے تو کیا میں حفظ کیا ہوا تلاوت کروں؟

حضرتؑ نے جواب میں فرمایا قرآن کو دیکھ کر تلاوت کرو اس طرح سے آنکھیں بھی فیض حاصل کر سکیں گی۔ مصحفِ قرآن کی طرف نگاہ کرنا عبادت ہے اگرچہ نہ بھی پڑھے جیسا کہ روایت جو کہ قرآن کی طرف نظر کرنا مستحب ہے کی روایت ذکر ہوئی ہے(۱)

دیگر یہ باطہارت ہونا چاہئے اگر وضو کے ساتھ نہ ہو تو قرآن کے حروف کو مس کرنا حرام ہے اور جلد اور حاشیہ اور ان جگہوں کو جہاں حروف نہیں

(۱) اور جیسا کہ نگاہ کرنا مستحب ہے جیسا کہ والدین کی طرف، کعبہ کی طرف خاک شفاء (سجدگاہ) کی طرف عالم کی طرف (سفینۃ البحار)

ہیں مس کرنا مکروہ ہے اور تلاوت قرآن بھی بہتر ہے باطہارت انجام دے۔

اور انہی آداب میں سے بہتر ہے رو بہ قبلہ بیٹھے ایک عابد کی طرف نسبت دیتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ جب ان کے نامہ اعمال کو رکھا گیا تو اس نامۂ اعمال میں قرآن و تلاوت قرآن کی خبر ہی نہ تھی تو اس نے سوال کیا کہ میری تلاوت قرآن کیا ہوئی؟ تو کہا گیا کہ تو بہتر جانتا ہے کہ کس طرح تلاوت کیا کرتا تھا اپنے پاؤں کو دراز کیا کرتا تھا۔

یہ کلام خدا ہے اس کو جتنا محترم سمجھ کر تلاوت کرو گے اتنا تم نے اس کے مالک کو محترم جانا، انتہائی وقار اور ادب کے ساتھ بیٹھے بلکہ خوشبو لگا کر تلاوت کرے۔

ترتیل، صحیح، اور تأنّی کے ساتھ (پڑھنا) تلاوت کرنا

آدابِ قرآن و تلاوت میں ایک یہ ہے کہ ترتیل کے ساتھ پڑھے عدۃ الداعی میں تفسیر جو کہ حضرت امیر المومنین سے پہنچی ہے (حفظ الوقوف واداء الحروف) وقفوں اور حروف کو ادا کرنے میں رعایت کرنا ہے اور تأنّی کے ساتھ یعنی اس طرح تلاوت کرنی ہے کہ حروف صحیح ادا ہوں، غلط نہ پڑھے ہر آیت کے آخر میں وقفہ دے۔ اور ہر اس جگہ جہاں پر مطلب تمام ہو گیا ہو قرآن میں معمولاً جہاں پر وقف کرنا ہے وہاں پر علامت لگائی گئی ہے وہاں پر ٹھہرنا ہے اور اسی طرح وقف لازم کی رعایت کرنا چاہئے اسی طرح

جلدی جلدی پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

اگر کسی کو علم ہے کہ وہ غلط قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو اسے چاہئے کہ اس غلطی کو صحیح کرنے میں لگا رہے اور کسی ایسے عالم کے پاس جائے جو اس کی غلطی کو دور کر دے۔ ہاں اگر یقین نہ ہو کہ غلط پڑھ رہا ہے تو تلاوت کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے اگرچہ لگے کہ غلط پڑھ رہا ہے۔

بہت سی روایت اس بارے میں پیغمبر اکرمؐ سے نقل ہوئی ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا ہے:

"جو قرآن کو اور دعا کو غلط پڑھ رہا ہے لیکن ان کے اعمال میں صحیح لکھا جا رہا ہے۔"

اسی طرح اگر دعا غلط پڑھ رہا ہے اور اپنی غلطی کی طرف متوجہ بھی نہیں تو اس کی نیت کے مطابق صحیح ثبت کیا جائے گا۔"

ہمیں باطن کی طرف دیکھنا چاہئے اور حالت کو مدنظر رکھنا چاہئے

احسن القصص میں اس طرح تحریر ہے کہ ایک مرد حضرت رسول خداؐ کے پاس آیا اور عرض کی یا رسول اللہ! آپؐ کے پاس بہت سی دعائیں ہیں میں ایک عاجز و ناتواں بندہ یوں تمام کو نہیں ادا کرسکتا آپ ایک جملہ بتا دیں جو کہ تمام کے لئے کفایت کرتا ہو حضرتؐ نے فرمایا کہ کہو اللّٰھم انت ربی وانا عبدک "کہ اے پروردگار تو میرا رب ہے اور میں ترا بندہ ہوں" کہ یہ

میرے لئے یہ بھی کافی ہے وہ مرد صحیح کلمات کو یاد نہ کرسکا اور دن و رات غا وبرعکس پڑھتا رہا اور کہتا رہا کہ اللّٰھم انت عبدی وانا ربک" نعوذ باللہ تو میرا عبد ہے اور میں تیرا رب ہوں!" اس طرح غلط پڑھتا رہا جب بھی یہ کلمات زبان پر جاری کرتا ملکوت اعلیٰ میں ایک ہلچل مچ جاتی ملائکہ بھی اس مرد نادان سے غمگین تھے ایک روز جبرائیلؑ نے آکر رسول خداؐ کے پاس آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ اس مرد عجمی کو آپؐ نے کچھ کلمات تعلیم فرمائے ہیں وہ اس کے معنی سے آگاہی نہیں رکھتا اس طرح سے کلمات کو ادا کرتا ہے کہ صاحب شرع اس کی تکفیر کرتا ہے۔

حضرتؐ نے اس مرد عجمی کو بلایا اور اس کی حالت کو پھر دریافت کیا پس عرض کیا کہ آپ کے تعلیم دیئے جملے پر میں بڑا شادمان ہوں اور میں بھی یہ الفاظ کہ (نعوذ باللہ) "اللّٰھم انت عبدی وانا ربک" کا جملہ ادا کرتا ہوں تو لگتا ہے مجھے ثواب حاصل ہو گیا۔

حضرتؐ نے جواب دیا تو اس چیز کے برعکس جو میں نے تعلیم دی ادا کیا ہے تو آج کے بعد سے یہ جملہ ادا نہ کرنا ورنہ کافر ہو جائے گا۔

وہ مرد عجمی بہت غمگین ہوا اور دل برداشتہ ہو کر عرض کرتا ہے یا رسول اللہ بغیر سمجھے کیا کہہ رہا ہوں کفر کہتا رہا۔ اب آپؐ فرمائیں اس کا کس طرح سے تدارک کروں۔ حضرتؐ نے کچھ دیر کے لئے خاموشی اختیار کی جبرائیلؑ

نازل ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہؐ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ غلط میرے بندے پر روا ہے لیکن مجھ پر نہیں میں بندے کے دل میں نظر کرتا ہوں اگر غلطی سے زبان سے کچھ اور نکلے لیکن دل صراطِ مستقیم پر ہو تو ہم اس کی خطاءِ سہو کو صحیح کی طرف لے جاتے ہیں اور اس کی ہمت کے مطابق ثواب دیتے ہیں۔

اخلاصِ عمل به محضر بار بیاد
بگزر زبان دل سوی دلدار بیاد
در بحر دل از گوهر صدق داری
ما طالب اوئیم و خریدار پیار

اسی طرح حضرت بلالؓ، اشھدان لاالہ الا اللہ کے بجائے اسھد پڑھتے تھے کیونکہ وہ ش کا تلفظ نہیں کرسکتے تھے۔ لیکن خدا تو دل کی طرف نظر کرتا ہے نہ کہ ظاہر کی طرف۔

انّ اللہ ینظر الٰی قلوبکم لا الی صورکم

مادروں لا بنگریم و حال را
مابروں را ننگریم وقال را

حضورِ قلب اور تدبر آدابِ تلاوت کے اہم اجزاء ہیں

آدابِ تلاوت میں سے سب سے اہم، حضورِ قلب اور معانی کی طرف غور کرنا ہے۔

اس کے بعد شہید فرماتے ہیں بعض تفاسیر میں آیۃ (یا یحییٰ خذ الکتاب بقوۃ) کے ضمن میں کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یا یحییٰ کتاب کو جدوجہد اور کوشش سے لو کیونکہ یہ کتاب خدا ہے لوگ جب کوئی نامہ سلطان کو دیتے ہیں تو اسے کتنا محترم سمجھتے ہیں اور دقت سے پڑھتے ہیں بلکہ کئی بار پڑھتے ہیں اپنے سروں پر رکھتے ہیں اور بوسے لیتے ہیں۔

جبکہ قرآن نامہ رب العالمین ہے جو کہ جبرائیلؑ کے وسیلہ اور حبیب محمد مصطفیؐ کے واسطے سے ہم تک پہنچا ہے۔ اداب قرأت قرآن میں سے ایک یہ ہے کہ آیت میں تدبر و غور فکر کرے کیونکہ قرآنِ مجید ان لوگوں کی جو قرأت قرآن میں تدبر نہیں کرتے مذمت کرتا ہے۔

آیات رجاء و عید ہو یا خوف کی آیت یا کوئی معرفت کی آیت ہو ان سب کے اثرات قاری پر پڑنے چاہئے یعنی خوف کی آیت سے انسان ڈرے اور آیتِ رجاء سے انسان کی امید میں اضافہ ہو، آیت معرفت سے معرفت میں اضافہ ہو۔

اگر کوئی قرآن کی تلاوت تدبر سے کرے تو یقیناً اس کا اثر پڑھنے والے پر پڑیگا جیسا کہ چشمہ کا قطرہ قطرہ پانی پتھر میں بھی اثر انداز ہو جاتا ہے جبکہ قرآن کی ارزش پانی سے بیشتر اور انشاء اللہ دل بھی پتھر کی طرح سخت نہ ہوئے ہوں گے، کچھ بھی ہو لیکن انسان تلاوت کی تکرار کے ساتھ اثرِ مطلوب کو

حاصل کریگا۔ اور اپنی غفلت کی بیماری کا علاج پالیگا۔ البتہ ان سب کے
مراتب اور درجہ ہیں۔ یہاں تک کہ (انسان) قاری اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے
کہ فقط پڑھنے اور سننے کی وجہ سے دل شکستہ اور حالت متغیر ہو جاتی ہے۔

ایک جوان کی آیت عذاب سن کر موت واقع ہو گئی

کتاب مصابیح القلوب منصور عمار کے حالات میں منقول ہوا ہے وہ
کہتا ہے میں سفر میں ایک مسجد میں وارد ہوا تا کہ نماز ادا کروں میں نے دیکھا
کہ ایک متقی جوان نماز میں مشغول ہے اس کے نماز پڑھنے کے انداز سے میں
سمجھ گیا کہ یہ جوان بارگاہ خداوند سے آشنا ہے یعنی کوزے سے وہی باہر
نکلتا ہے جو اس میں موجود ہے۔

میں نماز ختم ہونے کے بعد اس کے قریب گیا اور کہا کہ اے جوان
قرآن کے بارے میں کیا خیال ہے اس نے جواب دیا کہ بہت دل چاہتا ہے
کہ سنوں میں نے بھی اس کے لئے قرآن کی تلاوت کی (کلا انها لظی
نزاعة للشوی) وہ آیت جو کہ جہنم کے شعلوں کو بیان کرتی تھیں اور اس میں
اتنی جاذبیت تھی کہ گناہ گاروں کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ آیت کا سننا تھا کہ
اچانک جوان نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو گیا اور اس کا دل پاک ہے جس
میں قساوت نہیں ہے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ میں جوان کو ہوش میں لایا تو اس نے
کہا کہ اے مرد اس کے علاوہ دوسری آیت بھی ہے تو تلاوت کریں۔

یا ایها الذین آمنوا قوا انفسکم واهلیکم نارًا
وقودها الناس والحجارة

اس آیت کی تلاوت کرنا شروع کی یعنی "اے ایمان والوں خود اور
اور اپنے خاندان والوں کو آتش جہنم سے بچاؤ"

یہ وہ آیت ہیں اگر دل مردہ نہ ہو گیا تو حرکت میں آجائیگا جہنم کی لرزہ
خیز اندازکی خبریں اس سورہ میں موجود ہیں۔ کیا ایسا کوئی دل ہوگا جو بیدار نہ ہوا
ہو۔ راوی کہتا ہے کہ دوسری آیت کو جب میں نے پڑھا وہ پھر گر گیا اور اس
کی روح پرواز کر گئی! اس کے رشتہ دار اور مومنین اور دوست و احباب حاضر
ہو گئے میں نے بھی اس کی تجہیز و تکفین میں شرکت کی اور میں نے خواہش کی کہ
مجھے اجازت دی جائے کہ میں اس کو غسل دوں جب میں نے اس کے سینے کو
غسل کیلئے کھولا تو دیکھا کہ قلم قدرت کے ذریعے سے اس کے سینہ پر لکھا ہوا
ہے "فهو فی عیشة راضیه فی جنة عالیة" یعنی: "وہ زندگی سے خوش
ہے اور بہشت عالی میں ہے۔" پھر غسل کے بعد اسے کفن دیا اور سپرد خاک
کر دیا اور پھر رات کو اس کو میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ تاج کرامت پہنے
اور نہایت پر جلال ہے۔ میں نے پوچھا کہ خدا نے ترے ساتھ کیا معاملہ کیا؟
کہنے لگا کہ خدا نے مجھے شہیدوں سے بھی بڑھ کر رتبہ عنایت فرمایا ہے اور مجھ
سے کہا گیا کہ شہید تو کافروں کی شمشیر سے ہوتے ہیں۔ لیکن آیت قہر خدا سے

مرا ہے۔

لطف وعنایت کا مرہم زخمِ دل کے لئے

البتہ خدا نے اس کے زخم کی تلافی کر دی یعنی اگر دل عذابِ الٰہی کی آیت سے جل جائے تو لطفِ الٰہی کا مرہم بھی اس کے لئے ہے۔

کوئی آنکھ بھی اگر خوفِ خدا سے گریہ ہو تو خدا اپنے فضیلت سے اس کو روشن کر دیگا اور کوئی کان بھی اگر آیت قرآنی کی وجہ سے متاثر ہو جائے تو اس کے کان ہوش مند ہو جائیں گے۔

ولاتخافوا ولا تحزنوا بشّروا بالجنة التی کنتم توعدون

"نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو اور بشارت دو جنت کی جس کا تم لوگوں سے وعدہ کیا گیا تھا۔"

یا ایھا النفس المطمئنہ ارجعی الی ربک راضیة مرضیة

فادخلی فی عبادی و ادخلی جنتی

یعنی: "اے نفسِ مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ آ، اس حالت میں کہ تو خوش ہے خدا سے اور خدا بھی تجھ سے خوش ہے، پس داخل ہو جا میرے خالص بندوں میں اور میری جنت میں داخل ہو جا۔"

ذکر مصائب امام حسینؑ قرآن کی مانند ہے

شیخ شوستری اس مقام میں جہاں قرآن اور حسینؑ میں موازنہ کر رہے

تھے کہتے ہیں عظمتِ قرآن بلکہ معجزۂ قرآن میں سے یہ ہے کہ یہ تکرار قرآن ملال آور نہیں ہے یعنی کوئی کتاب کتنی لطیف اور شیریں کیوں نہ ہو جتنی مرتبہ اس کو پڑھیں ملال آور ہو جائے گی مگر قرآن میں بیشتر لطف آئے گا۔

بالکل اسی طرح ذکرِ مصائبِ حسینؑ ہے چاہے جتنا پڑھو پھر بھی تازہ ہے۔

جس طرح قرآن کی طرف دیکھنا عبادت ہے تلاوت کرنا اور سننا عبادت ہے اسی طرح امام حسینؑ کے مصائب کو پڑھنا اور سننا عبادت ہے۔ رونا اور رلانا عبادت ہے۔ **من بکی او ابکی او تباکی وجبت له الجنة**

دیگر موازنہ میں انہوں نے فرمایا کہ قرانِ مجید تمام جہت سے معجزہ ہے۔ فصاحت وبلاغت اور آئندہ کی خبر دینے کے اعتبار سے ...... امام حسینؑ بھی اپنے کٹے سر اور اعضاء وجوار سے اتمام حجت سے معجزہ ہیں (**یا ابی انت و امی یا اباعبد الله**)

درس ۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اذا وقعت الواقعہ لیس لوقعتھا کاذبۃ خافضۃ رافعۃ

کسی شخص کے لئے کاملِ ثواب اور عملِ کامل

باقی قرأت کے آداب اس رات کو بیان کرنے کے بعد اس سورہ کی تفسیر بیان کی جائے گی۔ یہ کلام، کلام پروردگار ہے اس وجہ سے قرأت کے ادب بھی واضح ہونے چاہیے۔ تاکہ ہم ان آداب کی رعایت کرتے ہوئے قرآنِ مجید سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرسکیں۔

قرأت کے بھی مراتب ہیں جیسا کہ قرأت کے آثار اور ان کے ثواب یکساں نہیں ہیں ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ جو بھی برابر سورۂ واقعہ کی تلاوت کرتا رہے گا وہ امیر المومنینؑ علی ابن طالبؑ کا صحابی قرار پائے گا۔ نہ یہ کہ جو بھی سورۂ واقعہ پڑھے ان کے صحابی میں شمار ہو جائے (بلکہ تکرار شرط ہے) یا یہ کہ روز قیامت میں اس کا چہرہ چاند کی طرح روشن ہوگا چونکہ اشخاص میں پڑھے والے مختلف ہیں جیسا کہ دوسری عبادات مثلاً نماز، روزہ، حج اور زکوۃ ان سب کے مراتب ہیں یعنی کامل مرتبہ کامل افراد کے لئے ہے جو کہ کیفیت کے اعتبار سے بھی کامل ہوں۔

صحیح پڑھنا کافی ہے

اس رات بھی شہید ثانی کے فرمان کو نقل کروں گا۔ جو فرماتے ہیں کہ انسان کے تین مرتبے ہیں اعضاء ظاہری، عقل اور ادراکات کلی کے اعتبار سے اور قلب ایمان اور خضوع کے اعتبار سے۔ ان تین اعضاء کو چاہئے کہ قرآن سے بہرہ مند ہوں اور ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی ظرفیت کے اعتبار سے بہر مند ہوتے ہیں۔

پہلا مرتبہ جو کہ بدن (اعضاء ظاہری) کا ہے یعنی یہ زبان اداءِ حروف سے بہرہ مند ہو تأنی کے ساتھ آرام آرام سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھے نہ کہ جلدی جلدی۔ دوسری بہرہ مندی یہ ہے کہ صحیح صحیح پڑھے۔ یہی کافی ہے لیکن بعض لوگ تفریط کا شکار ہو جاتے ہیں فقط الفاظ میں زیادہ دقت کرتے ہیں اور چند مرتبہ تکرار کرتے ہیں اور وسوسہ کا شکار ہو جاتے ہیں اور ایک حروف کی ادائیگی کے لئے بہت دیر تک نماز میں معطل ہو رہتے ہیں بلکہ بعض موارد میں یہ موجب بطلان نماز بھی ہو جاتا ہے جاننا چاہئے کہ فقط یہ کہ قرأت صحیح ہو کافی ہے اگر چہ حروف اس طرح سے جس طرح سے اہلِ تجوید ذکر کرتے ہیں مخارج سے تلفظ نہ ہوئے ہوں مثال کے طور پر (ض، ظ، ز، ذ) کے درمیان فرق آشکار ہو کہ مثلاً 'ض' تھا نہ 'ظ' یا 'ذ' تھا نہ 'ز' کافی ہوگا۔ چاہئے ان مخرج سے جو کہ معین کیا گیا صادر نہ بھی ہو۔

قرآن کا غمگین صورت میں پڑھنا پسندیدہ ہے

زبان کا بہرہ مند ہونا یہ ہے کہ وہ صحیح اور تأنی کے ساتھ پڑھے اگر وہ حزن کے ساتھ پڑھ سکتا ہے تو بہت بہتر ہے۔ مثلاً خود کو متاثر اور پُر امید ظاہر کرے کتاب شریف کافی میں حضرت سجادؑ کے حالات میں منقول ہے کہ جب بھی حضرت اپنے گھر میں قرآن تلاوت کرتے تھے وہ سقا جو مشک اٹھائے آپؑ کے گھر کے نزدیک آ کر ساکت ہو جاتے اور حضرت کی خوش صوت لحن کو سننے میں محو ہو جاتے تھے۔

ضمناً یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اچھی آواز کے ساتھ پڑھنا چاہئے جو کہ گانا گانے کے انداز میں (گلوکاری) نہ ہو کیونکہ قرآن میں غناء (گانا گانا) زیادہ گناہ رکھتا ہے۔ اس طرح گھر میں قرآن پڑھنا مستحب ہے۔ روایت میں آتا ہے کہ فقط مسجد میں قرآن پڑھنے پر اکتفاء نہ کرو بلکہ گھر میں بھی قرآن پڑھا کرو تا کہ گھر بھی مستفید ہو سکے۔ وہ گھر جس میں تلاوت ہوتی ہے وہ گھر آسمان والوں کے لئے روشن ہے جس طرح کہ ستارے اہل زمین کے لئے روشن ہیں۔ خیال رکھنا چاہئے کہ کہیں قرآن پڑھنے میں ریاکاری نہ ہو جائے۔ کیونکہ اگر ایسا ہو تو اس کے نامۂ اعمال میں گناہ لکھے جائیں گے، بعض لوگ جو منہ کے بل آگ میں ڈالے جائیں گے وہ وہ لوگ ہوں گے جو تلاوتِ قرآن میں ریاکاری کرتے تھے۔

ہم دوبارہ اصل مطلب پر آتے ہیں کہ زبان کا بہرہ مند ہونا یہ ہے کہ پڑھے تو آنکھ خط و حروف قرآن کی طرف دیکھے اور بہرہ مند ہو اور کان قرأت قرآن کو سن کر بہرہ مند ہو اسی طرح باقی اعضاء و جوارح مؤدب طریقہ سے بیٹھ کر اور قرآنِ مجید کا احترام کر کے بہرہ مند ہو سکتے ہیں۔

عقل کا بہرہ مند ہونا قرآن سے اور ادراکاتِ کلی کے ذریعے سے ہے

عقل کو بھی قرآن سے بہرہ مند ہونا چاہئے اور عقل کا قرآن سے مستفید ہونا اس طرح سے ہے کہ وہ قرآن سے کلیات کا ادراک کرے وہ برہان جو قرآنِ حکیم میں ذکر ہوئے ہیں اور وہ شواہد جو معارف کے لئے بیان ہوئے ہیں اور وہ داستانیں جو عبرت کی خاطر ذکر ہوئی ہیں سمجھے۔ اگر کسی مطلب کو نہ سمجھ سکے تو خوب تکرار کرے تا کہ سمجھ جائے۔ اگر تلاوتِ قرآن کے ساتھ معنی کو درک نہ کرتا ہو تو فائدہ بہت کم ہے کیونکہ آیاتِ قرآنی میں تدبر و غور و فکر ضروری ہے صرف پڑھنا کافی نہیں ہے۔

قرأتِ قرآن سے متاثر ہونا اور خضوعِ قلب پیدا کرنا

قرأت، تلاوتِ قرآن کی سب سے بڑی خاصیت جس کی وجہ سے قرآن کا بیشتر حصہ نازل ہوا ہے، قلب کا متاثر ہونا ہے۔ جب عقل نے اس آیت شریفہ سے کلیات کو درک کر لیا تو اسکا دل اس آیت سے خبردار ہونا چاہئے اور ان آیتوں سے جن میں وعدۂ ثواب ہے دل میں زیادہ امید پیدا

ہونی چاہئے۔ اسی طرح وہ آیتیں جن میں ڈرایا گیا ہے اس سے دل میں خوف
پیدا ہونا چاہئے اسی طرح آیتِ رحمت سے شوق پیدا ہونا چاہئے۔ اسی طرح
کہ جس طرح خطبہ ہمام میں امیر المومنین علی علیہ السلام نے اہلِ تقویٰ کی
صفات میں فرمایا ہے۔

شہید ثانی اور دیگر علماء نے فرمایا ہے کہ جب بھی کوئی قرآن کو ہاتھوں
میں اٹھائے یہ فکر کرے کہ یہ وہ خصوصی نامہ ہے جو پروردگار کی طرف سے بندۂ
ضعیف کی طرف آیا ہے اور یہ سمجھے کہ یہ نامۂ محبوب ہے دیکھے کہ
محبوب (پروردگار) کیا چاہتا ہے۔ اگر آیتِ عذاب کو اپنے لئے نہ سمجھے تو کیا
سمجھتے ہو کہ کس حالت میں مرو گے عمر کے آخری لمحے میں کس طرح کے ہو
گے۔

قیامت کا حساب مسلمانوں کے لئے ہے

ایک روز امام زین العابدینؑ نے مسجد الحرام میں تمام لوگوں سے
خطاب فرمایا: اے لوگو! روزِ قیامت کا حساب تم مسلمانوں کے لئے ہے، تمہیں
اپنے اعمال کا موازنہ کرنا چاہئے کہ کب اچھائیوں کا پلڑا بھاری ہو جاتا ہے اور
کب برائیاں غالب آجاتی ہیں۔ اور کفار کا تو حساب نہیں ہے کیونکہ انکے
اعمال انکے عقیدہ کی طرح ہوتے ہیں ان کے لئے تو کوئی میزان ہی نہ ہوگا۔
یہ تو مسلمان ہے جس نے اپنی زبان سے لا الہ الا اللہ کہا ہے اور

نقش بھی دیتا رہا اس نے (عمل صالح اور) اچھے اور برے اعمال کو آپس میں
مخلوط کر دیا۔ اس وقت چاہئے کہ اپنے اعمال کا موازنہ کرے۔ میں نے چاہا
کہ یہ باتیں آپ سے کرنی چاہئیں کیونکہ بعض ہیں جو عذاب کی آیت کو
پڑھنے یا سننے میں ان کو اپنے سے دور سمجھتے ہیں۔

روایت ہے امام رضاؑ کے بارے میں آیا ہے کہ وہ جب قرآن کی
تلاوت کرتے تھے اور کوئی آیت کہ جس کے شروع میں (یا ایھا الذین آمنوا)
اے ایمان لانے والوں آجاتی تھی تو آہستہ سے لبیک (جی ہاں کہتے تھے یعنی
کہ یہ خطاب مجھ سے ہے کہ ایمان لایا ہوں اس مطالب پر یقین رکھتا ہوں۔)

اسی طرح جب کسی آیت میں تسبیح یا استغفار ہوتی ہے پر پہنچیں تو تسبیح
کرنا اور یا استغفار کرنا وارد ہوا ہے مثلاً یہ کہیں (سبح اسم ربک) یا
فسبح اسم ربک آئے تو کہے سبحان اللہ، سبحان ربی الاعلیٰ۔

ہم دوبارہ اپنی اصلی بات پر آتے ہیں یعنی قرآن سے قلوب متاثر
نے چاہئیں۔ آیات وعدہ یا آیت وعید سے خوف و امید پیدا ہونی چاہئے
جتنا [illegible] ہوگا قرآن سے بہرہ مند بھی زیادہ ہوگا۔ روایت جو کہ متاثر
قلب کی مناسبت سے ہے نقل کرتا ہوں۔

غافل دل کو بہت سے خطرات کا سامنا ہے

اصولِ کافی میں ابو اسامہ سے نقل کیا گیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جب میں

مسافرت میں امام صادقؑ کے ہم رکاب تھا کجاوا (جو کہ اونٹ پر رکھے ہوتے ہیں) ایک اس طرف اور دوسرا اُس طرف بیٹھتا ہے۔ اثنائے سفر میں حضرتؑ نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا قرآن ہے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں، امامؑ نے فرمایا پڑھو میں نے قرآن کھولا کسی سورہ کو پڑھا امامؑ متاثر ہو گئے اور فرمایا (ارعوا قلوبکم) اپنے دلوں کی مراعت کرو اور اپنے دلوں کی محافظت کرو کچھ اپنے دلوں کی خبر لو۔ کیوں اس طرح کرو اس کی علت خود بیان فرمادی۔ کیونکہ دن رات میں ایسا وقت ہوتا ہے کہ نہ دل میں ایمان ہوتا ہے نہ کفر جیسے کہ پرانا لباس (شبه الغرقة البالیه)

دل تمام جگہوں پر ہے اگر نہیں ہے تو یادِ خدا میں نہیں ہے اور خدا کی طرف متوجہ نہیں ہوتا خدا نہ کرے اگر ایسی حالت میں موت آ جائے تو غفلت کی موت ہوگی۔

شیخ شوستریؒ اپنے مواعظ میں فرماتے ہیں ڈرتا ہوں کہیں میری عمر کے آخر ایام میری زندگی کے بدترین ایام نہ ہوں۔ دل سوائے خدا کے ہر جگہ ہو۔ وہ تعبیر جو کہ اصول کافی کی روایات میں آئی ہیں ان پر دقت کریں (پرانا لباس) یعنی جب لباس نیا ہو تو جلدی نہیں پھٹتا ہے اور مضبوط ہوتا ہے لیکن جب پرانا اور بوسیدہ ہو جائے تھوڑی سی حرکت سے بھی پھٹ جاتا ہے۔

وہ دل جو کہ غافل ہے اس کی کوئی قیمت نہ ہونے کے علاوہ شیطان

کی وجہ سے جلدی منحرف ہو جاتا اور خدا پر توکل بھی نہیں ہے کہ محفوظ رہے۔

اپنی پچھلی باتوں سے اس طرح نتیجہ نکالتے ہیں کہ قرأت قرآن میں معنی کی طرف متوجہ رہے اور قلب متاثر ہونے کے ساتھ غفلت کو کم کریں دل کی مراعات کریں، دل کی حفاظت کریں افسوس کی بات یہ ہے کہ دنیاوی باتوں نے ہمیں اس طرح سرگرم کر دیا ہے کہ ہم غفلت کے علاج کے بارے میں بھی نہیں سوچتے۔ پھر فرمایا:

ای ابا اسامه ربما تفقدت قلبک لا تذکر فیه

خیراً ولا شراً ولا تدری این هو

یعنی: ''اے ابو اسامہ کبھی دل کی طرف رجوع کرتے ہو تو دیکھتے ہو کہ اس میں کچھ نہیں ہے نہ یادِ خدا ہے نہ آخرت نہ ارادہ خیر ہے نہ شوقِ بہشت اور یہ بھی نہیں جانتے کہ تمہارا دل کہاں ہے۔ میرے الفاظ میں دل بینک میں ہے یا بازار میں دل زمین کی خریداری میں لگا ہے یا گاڑی کی یا پھر لڑائی جھگڑے میں لگا ہے۔

نمی ترسی کہ مرگت خفتہ گیرد

دلت را غافل و آشفتہ گیرد

وائے ہو پریشان دل پر خدا کرے ہم امامؑ کے دستور (ارعو قلوبکم) کا اثر لیں اور ایک حکم ہمارے لئے کافی ہے انسان اس فکر میں رہے

کہ آخری وقت میں دل کہاں ہے۔

"اللّٰھم انی اسئلک ایمانا تبا شر بہ قلبی

اسئلک ایمانًا لا اجل له دون لقائک

ابواسامہ نے عرض کی آقا میں تو کچھ بھی نہیں ہوں ہے پورا کا پورا غفلت میں ہوں آیا اب کیا کروں؟

امام نے فرمایا (حاصل روایتِ شریفہ) ہاں میں بھی جانتا ہوں لہٰذا تجھ سے کہتا ہوں اپنے دل کی فکر کرو اس کی محافظت کرو۔ مثلاً جب تم راہ چل رہے ہو اور دیکھو کہ دل غافل ہے تو خود کو متوجہ کرو کہ تمہارا بدن اسی پاؤں کے نیچے زیرِ زمین جانے والا ہے۔ اگر گھر میں غافل ہو تو یاد لاؤ کہ اسی گھر سے صدا بلند ہوگی کہ فلاں کا انتقال ہو چکا ہے اور تمہاری مجلس ترحیم رکھی جائے گی۔ جب بھی کوچہ و بازار میں فاتحہ خوانی کے اعلان کو دیکھو سمجھو ایک روز آئے گا تمہارا اعلان بھی اسی طرح لگایا جائے گا۔

وہ انسان کہاں ہے جو یاد کرے، متاثر ہو، دل کی مرعات کرے اور غفلت کا علاج کرے۔

غافل دل شیطان کا شکار ہے

وہ لمحہ جب دل غافل ہے شیطان کے شکار کا خطرہ ہے اور اسکا علاج تذکر ہے حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ اگر خداوند کریم بندے پر خیر

کرنے کا ارادہ فرمائے تو اس کے دل کو نورِ ایمان اور توحید (لا الہ الا اللہ) سے منور فرماتا ہے (اولئک کتب فی قلوبھم الایمان) کب ایسا ہوا ہے کہ تم انسان نے غفلت کی وجہ سے فرار اختیار کیا ہو اور خدا نے اس کے دل کو یادِ خدا سے منور نہ کیا ہو۔ آپؑ بھی خدا سے یقین کے ساتھ طلب کریں اور یقین کریں اور کسی کی اُمید رد نہ کی جائیگی درد بھی معلوم ہے اور دوا بھی معلوم ہے البتہ خدا سے طلب کرنا چاہئے اور خدا کی طرف جانا چاہئے میں تو غیراز طلبِ خیر کچھ نہیں کرسکتا۔

درس ۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اذا وقعت الواقعه لیس لوقعتها کاذبة خافضة رافعة

قرآن مجید کی عظیم آیت بسم اللہ بلند آواز کے ساتھ ادا کرنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم جو کہ ہر سورہ کے شروع میں ہے (سوائے سورۂ برأت) اس کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ یہ ہر سورہ کا جزء ہے (جس کو پڑھنا چاہئے) یا یہ ایک مستقل آیت ہے اور ہر سورہ کے شروع کرنے سے پہلے چاہئے کہ اللہ کا نام ذکر کیا جائے اس لئے اسے اول میں ذکر کیا گیا ہے۔ شیعہ فقہا میں سے اکثر نے (قولِ اول) پہلی بات کو قبول کیا ہے کہ یہ بسم اللہ اسی سورہ کا جزء ہے (جس کو آپ پڑھنا چاہتے) حتی تصریح کرتے ہیں کہ بسم اللہ کو اسی سورہ کے جزء کی نیت سے پڑھنی چاہئے اگر بغیر کسی قصد کے بسم اللہ تلاوت کی گئی ہو تو چاہئے کہ دوبارہ اسی سورہ کی قصد سے تکرار کرے۔

جبکہ سنی علماء قول دوئم کو اختیار کرتے ہیں بلکہ بعض تو اس سے بھی بڑھ کر قائل ہیں کہ یہ جزءِ قرآن ہی نہیں ہے اسی وجہ سے اس آیت کو نماز میں پڑھنے سے محروم رکھا ہے حالانکہ یہ قرآن مجید کی بہت اہم آیت ہے جسے وہ قرأت سے

ساقط کرتے ہیں۔

جبکہ ہمارے مذہب کے مطابق اگر کسی نے جان بوجھ کر اس آیت بسم اللہ کو ترک کر دیا تو اس کی نماز باطل ہے۔ ہم نہ صرف اس کو حمد اور سورہ کے ساتھ پڑھنے کو ضروری سمجھتے ہیں بلکہ اس کو بلند آواز میں پڑھنے کی بھی رعایت کرتے ہیں جو کہ مومن کی پہچان ہے (۱) یعنی ظہر و عصر کہ جہاں سورہ کو آہستہ پڑھتے ہیں اس میں بھی اس آیت بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھے۔

یعنی ظہر اور عصر جہاں سورۃ کو آہستہ پڑھتے میں اس میں بھی اس آیت بسم اللہ کو بلند آواز میں پڑھا جائے۔

حور العین کے لباس پر بسم اللہ

بحار الانوار کی روایات کے مطابق چھ حوریں پروردگار نے اپنے قلم قدرت سے نورانی نقش کے ساتھ خلق کی ہیں کہ جن کے چہرے کی سیدھی جانب محمد رسول اللہ اور چہرے کی بائیں جانب علی ولی اللہ اور پیشانی پر الحسن ٹھوڑی پر الحسین اور ہونٹوں پر بسم اللہ الرحمن الرحیم نقش ہوا ہے۔ ان حوروں کو ان افراد کے لئے خلق کیا جو عظمت اور معرفت سے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہتے ہیں۔

(۱) امام حسن عسکری کی مشہور روایت کی طرف اشارہ ہے جو کہ فرماتے ہیں کہ مومن کی پانچ نشانی ہیں سیدھے ہاتھ کی انگلی میں انگوٹھی پہنا، پیشانی خاک پر ملنا، اکیاون (۵۱) رکعت نافلہ اور دن رات کی نماز پڑھنا، زیارت اربعین پڑھنا اور بلند آواز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا۔

البتہ ہر شخص اپنی معرفت کے مطابق بہرہ مند ہوگا (المعروف بقدر المعرفہ) یعنی کو بھی اس درگاہ سے محروم نہ ہوگا۔

بیٹے کا بسم اللہ پڑھنا اور باپ کا قبر میں بہرہ مند ہونا

بسم اللہ کا فائدہ حتیٰ کہ پڑھنے والے کے ماں، باپ کو بھی پہنچتا ہے اگرچہ پڑھنے والا بچہ ہی کیوں نہ وہ روایت شریفہ میں آیا ہے کہ پیغمبرانؑ میں سے کوئی پیغمبر کسی جگہ سے گزر رہے تھے کہ اپنے ہمراہ چلنے والوں سے کہا کہ جلدی سے اس جگہ سے گزر جاؤ کیونکہ یہاں پر ایک قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔ اسی جگہ پر کچھ ہی دیر گزری کہ پھر فرمایا: ''آرام سے چلو کہ قبر روح ریحان میں ہے'' لوگوں نے پوچھا کہ کیا ہوا پہلے تو آپؑ نے فرمایا کہ صاحب قبر عذاب میں ہے۔ تو فرمایا کہ صاحب قبر کا ایک بیٹا ہے جس کو مکتب میں داخل کرایا گیا ہے جب اس کے معلم نے اسے بسم اللہ یاد کرائی تو فرشتوں کو حکم ہوا کہ اس شخص کے فرزند نے مجھے رحمت اور رحمانیت کے ساتھ پکارا ہے یہ سزا وار نہیں ہے کہ اس کے باپ کو (جو کہ بیٹے کے وجود آنے میں قہراً موثر ہے) عذاب دیا جائے لہٰذا اس سے عذاب کو اٹھا لیا جائے۔

فرعون کے عذاب میں تاخیر

کتاب انوار نعمانیہ میں نقل ہوا ہے کہ فرعون کے دعویٰ خدائی کرنے سے پہلے اس کے محل کے دروازے میں نامِ خدا نقش کیا گیا ہے تھا لیکن اس کی

طغیانی اور سرکشی کرنے کے بعد اور اس کے دعویٰ خدا کرنے کے بعد وہ بھول کر اس نقش کو مٹا نہ سکا۔

جب حضرت موسیٰؑ نے بددعا دی اور پھر بھی فرعون پر عذاب نہ ہوا اور حضرت موسیٰؑ نے خدا سے اس کا سبب پوچھا تو ندا آئی کہ تو فرعون کے کردار اور اس کے دعوئے خدائی کو دیکھ رہا ہے جبکہ ہم اپنے نام کو اس کے محل میں دیکھ رہے ہیں اس کے معذب کرنے سے پہلے اس نام کو اس کے دروازے سے ہٹا یا جائے۔

اس بات بہت عجیب خواص سمجھ میں آتے ہیں کہ یہ نام کسی گھر کے دروازے میں ہوا تو وہ عذاب سے محفوظ اور برکت کے نزول کا سبب بنتا ہے جو بھی مزید معلومات کا خواہاں ہے تو وہ بسم کی فضیلت کے بارے میں جو روایت موجود ہیں رجوع کرے۔

بندگی کا نشان اوپر لینا

ایک روایت کے مطابق جو حضرت امام موسیٰ الرضاؑ سے پہنچی ہے اس میں بسم اللہ کو مادّہ وسم یعنی داغ رکھنے اور نشان رکھنے کے معنی میں پایا گیا (اسم نفسی بسمه من سماة الله) وسم علامت گزاری اور نشان رکھنا اور داغ کرنے کے معنی میں ہے۔ حاصل فرمان حضرت امام رضاؑ یہ ہوا کہ بسم اللہ یعنی میں بندے خدا عبداللہ ہوں نہ کہ عبدالھویٰ (خواہشات کا بندہ نہیں)۔

شیخ شوستری اعلی اللہ مقامہ اپنے مواعظہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ آیا آپ نے تمام عمر میں کبھی لا الا اللہ درست کہا ہے۔ بندہ بھی عرض کر رہا ہے کہ ہم زندگی بھر کبھی ایک مرتبہ سچائی کے ساتھ بسم اللہ کہا ہے یعنی داغ بندگی کو اپنے اُوپر لیا ہے۔ ڈرتا ہوں کہیں داغ بندگی شیطان نے اتار نہ لیا ہو۔

نشانہ داغِ بندگی خدا یا بندگیٔ شیطان

پوچھو گے کہ کہاں سے معلوم ہوا کہ داغِ بندگی کو اپنایا یا داغِ بندگیٔ شیطان کو۔ اس کا معلوم کرنا نہایت آسان ہے بقول شاعر ۔ 'از کوزہ برون ہمان تراود کہ در اوست' کہ کوزے سے وہی نکلتا ہے جو ہوتا ہے اگر کسی نے بندگیٔ خدا کو اپنایا تو تمام پہلوؤں سے بندۂ خدا ہوگا اس کا دل توحید سے لبریز ہوگا اس کی زبان ہاتھ ، پاؤں، اور تمام کا تمام اعضاء و جوارح بندگیٔ خدا میں ہوں گے لیکن (خدا نہ کرے) وہ داغِ بندگیٔ شیطان میں ہوا تو خدا سے کوئی واسطہ ہی نہ ہوگا۔

آپ نے سنا ہوگا کہ حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام بشر حافی کے گھر کے سامنے سے گزر رہے تھے کہ لھو ولعب (گانے بجانے) کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں ایک کنیز گھر سے باہر آئی تا کہ کچرے کی بالٹی باہر پھینک دے۔ حضرتؑ نے اس سے پوچھا کہ" صاحبِ خانہ آزاد ہے یا بندہ؟'' اس کنیز نے عرض کی آقا کے پاس بہت سے غلام اور کنیزیں ہیں کیسے وہ عبد ہوسکتا ہے۔

امامؑ نے فرمایا:" صحیح بات ہے اگر وہ بندہ ہوتا تو اس طرح نہ ہوتا۔"

کنیز دوبارہ گھر میں گئی تمام ماجرے کو بشر حافی سے نقل کر دیا بشر حافی نے پہچان لیا کہ یہ بات امام موسیٰ کاظمؑ کے علاوہ کوئی نہیں کہہ سکتا باہر آکر امام موسیٰ کاظمؑ کے پاس پہنچا اپنے کو امامؑ کے قدموں میں گراتا ہے اور کہتا ہے آقا میں توبہ کرنا چاہتا ہوں اور بندہ بننا چاہتا ہوں یہ کہہ کر اس نے آلاتِ لہو کو توڑ دیا اس کی حالت امامؑ کی برکت سے بدل گئی۔

وائے ہو حالتِ بدبختی پر کہ نفاق بھرتا جا رہا ہے ظاہراً داغِ بندگی کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن باطناً شیطان کی بندگی کر رہے ہوتے ہیں۔

درس ۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اذا وقعت الواقعہ لیس لوقعتھا کاذبۃ خافضۃ رافعۃ

بسم اللہ میں اسم اور اللہ کا معنی

حضرت امام رضاؑ سے منقول ہے اسم مادہ سمہ سے ہے جس کے معنی علامت کے ہیں بسم اللہ یعنی خود کو بندگی خدا کی علامت سمجھنا یعنی فقط اللہ کا بندہ ہوں اور کسی اور کی بندگی سے کنارہ کش ہوں۔

جبکہ اللہ اسم ذاتی پروردگار ہے جو کہ تمام صفات کمالی کو شامل کرتا ہے یعنی اسم مبارک اللہ تمام اسماء حسن وصفات عالیہ کا مظہر ہے خالقیت ورازقیت فریادوں کو سنے والا، زندگی دینے والا، جان لینے والا یعنی تمام شان الوہیت و ربوبیت خدا اس نام مبارک کے اندر ہے یہ وہ نام ہے جو پروردگار کیلئے خاص ہے اور کسی اور کے لئے نہیں بولا جاتا ہے۔

اللہ اس ذات کا خصوصی نام ہے جو کہ تمام موجودات کے لئے مبداء ومعاد ہے۔ وہ وجود ہے جسمیں کسی بھی فطرت پر رہنے والے کو شک نہیں ہے۔

کوئی بھی کوزہ بغیر کوزہ ساز کے وجود میں نہیں آ سکتا

اگر کوزہ کو آپ کے سامنے لاکر کہا جائے کہ خود بخود وجود میں آیا ہے

کیا آپ یقین کرلیں گے مٹی کس طرح خود بخود وجود میں آ سکتی ہے؟ اس کوزہ کی طرح جس میں نظم موجود ہے کوزہ کی منظم شکل اس بات کا ثبوت ہے کہ ایک فاعلِ مختار اور عاقل نے اس کو بنایا ہے اور اپنے فہم وشعور سے مٹی کو ایک خاص مقصد سے اس صورت میں ڈھالا ہے کیا ہمارا اور آپ کا بدن گواہی نہیں دیتا کہ دست قدرت اسی کی ذات ہے نباتاتی ذرات کو پدر و مادر میں جمع کیا پھر اسے نطفہ بنادیا یہاں تک اس موجودہ صورت تک پہنچایا۔ اور کیسی عجیب وغریب چھوٹی بڑی ہڈیوں، رگ، اعضاء اور کھال اور گوشت ومغز، ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان، زبان، ناک اور وہ جوڑ بنائے جس کی وجہ سے انسان حرکت کرسکتا ہے۔

اگر ہم اس زاویئے سے خدا کی قدرت نمائی کو اپنے بدن میں ملاحظہ کہ اے مصور (خدائی) اے خدا جو تو نقاشی بناتا ہے کتنی زیبا تصویریں مختلف پردوں رحم، سینہ اور شکم میں وہ ایک پانی کے نطفہ پر بناتا ہے اسی طرح ہونٹ، ناک وغیرہ وغیرہ کس خوبصورتی سے بنائی ہیں۔ واقعی اندھی ہے وہ آنکھ جو تجھے نہ دیکھے۔

خدا کی رحمتِ رحمانیہ کا نمونہ

الرحمٰن، رحمتِ رحمانیہ نے ہر اشیاء کو اپنے حصار میں کر رکھا ہے آپ اپنے بدن میں ہی ملاحظہ کرسکتے ہیں بدن کے ہر عضو میں کس طرح رحمتِ

پروردگار شاملِ حال ہے آنکھ کو کس طرح سے خوبصورت بادامی شکل میں
ہندسی شکلوں میں سے بہترین شکل کی صورت میں بہت سے فوائد حاصل کرنے
کے لئے خلق فرمایا ہے اور اس آنکھ کے لئے ایک نودان خوش کی شکل ابروؤں کو
بنایا تاکہ روشنی کو کنٹرول کرنے کے ساتھ ساتھ بہتر دیکھنے اور پسینے کو اندر جانے
میں مانع ہو سکے۔

منہ بھی حیرت انگیز بناوٹ کا حامل ہے۔ اُوپر والا حصہ ساکن رہتا ہے
جبکہ نیچے والا حصہ جنبش کرتا ہے۔ اسی طرح دانتوں کو کس طرح سے منظم خلق کیا
ہے آگے والے دانت ڈنک کی طرح باریک ہیں تاکہ خوراک کو کاٹ سکیں
جبکہ داڑیں چوڑی ہوتی ہیں تاکہ خوراک کو چھوٹا اور نرم کر سکیں۔

منہ میں زبان کو خلق کیا جو چمچہ کی مانند غذا کو اس طرف سے اُس طرف
کرنے کے علاوہ ہدایت کرنے کا ذریعہ بھی بنایا ہے زبان اپنے ترشحات سے
غذا کو نرم اور قابلِ ہضم بناتی ہے اور اپنے کاموں میں اتنی جلدی اور سرعت
دکھاتی ہے کہ دانت کے درمیان نہیں آتی ہے اگر کبھی دانتوں کے درمیان
آجائے تو معلوم ہو جائے گا کہ کسی قدر تیزی پروردگار نے اس کو عطاء کی
ہے۔ عربی میں ایک ضرب المثال بڑی مشہور ہے کہ **تعرف الاشیاء
باضدھا** چیزوں کو ان کی ضد کے ذریعے پہچانا جاتا ہے۔ بقول سعدی عافیت
کی قدر وہی جانتا ہے جو مصیبت میں گرفتار ہو۔ اگر کبھی زبان دانتوں کے نیچے

آجائے تو معلوم ہو جائے گا یہ خداوند کریم نے کس ہے اس عجیب غریب نعمت
کو بنایا ہے اور ہمیں شعور بھی نہیں ہے کہ کس طرح یہ اپنا کام کرتی ہے اور ہمیں
کیا معلوم کس طرح سے ہمارا معدہ اور جگر کام کرتے ہیں (لیکن خدانخواستہ)
جب بھی بیماری عارض ہو جائے گی تو پتہ چل جائے گا کس طرح سے رحمت خدا
شامل حال تھی اور معلوم تک نہ تھا۔

تمام اعضاء کا وحدانیت خدا کی گواہی دینا

سیدھے ہاتھ کی طرف غور کرو گواہی دیگا کہ اس ہاتھ کو بنانے والا وہی
ہے جس نے اُلٹے ہاتھ کو بنایا اور اسی نے پاؤں کو بھی بنایا ہے آنکھ اور کان جسی
نعمت ہمیں عطا کیں۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں بس معلوم
ہوتا ہے کہ ایک ہی ہدف کے لئے خلق ہوئے ہیں۔ آفتاب گواہی دے گا کہ
میرا بنانے والا وہی جس نے چاند اور زمین کو بنایا زمین گواہی دے گی کہ میرا
بنانے والا وہی ہے جس نے کائنات کو بنایا ہے اور یہ روابط جو کہ اجزاء عالم کے
درمیان ہے اور یہ ربط و رابط جو کہ چھوٹے اور بڑے کے درمیان ہیں گواہی
دیتے ہیں کہ عالم کو بنانے والا ایک ہے۔

خدا کے بارے میں عقل حیران ہے

کلمہ اللہ کے بارے میں ذکر ہوا ہے کہ یہ مادّہ (الہ) یعنی تحیر
(حیرت) سے ماخوذ ہے یعنی الحیرۃ فیہ العقول) یعنی خداوند جس کی ذات میں

سب حیران ہیں اور کوئی بھی اس کی حقیقت کو نہیں جان سکتا فقط افعال وصفات سے آشنائی پیدا کی جاسکتی ہے اور اس کی ذات ہر چیز پر محیط ہے اس پر کوئی چیز محیط نہیں ہے۔

یا یہ کلمہ الہ فرع سے ہے (بفزع الیہ کل مخلوق) یعنی ہر مخلوق اس کی پناہ میں ہے اور ہر مخلوق پریشانی اور بے چارگی کے وقت یا اللہ کہتی ہے جب اسباب قطع ہو گئے ہوں تو فطرت اولیہ کے مطابق خدا کی طرف متوجہ ہوتی ہے جب کشتی غرق ہو رہی ہو یا کوئی ہوائی جہاز گرنے والا ہو یا اسے کوئی حادثہ درپیش ہو یا کوئی گاڑی ٹکرانے والی ہو بے اختیار یا اللہ کہتا ہے اور اپنی صدا سے اصل کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

معبودِ حقیقی صرف خدا ہے

اللہ یعنی حقیقی معبود یعنی یہ وہ ہے جو لائق عبادت ہے اور لائق ہے اس کے سامنے خضوع اور تذلل کیا جائے اور اس کے علاوہ کسی اور کے لئے جائز نہیں ہے۔(۱)

الا کل شی ما خلا اللہ باطل　　و کل نعیم لا محالة زائل

خدا کے علاوہ سب محتاج ہیں (۲) وہ بے نیاز ہے اور قابلِ عبادت ہے اور اس کے سامنے تذلل اور دست دراز کرنا سزاوار ہے غیر کے سامنے دست

(۱) سورہ حج ۲۲ آیت ۶۲ (۲) سورۂ فاطر ۳۵ آیت ۵۱

دراز کرنا صحیح نہیں کیونکہ وہ خود ہی خدا کا محتاج ہے۔ حیرت کی بات ہے انسانوں میں سے بعض نے کتنا خود کو گمراہ کیا ہوا ہے اور کتنے پست ہو گئے ہیں۔ جمادات یا نباتات یا حیوانوں میں سے کسی کی پوجا کرتے ہیں سورج یا درخت یا گائے کی پوجا کرنے والوں کے بارے میں سنا ہی ہوگا جبکہ پوجا کرنے والے جس کی پوجا کی جارہی ہے اس سے برتر ہیں انسان جمادات اور نباتات اور حیوانوں سے اشرف ہے۔ تمہارے پاس عقل ہے جبکہ گائے وغیرہ کے پاس نہیں ہے۔

شاہ پرستی بشر کے لئے ننگ ہے

اس طرح وہ لوگ جو اپنے جیسے بشر کے لئے خضوع کرنے پر بھی حد سے تجاوز کرتے تم میں اور شاہ میں کیا فرق ہے۔ حمام میں دونوں ہی برہنہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب میت کو غسل دیا جاتا ہے۔ غسال (غسل دینے والا) تم دونوں کو برہنہ کرتے ہیں تو کیا فرق باقی رہ جاتا ہے۔ قبرستان میں تم دونوں ہی زیر خاک ہو جاؤ گے پھر اپنے جسم کے لئے کیوں خضوع کرتے ہو اس لئے کہ جاہل ہو تم دونوں ہی ایک خدا کے بندے ہو مومن کو کوئی چیز کم نہیں کرتی اگر کرتی ہے تو خدا کے لئے پاؤں چیزوں کی خاطر جو خدا کی طرف کے لئے تھی۔

طاؤس یمانی کی ہشام بن عبدالملک کے ساتھ گفتگو

کتاب احیاء العلوم میں نقل ہوا ہے کہ ایک سفر جس میں ہشام بن عبدالملک مروان، حج کے لئے آیا مدینہ جو کہ مرکز صحابہ رسول تھا، وارد ہوتا ہے

پوچھتا ہے کیا اصحاب پیامبر میں سے کوئی باقی بچا ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں پھر
پوچھتا ہے کہ تابعین میں سے کوئی باقی بچا ہے (تابعین اسے کہتے ہیں جس نے
خود پیامبر کو نہیں دیکھا ہو مگر صحابہ پیامبرؐ کو دیکھا ہو) لوگوں نے کہا ہاں طاؤس
یمانی باقی بچے ہیں اور انہیں لایا گیا۔

ہشام بڑے غرور وتکبر سے ایک کرسی پر بیٹھا ہے کہ طاؤس یمانی داخل
ہوتے ہیں بغیر کسی ہچکچاہٹ کے جوتوں کے ساتھ ہشام کی کرسی تک پہنچتے ہیں پھر
جوتوں کو نکال کر بغل میں دباتے ہیں اور سلام کرتے ہیں پھر ایک گوشے میں بیٹھ
جاتے ہیں پھر پوچھتے ہیں ہشام کیا حال ہے؟

ہشام بہت ناراض ہوتا ہے اور پوچھتا ہے کہ "تو نے میری توہین کیوں کی؟"
طاؤس پوچھتے ہیں "میں نے کیا کیا ہے؟" اس سے بڑھ کر اور کیا توہین ہوگی کہ
جوتوں کے ساتھ میری بساط تک آئے اور میرے نزدیک پہنچ کر جوتے اتارے
اور میرے لقب کے ساتھ نہ پکارا نہ کہا کہ 'یا امیر المومنین' کم سے کم میری کنیت
ذکر کرتے، معلوم ہوتا ہے تو مجھے خلیفہ نہیں مانتا؟

طاؤس جواب دیتے ہیں میں پانچ مرتبہ (رب العزت)
رب العالمین کی بارگاہ میں جوتوں کو اتارتا ہوں لیکن پروردگار نے میرا کبھی
مواخذہ نہ کیا اور داخل ہوتے ہوئے تجھے امیر المومنین نہیں کہا اس لئے کہ میں
جھوٹ بولنا نہیں چاہتا تھا۔ کیونکہ سب تجھے امیر المومنین نہیں مانتے اور اس لئے

تیرا نام لیا، کنیت ذکر نہ کی کیونکہ خدا نے پیغمبرانؑ کے نام لئے کنیت کو ذکر نہ کیا۔

یا یحی خذالکتاب بقوة

یا موسیٰ انّی انا اللہ

یا داواد انّا جعلناک خلیفة فی الارض

یا عیسیٰ ابن مریم انت خلقت الناس

ہاں خدا نے کفار کے بارے میں کنیت سے خطاب کیا ہے:

تبّت یدا ابی لھب وتب

ہشام نے پوچھا کہ کیوں میرے برابر بیٹھے؟

طاؤس نے جواب دیا: اپنے مولا امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کا
فرمان سنا ہے کہ:

"اگر تو کسی جہنمی کو دیکھنا چاہتا ہے تو دیکھ ایسے آدمی کو جو بیٹھا ہو اور اس
کے کنارے کوئی دوسرا آدمی کھڑا ہو۔"

تو اس کے ساتھ کیا فرق محسوس کرتا ہے کہ تو بیٹھا رہے اور وہ کھڑا رہے
کیوں اسے نہیں بیٹھنے دیتا تم دونوں کی اصل ایک ہی ہے۔ دونوں ایک مٹی سے
بنائے گئے ہو اور خاک کی طرف پلٹائے جاؤ گے۔ یہی لوگ ہیں جو خدائی دعویٰ
کرتے ہیں۔ لیکن فرعون کی طرح ان کے پاس اسباب نہیں ہے ورنہ یہ لوگ بھی
دعویٰ خدائی کر بیٹھتے اگر جرأت ہوتی۔

بہر حال ہشام خاموش ہو گیا اس وقت کہتا ہے مجھے کوئی نصیحت کرو۔

طاؤسؒ کہتے ہیں اپنے مولاؑ سے سنا ہے کہ وہ یہ فرماتے تھے:

"خداوند نے جہنم میں کچھ سانپوں کو خلق کیا ہے جن میں سے ہر ایک اونٹ کے برابر ہے اور بچھوؤں کو خلق کیا گیا ہے جو قاطر کے برابر ہیں یہ ڈسنے والے جانور اس حاکم بادشاہ کے لئے ہیں جو ظالم ہوں۔"

یہ کہہ کر مجلس سے اٹھ کر باہر چلے جاتے ہیں۔

کچھ لوگوں پر حکومت فی گھر میں

غرض ایک بندہ کی دوسرے بندے کے سامنے خضوع و تذلل اور چند روزہ حکومت وہ بھی بغیر حق کے وہ بھی ایسی حکومت جو آج صدر بنے تو کبھی صدارت سے ہٹا دیا جاتا ہے۔

ضمناً یہ بات ذہن نشین کرلیں یہ کوئی شاہ اور حاکم کے درمیان منحصر نہیں ہے بعض لوگ اپنے شاگردوں یا بیوی کے ساتھ حکمرانی کا رویہ اپناتے ہیں اگر کوئی دسترس حاصل کر لیتے ہیں تو یہ بھی فرعون بن جاتے ہیں یعنی جھوٹے فرعون جو دعوئے خدا کرتے ہیں۔

درس ۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اذا وقعت الواقعہ لیس لوقعتھا کاذبۃ خافضۃ رافعۃ

خداوند کی رحمت رحمانیہ و رحیمیہ

الرحمٰن اور الرحیم یہ دو اسم ہیں اسماء حسنٰی میں سے دونوں اسم شریف خداوند کی بے انتہا رحمتوں کی حکایت کرتے ہیں لیکن دو قسم کی رحمت ہے۔

الرحمن اسم خاص لصفة عامه، والرحيم اسم عام لصفة خاصه)

رحمٰن اسم خاص ہے جو پروردگار کے ساتھ خاص ہے اور کسی اور کے لئے نام رحمٰن صحیح نہیں۔ اگر کسی مخلوق کے لئے رحمٰن کا لفظ استعمال ہو تو ضروری ہے اس سے قبل عبد کے لفظ کا اضافہ کیا جائے، عبدالرحمٰن یعنی اس خدا کا بندہ جو رحمٰن ہے جبکہ رحیم عام ہے خدا کو بھی کہا جاتا ہے اور غیر خدا کو بھی۔

رحمت رحمانیہ خداوند عمومی ہے، زمین سے آسمان تک ملک سے ملکوت، جمادات، نباتات، حیوانات انسان، اور جمیع اجزاء عالم کے وجود کے لئے رحمت رحمانیہ ہے رحمت رحمانیہ کی وجہ سے پودوں کو پیدا کرتا ہے مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے اور ہر موجود کو جو اس کی ضرورت ہے عطا کرتا ہے وہ پودے درخت جو جڑوں کے نیاز مند ہیں ان کے رستے جوڑے ہیں جیسے

اخروٹ کا درخت اور جو درخت جن کے میوے بہت سنگین ہیں جیسے خربوزے اور تربوزے تو وہ زمین پر ہوتے ہیں اور جڑوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر تربوزوں کی جڑیں ہوتی تو کئی جڑیں مل کر بھی اس کے وزن کو برداشت نہ کرسکتی یعنی اور اس کی شاخیں ٹوٹ جاتیں یہ خدا رحمٰن ہے جس نے اس کو اس طرح سے تخلیق کیا اور ہدایت تکوینی عطا کی۔

بعض پودوں میں شعور کا ہونا

بعض پودوں میں شعور کو مشاہدہ کیا گیا ہے اور جب بھی کوپلیں کسی دیوار کی طرف پہنچتی ہیں تو خود بخود مڑ جاتی ہیں جیسے انگور کا درخت جب کوئی دیوار یا لکڑی ہو تو اس کے سہارے اوپر جاتا ہے اور دیوار کے پیچھے جا کر پھیل جاتا ہے۔

بعض درخت جو چھوٹے ہوتے ہیں وہ بڑے درختوں کے نیچے پروان چڑھتے ہیں کیوں کہ انہیں نور آفتاب کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا یہ آفتاب کی سمت مڑ جاتے ہیں تاکہ آفتاب سے روشنی حاصل کرسکیں۔

بلکہ بعض ایسے پودوں کا انکشاف ہوا ہے جو مچھروں اور دوسرے حشرات کو کھاتے ہیں ان کے پتوں میں لیس دار مادّے ہوتے ہیں اور جو حشرات ان کے اوپر بیٹھتے ہیں اسے کھا کر اپنے اندر ہی ہضم کر لیتے ہیں۔ ہم اس طرح کے شعور بہت سے نباتات اور حیوانوں میں دیکھے جا سکتے ہیں اور صرف انسانوں کی حد تک خاص نہیں ہیں۔

پرندوں کو ہوا متوازن رکھتی ہے

غرض جو بھی ضرورت کسی موجود کے لئے لازمی ہوگی وہ رحمتِ رحمانیہ نے عطا کی ہے اور رحمت کی جہت سے مخلوقات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ خداوند متعال قرآن میں فرماتا ہے:

"کیا اپنے اوپر اڑتے پرندوں کو نہیں دیکھتے جو پروں کو مارتے ہیں یا نہیں مارتے کیا انہیں رحمٰن کے علاوہ کوئی تھام رہا ہے۔" پروردگار نے ان کے پروں کو اس طرح سے خلق کیا ہے کہ بظاہر آرام و ساکن ہیں لیکن پھر بھی ہر حال میں حرکت میں ہے اور زمین پر نہیں گرتے اگرچہ ان میں سے بعض کے وزن قابل [illegible] ہیں۔ ہر پرندے کو اس کی ضرورت کے مطابق بال و پر عطا کیا ہے کھلتے اور بند ہوتے ہیں کس طرح سے ایک دوسرے کے ساتھ چپکا دیا گیا ہے۔ ترتیب کے ساتھ آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ رحمت رحمانیہ نے ہر چیز کو اپنے آغوش میں لے رکھا ہے لیکن اس کو دیکھنے کے لئے آنکھوں کی ضرورت ہے اور کوئی ایسی مخلوق نہیں ہے جو غریق رحمت نہ ہو۔

زحمت میں رحمت

انسان اوضاعِ عالم کے نہ جاننے کی وجہ سے اگرچہ اس کی طبیعت کے خلاف کیوں نہ ہو دیکھتا ہے کیونکہ سلامتی کا طالب ہے جب مرض کو دیکھتا ہے، کیونکہ طالب ثروت ہے جب تنگ دستی کو دیکھتا ہے اس کو خدا کی طرف

سے دیکھتا ہے اور دوسری تمام نعمتوں سے جس میں غرق ہے ان سے غافل رہتا
ہے کیونکہ حقیقت میں جاہل یا قرآن کی تعبیر کے مطابق جھول ہے، یہ مبالغہ
ہے جاہل ہونے میں یعنی بہت بڑا نادان ہے وہی سمجھتا ہے جو اس کی ناقص
عقل میں آجائے جبکہ ہماری تنگ دستی بھی نعمت ہے بعض اوقات یہ چھوٹی
چھوٹی بیماریاں بھی عظیم خطرہ کو روکنے کا سبب بن جاتی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ہر
نعمت میں رحمت پوشیدہ ہے۔ جیسا کہ بحارالانوار کی جلد ۱۴ کی روایت میں
بیان ہوا ہے جو کہ تفصیلاً ذکر ہوا ہے ہم یہاں پر اس کا خلاصہ ذکر کرتے ہیں۔

چھوٹی بیماری بڑی بیماریوں کو روکتی ہے

سلمان فارسیؓ، زکام میں گرفتار ہوتے ہیں جس نے سر اور گردن کو اپنی
لپیٹ میں لے رکھا وہ حضرت امیرالمومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو
حضرتؑ ان سے فرماتے ہیں کہ "ہر فرد کے لئے چھ رگیں ہوتی ہیں۔(۱) رگِ
دیوانگی (۲) رگِ گوری (۳) جذام (۴) طاعون (۵) برص (۶) بواسیر۔"

پھر فرمایا:

"جب رگ دیوانگی حرکت میں آجائے یعنی جب بدن میں مقدمات
دیوانگی فراہم ہو جائے تو خدا اس شخص کو زکام میں مبتلاء کردیتا ہے اور زکام سر
کی کثافتوں کو تدریجاً غائب کر کے ایک قسم کے جنون سے محفوظ رکھتا ہے۔ اسی
طرح جب کسی شخص کے لئے اندھا ہونے کا اندیشہ ہو تو خداوند اسے جسم کے

درد میں مبتلا کر کے اسے اندھا ہونے سے محفوظ رکھتا ہے۔ جبکہ کوڑھ سے ناک
کے بال بچاتے ہیں اسی وجہ سے قینچی کے ذریعہ سے ان بالوں کو کاٹنا چاہئے
اور اکھاڑنے سے گریز کرنا چاہئے جبکہ طاعون سے بچاؤ کے لئے پروردگار
کھانسی میں مبتلا کردیتا ہے تاکہ انسان طاعون کے خطرات کی بیماری سے محفوظ
رہے۔ اسی طرح برص سے بچاؤ کے لئے (برص وہ مرض جس میں کھال کا
رنگ دگرگوں ہو کر خراب ہو جاتا ہے) خدا اسے پھوڑے اور پھنسی میں مبتلا
کردیتا ہے تاکہ فاسد خون ضائع ہو جائے اور فاسد خون کا اثر ختم ہو جائے۔
اور بواسیر سے بچنے کے لئے پروردگار پاؤں کے موچ میں مبتلا کردیتا ہے تاکہ
بواسیر سے بچا جائے اور پاؤں کے ذریعے بخار باہر نکل جائے۔ اگرچہ انسان
سرد ہوا میں ناراحت ہو جاتا اور صحیح راستہ نہیں چل سکتا ہے لیکن پھر بھی یہ نعمت
ہے کیونکہ کم شر، خیر کثیر کے مقابلے جو کہ کثیر شر سے محفوظ رکھتا ہو بہت بڑی
نعمت ہے۔ یہ حدیث وجودِ عالم کی مصلحت اور رحمتِ رحمانیہ پروردگار کا ایک
نمونہ ہے اور ہمارے لئے بہت ہے کہ منفی نہ رکھیں اور عدمی جہات کو ملحوظ نہ
رکھیں بلکہ جان لیں کہ جو مواقعہ بھی پیش آجائے رحمت ہی رحمت ہے اور اس
کی حکمت کی وجہ سے ہے۔ اگرچہ اس کا ظاہر خوش نہ ہو لیکن اس کا بعد اس کے
ساتھ ہی خیر ہوتا ہے جو بھی خدا کی رحمت و حکمت کو پہچان گیا اس کے لئے
مقام تسلیم و رضا تک پہنچنے میں آسانی ہے۔

سمجھ دار باپ اور نادان ماں

اس کو واضح کرنے کے لئے ہم مثال کا سہارا لیتے ہیں مثلاً کوئی بچہ جو
کہ مریض ہو اور طبیب نے حجامت کو تجویز کیا ہو اس کی ماں جو کہ بچہ کو بہت
دوست رکھتی ہے لیکن نادان ہے کہتی ہے میرے بچے کو تکلیف ہوگی اور حجام
کے بلیڈ سے اذیت اٹھائے گا میں حجامت نہ کرنے دوں گی۔ لیکن باپ جو کہ
سمجھ دار ہے بچہ کو لیتا ہے اور ماں کے اعتراض کو سُنے بغیر حجام کے پاس لے جا
کر حجامت کرواتا ہے۔ باپ مہربان ہے اور سمجھ دار جبکہ ماں مہربان ہے، لیکن
نادان اور مہربانی اور دوستی کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کو حجام کے پاس لے جا کر
حجامت کروائے اگر بچہ کو تکلیف ہو۔ کوئی چھوٹی برائی، بڑی سے بہتر ہے اور
عاقل اسی کو اختیار کرتا ہے۔

درس ۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اذا وقعت الواقعه لیس لوقعتها کاذبة خافضة رافعة

حیوانات دنیا میں ہی خوش ہیں

بعض رحمتِ رحمانیہ کے مسئلہ میں سوال کرتے ہیں کیا خدا قادر نہیں
ہے کہ مجھے بیشتر آسائش و آرام میں رکھے جیسے اکثر حیوانات انسان سے بہتر
ہیں اور جتنی ان کی عمر ہوتی چھ ماہ سے ہزار سال کی زندگی میں مرض میں مبتلا
نہیں ہوتے۔ اگر ہوتے ہیں تو بہت کم اور دواؤں کا استعمال بھی کرتے ہیں
جو ان کو بطور الہام بتایا گیا ہے اور جڑی بوٹیوں پودوں کو کھا کر صحت مند ہو
جاتے ہیں۔ مثلاً افعی (ایک قسم کا زہریلا سانپ) اس کے بارے میں لکھتے
ہیں اپنی ہزار سال کی زندگی پوری کرنے کے بعد اندھا ہو جاتا ہے اور اس کی
دوا سونف کا پودہ ہے جس کو آنکھوں پر ملتا ہے اس وجہ سے اپنی بل سے باہر
آ کر میلوں رینگتا ہوا صحرا میں گھومتا ہے تاکہ سونف کے پودے کو حاصل کر سکے
اور اس سے اپنی آنکھوں کا علاج کر سکے، یا مثلاً بلی کو جب دل کا درد ہو تو وہ
پشت نام کی گھاس کو اپنی دوا بناتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حیوانات کو بیماری کم لگتی
ہے اور دوا بھی معلوم ہے اور اسے الہامِ الٰہی کی وجہ سے استعمال کرتے ہیں اور

صحت مند ہو جاتے ہیں ۔ ایک دلچسپ گفتگو علامہ دمیری نے (حیواۃ الحیوان) حیاتِ حیوان کتاب میں ذکر کیا ہے کہ

انسان جن بیماریوں میں گرفتار ہوتا ہے ان بیماریوں کی تعداد طب قدیم میں چار ہزار تک شمار کی گئی ہے۔ ہر بیماری پُر زحمت اور کتنی طویل ہے کہ کب صحیح ہو کتنا لمبا عرصہ لیتی ہے ٹھیک ہونے میں وہ بھی کب جب طبیب کے پاس بیماری کی تشخیص کرنے کے بعد دوا کا استعمال کریں اور بہت سے تکلیف اٹھائیں۔

جڑی بوٹیوں کی حکمت تک رسائی بیماری کی برکت سے

اس بات کا جواب یہ ہے کہ انسان کو حیوانوں کے ساتھ قیاس نہیں کرنا چاہئے کیونکہ حیوانوں کا دنیا ہی گھر ہے اور انہیں اسی دنیا میں خوش رہنا چاہئے الدنیا دار لمن لا دار له "دنیا اس کا گھر ہے جس کے لئے آخرت میں کوئی گھر نہ ہو۔" اور دعائے ابوحمزہ میں بھی یہی ملتا (ارحم فی هذه الدنیا غوبتی) دنیا مومن کے لئے دار الغربت ہے وطن نہیں ہے۔

ترا ز کنگرهٔ عرش می زنند صفیر

درا نمت که در این را مگه چه ا فتاده است

چند روز حیوانی خصلتوں کے اور دیگر مصلحتوں کی وجہ سے ناچار ہے کہ اسی آب وخاک میں رہے یہ دنیا پل کو عبور کرنے کے مانند ہے اس وجہ سے

خوشی کی توقع نہیں کرنا چاہئے۔ ہاں بیماری کی وجہ سے اور علاج کی فکر میں کیونکہ ہر بشر چشم ہے عالم وجودی کا اسے چاہئے کہ آثار قدر وحکمت خدا کو دیکھے اور پہنچانے کہ پروردگار کی تخلیق کو جس نے جڑی بوٹیوں اور دیگر اشیاء میں ایسی خواص رکھی ہیں جو انسان کے لئے خلق ہوئی ہیں۔ اور ہر جڑی بوٹی کے آثار مخصوص ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ جب وہ بیمار ہو تو جڑی بوٹیوں پر تحقیق کرے، مثلاً دل کے فشار میں مثلاً گلِ گاؤزبان پر تحقیق کرے۔

ہزاروں سال سے انسان مختلف جڑی بوٹیوں پر تحقیقات کرتا آرہا ہے اور ہر روز کوئی نیا مطلب وہ تحقیق کر لیتا ہے چند روز پہلے اخباروں نے لکھا۔ جوانی کی دوا چین کے پہاڑوں میں کشف کی گئی ہے جس کے بارے میں پہلے ہی سے شیخ الرئیس بوعلی سینا نے اس کے بارے میں اشارہ فرمایا ہے۔

اگر بیماری نہ ہوتی تو گیاہ شناسی (جڑی بوٹیوں کا علم) اور اس کی تشریح میں کیا دلچسپی رہ جاتی وہ شخص جس نے اِن علوم کو نہ پہچانا وہ خداشناسی میں دانا نہ ہوگا پس یہ بیماریاں خود سبب اور باعث برکت ہیں۔ اشیاء کی حقائق کو سمجھنے میں اور ان اشیاء کی حقیقتوں کے جاننے کی وجہ سے خداشناسی بھی بڑھتی ہے۔ البتہ ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں جو درد کو تحمل کرتے ہیں زحمتوں کو برداشت کرتے ہیں لیکن پھر بھی کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ یہ ہماری خود کی کوتاہی ہے۔

تزکیہ نفس، بیماری کی بڑی حکمت

اُن جملہ مصلحتوں اور حکمتوں میں سے جو بیماری کے سلسلے میں انسان کو پیش آتی ہیں انسان کا تزکیۂ نفس کرنا ہے کیونکہ اگر مرض و بیماری نہ ہو تو روح پاک نہیں ہوسکتی۔

ایک روایت جو کہ رسولِ خداؐ سے پہنچی ہے اس میں آپؐ فرماتے ہیں کہ ''اگر کسی کو ایک رات بخار ہو تو گویا یہ ایک سال کی عبادت کے برابر ہے اور ایک سال کی عبادت کا ثواب اس کو ملے گا۔'' یعنی وہ خاصیت جو کہ ایک سال کی عبادت انسان کی روح کو صاف کرتی ہے وہ ایک رات کا بخار بھی روح کے ساتھ اسی طرح کا کام انجام دیتا ہے اور تمہاری دل کو دنیا سے ہٹا دیتا ہے۔ ناخوش آدمی میں حسد، کینہ، حرص کم ہوتا ہے۔ کیا تم نے تجربہ کیا ہے دنیا کسی حال میں بھی ہو لیکن بیمار دُعا کرتا ہے کہ پروردگار مجھے شفا دے تاکہ اس بیماری والے بستر سے اُٹھ سکوں آگ لگے مالِ دنیا کو۔

دیکھو عافیت کی قدر مریض جانتا ہے اور نعمت شناس ہو جاتا ہے بہت دنوں تک کمر میں درد ہو تو اٹھنے بیٹھنے سے مجبور ہو جاتا ہے۔ خوش حال وہ ہے جو سالم ہو اگرچہ غربت ہی کیوں نہ ہو کہ سوکھی روٹی کھائے۔

لیکن جب صحت مند ہوتا ہے تو لمبی لمبی آرزوئیں کرتا ہے اس کا گھر اس کے لئے چھوٹا اور ناچیز نظر آتا ہے پھر وہ پارک اور باغیچہ کی آرزوئیں

کرنے لگتا ہے۔ روایات میں بتایا گیا ہے کہ جب کبھی کسی مریض کی عیادت کو جاؤ تو اس سے چاہو کہ وہ تمہارے لئے دعا کرے اس کی دعا مستجاب ہوتی ہے۔ کیونکہ بیماری کی حالت میں دنیا سے بہت دل برداشتہ ہو جاتا ہے اور خدا اور آخرت کی طرف مائل ہو جاتا ہے جتنی آرزوئیں کمتر ہوں گی خدا سے اتنا ہی نزدیک ہوگا۔ مریض کا دل رقیق ہے اس میں رقتِ قلب ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے روایت میں ملتا ہے کہ اپنے سر کو مریض کے سر پر نہ رکھیں۔ جب بھی حضرت امیر المومنین علی ابنِ ابی طالب جب کبھی بغیر جوتوں کے دیکھے گئے تو مریض کی عیادت کر رہے ہوتے تھے اور فرماتے تھے اس جگہ جا رہا ہوں جہاں پر خدا کی رحمت کا نزول ہو رہا ہے اور جس جگہ مریض ہے اس جگہ نزولِ رحمت ہے۔

اس بناء پر مرض و بیماری ظاہر اعتبار سے شرو ناراحتی ہے لیکن دقتِ باطنی کے لحاظ سے باطنی امراض کا علاج ہے اور باطنیہ درد و تکلیف کی دوا ہے۔

فقر، بیماری اور موت سرکشوں کو رام کرتی ہیں

حضرت رسول خداؐ سے حدیث شریف نقل ہوئی ہے جو کہ فرماتے ہیں: تین چیز اگر بنی آدم میں نہ ہوتی کسی لمحے وہ اپنا سر نیچے نہ کرتے وہ تنگ دستی، بیماری اور موت ہیں۔ یہ تین چیزیں بشر کو خاضع کرتی ہیں انہیں آخرت کی یاد دلاتی ہیں کیونکہ بعض اوقات جو بہت بے باک ہیں اور سرکشی کرتے

ہیں اپنی مال و دولت کی وجہ سے لیکن جیسے ہی مریض ہوتے ہیں یا فقیر ہوتے
ہیں، صحیح راستے پر آجاتے ہیں یہی لوگ اگر ان کے مال واسباب زیادہ ہو
جاتے اور صحتمند رہتے تو ان کی سرکشی بھی زیادہ ہو جاتی۔

لیکن ایسا نہیں ہے کہ انسان فقر و بیماری کو طلب کرے بلکہ بے نیازی
کو خدا سے طلب کرے کہ اگر خدا نے اصلاح دیکھی کہ بیماری ہو تو اسے اسی پر
شاکر رہنا چاہئے۔ اگر وہ دیکھے تہی دست ہونا بہتر ہے تو اس پر شکر کرے۔ اسی
طرح کہ فقر، نعمت ہے کیونکہ اس سے خدا کی طرف توجہ زیادہ ہو جاتی ہے اگر
فقر و تنگ دستی ہو اور انسان خدا کی طرف مائل ہو تو معلوم ہو جاتا ہے کہ لطف
خدا اس کے شامل حال ہے۔

خدا ہماری ناشکری کو حساب میں نہیں لاتا

ہم دیکھتے ہیں کہ پروردگار ہم پر لطف کرتا ہے۔ ہم سر سے پاؤں
تک غرقِ نعمت ہیں اور اس کے احسان میں غرق ہیں، صحت و تندرستی و بیماری،
بے نیازی و فقر و فاقہ آزادی اور گرفتاری وغیرہ میں اُس وقت ہم سمجھتے ہیں کہ
کتنے ناشکرے ہیں۔ نعمتِ خداوندی کو نہیں دیکھتے تھے اور خدا نے کس قدر ہم
سے نیکی کی اور ہم نے اس کی نعمتوں کا کس طرح کفران کیا "انت المحسن
و نحن المسیؤن" اگر کسی نے کسی دوسرے انسان پر احسان کیا ہو اور دوسرا
انسان نہ مانے تو ہم اس نمک حرامی پر غصہ کریں گے۔ درحالیکہ ہماری

صورت خدا کے سامنے ایسی ہی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ خدا نے ہمیں کچھ نہ دیا ہو
(نعوذ باللہ) حالانکہ ہم کفرانِ نعمت کرنے والے ہیں۔

خدا کا رحم و کرم ایک مست جوان پر

تفسیر منہج الصادقین میں ایک لطیف داستان ذوالنون مصری سے نقل
ہوئی ہے کہتے ہیں کہ میرے دل میں ایک روز خیال آیا کہ دریائے نیل کے
کنارے جاؤں۔ میں گھر سے باہر آیا اس وقت میں نے دیکھا کہ ایک بچھو
تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ میں نے دل میں سوچا کہ کوئی حکم ملا ہوگا۔ اس کا
پیچھا کرتا گیا یہاں تک یہ دریا نیل کے کنارے پہنچا اور پانی کے کنارے تک
آیا۔ ایک مینڈک نے اپنے کو پانی سے کنارے تک پہنچایا اور اپنی پیٹھ کو پانی
کے کنارے کی طرف کر دیا۔ اب بچھو مینڈک کے اوپر سوار ہو گیا اور پھر
مینڈک دریائے نیل کی سمت جانے لگا۔ میں نے دیکھا اور سمجھ گیا کہ کوئی
عجیب چکر ہے میں بھی کشتی پر سوار ہو کر دریا کے اس پار پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا
کہ مینڈک دوسرے کنارے پر آکر رک جاتا ہے تا کہ بچھو اُتر سکے۔ بچھو اُتر
کر تیزی سے حرکت کرتا ہے اور ایک جوان کی طرف پہنچتا ہے جو درخت کے
نیچے ہے جس کے سینے پر ایک بڑا سانپ بیٹھا ہے اور چاہتا ہے کہ اپنا سر جوان
جو کہ مست ہے اسی کے پاس لے جائے (عقرب) بچھو نے خود کو سانپ کی
گردن کے پاس پہنچایا اور اس کی گردن میں ڈنک مارا۔ اس بچھو میں اتنا زہر

تھا کہ سانپ جو کہ خود زہر سے بھرا ہوتا ہے مر گیا بچھو دوبارہ اپنی جگہ پر واپس آ گیا۔

میں نے پاؤں سے جوان مست کو مارا اور کہا کہ تجھ پر وائے ہو اٹھ اور دیکھ تو نے کیا کیا اور خدا نے تیرے ساتھ کیا کیا......!! میں نے اس کے سامنے تمام ماجرے کو بیان کیا اور مرے ہوئے سانپ کو دکھایا جوان یکدم پلٹ گیا اور ذوالنون کے پاؤں پر گر گیا۔

اتک تدعونی فاوتی عندک و تتعجب التی والتبعض منک دعائے افتتاح میں کہتے ہیں کہ پروردگار تو مجھے پکارتا ہے لیکن میں منہ پھیر لیتا ہوں تو مجھ سے محبت کرتا ہے لیکن میں تجھ سے دشمنی کرتا ہوں۔ تو نعمتیں دیتا ہے لیکن میں نہیں لیتا ہوں۔ فلا اقبل منک

درس ۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اذا وقعت الواقعه لیس لوقعتها کاذبة خافضة رافعة

رحمتِ رحیمیہ مومنین کے ساتھ خاص ہے

الرحیم اسم عام لصفة خاصه رحیم اگرچہ رحمٰن کی مانند اسمِ خاص نہیں ہے، غیرِ خدا کے لئے بھی رحیم استعمال کیا جاتا ہے لیکن رحمت ہونے کے اعتبار سے فقط مومنین کے لئے خاص ہے اور اپنی رحمت سے پروردگار اسے نوازے گا جو اہلِ ایمان ہو یعنی جس نے ہدایت کو قبول کیا ہو۔

اگرچہ ایک اعتبار سے رحمٰن سے عام ہے کیونکہ رحمتِ رحمانیت نے تمام موجودات کو اپنے حصار میں لے رکھا ہے اور رحمتِ رحیمیت نے فقط بعض انسانوں (اہلِ یمان) کو شامل حال کیا ہے لیکن کیفیت کے اعتبار سے صفتِ رحمٰن سے بڑھ کر ہے یعنی رحمتِ رحمانیت، صفت رحیمیت کے مقابلے میں بہت مختصر ہے کیونکہ دنیا اور جو کچھ اس دنیا میں ہے آخرت کی نعمتوں کے مقابلے میں قطرہ ہے دریا کے مقابلے۔ (آخرت مین جو کچھ انعام ہے وہ سب رحمیت ہے)

روایت کی تعبیر میں اس طرح آیا ہے کہ خدا تعالیٰ سو 100 شعبے رکھتا ہے (ایک حصہ 100/1) سو میں سے ایک اس دنیا میں ظاہر ہوا ہے اور 99 ننانوے شعبے اس ایک شعبہ کے ہمراہ آخرت میں ظاہر ہوں گے۔

وہ رحمانیت جس نے تمام دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے ایک فیصد سے بھی کم ہے اس لطف کے مقابلے میں جو آخرت میں ہوگی۔ روایت کے مطابق رحمانیہ کا ایک فیصد اس دنیا میں جس میں پروردگار نے ماں کو عطا کیا جسے اور دوسرے جانوروں کی ماں کو عطا کیا ہے۔ مائیں اپنی اولادوں سے کس قدر محبت رکھتی ہیں یہ ایک رشتہ ہے جو کہ پروردگار نے اپنی رحمانیہ سے مسخر کیا ہے کہ ماں حاضر ہے اپنی جان بچے پر فدا کرنے کے لئے۔ حاضر ہے کہ خود نہ سوئے بچے کو سلائے بدخوابی اور رنج اٹھا کر بچے کو پروان چڑھائے۔

البتہ ماؤں کے لئے بھی خیر و رحمت ہے اس رحمتوں کے مقابلے میں جو بچے کے لئے اٹھاتی ہیں وہ گناہوں سے پاک ہو جاتی ہیں اور یہ بدعمالیوں کا کفارہ بن جاتے ہیں اور ہر روز کی بے خوابی جو بچے کی وجہ سے ہوتی ہے تو اس کے ثواب عبادت کرنے والوں میں شمار ہوتا ہے۔ ہمیں اسی تشبیہ سے رحمت و رحیمہ کا اندازہ لگا کر رحیمہ حق کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔

رحمتِ رحیمیہ صرف مومنین کے کام آئے گی

یہاں پر ایک لفظ کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ اگرچہ رحمتِ رحمانیہ نے سب اشیاء کو اپنے گرد لپیٹ رکھا ہے اس کے باوجود اگر اس سے اس وقت استفادہ نہیں کیا جاسکتا جب تک رحمتِ رحمانیہ، رحمت رحیمیہ کے ساتھ تکمیل نہ ہو جائے۔

قرآن مجید اس ضمن میں ارشاد فرماتا ہے میری رحمت نے ہر شئی پر محیط ہے پس اور اس کو میں لکھتا ہوں اور واجب قرار دیتا ہوں ان لوگوں کے لئے جو پرہیزگار

ہیں اور زکات دیتے ہیں۔

اگر رحمتِ رحمانیہ نے ہر شئے کو تشکیل کیا لیکن اس رحمت کا صحیح معنوں میں استفادہ روزِ آخرت مومنین ہی کر سکتے ہیں ورگرنہ کفار اور مشرکین نے رحمتِ رحمانیت سے سوئے استفادہ کرتے ہوئے غضب خدا کا اپنے لئے انتخاب کیا اور انہوں نے خدا کے عذاب کو اپنے لئے خریدا ہے۔ رحمتِ رحمانیہ حقیقت میں کافروں کے لئے قہر ہے نہ کہ رحمت۔ یعنی ان کفار و مشرکین نے رحمت رحمانیہ کو خود اپنے لئے خراب کر لیا ہے اور اپنے لئے آگ کو خرید لیا ہے۔

رحمت کے نمونے مومنین لئے

رحمتِ رحمیہ جو مومنین کے لئے ہیں ان کی بہت سے قسمیں ہیں جو کہ قابل شمار اور لامتناہی ہیں۔ ہم بعض کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

روایت سے استفادہ ہوتا ہے کہ اگر مومن صرف عبادت کی نیت کرے تو اس کے لئے ایک ثواب ثبت ہوتا ہے اور اگر اپنی نیت کو عملی جامہ پہنائے تو دس ثواب لکھے جاتے ہیں اور اگر (خدانخواستہ) گناہ کی نیت کرے تو گناہ کو شمار نہیں کرتا اور ایک عذاب نہیں لکھتا جب تک کہ گناہ کا ارتکاب نہ کرے اور اگر (خدانخواستہ) گناہ کا مرتکب ہو جائے تو ایک ہی عذاب ہوگا جو اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔ وائے ہو اس شخص پر جس کے گناہ اس کی نیکیوں کو کھا جائیں گناہ کرے تو ایک عذاب اور ثواب کرے تو بھی اس کے باوجود بھی اس کی نیکیاں گناہوں سے کم ہوں۔

توبہ رحمتِ حق کے دروازوں میں ایک دروازہ ہے

رحمتِ رحیمیہ میں ایک عظیم رحمت توبہ ہے جو کہ اہلِ ایمان کے لئے ہے کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جو قابل توبہ نہ ہو شرک اور کفر سے برتر کوئی گناہ نہیں لیکن توبہ کرے تو اس کی بھی قبول کرلی جائے گی معلوم رہے کہ کفر اور شرک سے توبہ کرنے کا مطلب ایمان بہ خدا اور ایمان بہ رسول ہے اور آخرت پر ایمان ہے اس بناء پر یہ کہنا کہ توبہ اہل ایمان کی خاصیت میں سے ہے صحیح ہے۔ مومن ہوتا کہ گناہ کو یا اس کی سرکشی کو بخشا جائے۔

البتہ توبہ موت سے پہلے فائدہ پہنچا سکتی ہے اس صورت میں جب زندہ بچ جانے کی امید ہو لیکن جب یہ سمجھ لے کے مرجائے گا تو توبہ کا فائدہ نہیں ہے کیونکہ توبہ نام ہے گزشتہ پر پشیمان ہونے کا اور ارادہ کرنے کا کہ آئندہ اس طرح نہ کرونگا۔ وہ شخص جو کہ دیکھتا ہے کہ مرجائے گا اس کا انجام کیا ہوگا کہ وہ ارادہ کرے کہ آئندہ گناہ نہ کرونگا اور اس کا جبران کرونگا جس طرح کہ نص قرآنی ہے کہ توبہ ہنگام مرگ بے فائدہ ہے۔

کسی گناہ سے توبہ کرنا اسی گناہ کے اعتبار سے ہے، توبہ کرنا کہ آئندہ واجبات کو ترک نہ کروں گا کا مطلب واجبات کو انجام دینا اور گذشتہ کی قضا ہے اسی طرح توبہ کرنا کہ محرمات کو انجام نہ دوں گا کا مطلب ان محرمات کو ترک کرنا ہے ان گذشتہ کا کفارہ ہے اور کفارہ ہو تو اس شرح کے اعتبار سے جو کتاب گناہِ کبیرہ کے آخر میں دیا گیا ہے۔

اور وہ شخص جو مرتے وقت اور اپنے گناہوں کے آثار کو دیکھ کر توبہ کرے یہ نہیں ہے کیونکہ توبہ مخالفتِ خدا سے پشیمان ہونے کا نام ہے عذاب کو دیکھ کر پشیمان

ہونے کا نام توبہ نہیں ہے۔

کوئی عذر کسی کے لئے بھی باقی نہ بچا

حضرت امام زین العابدین دعائے توبہ میں صحیفہ سجادیہ میں عرض کرتے ہیں کہ پروردگار تو نے اپنے رحمتوں میں سے ایک در ہمارے لئے کھول دیا ہے اور اس کا نام توبہ رکھا اور سب کو پکارا کہ دوبارہ لوٹ آؤ اصلاح کرنے والے لوٹ آئے اب کیا عذر باقی رہ جاتا ہے کسی لئے کہ اس دروازے میں داخل نہ ہو اس کے کھلے رہنے کے باوجود فللہ الحجۃ البالغۃ کہ اللہ کے لئے حجت اور دلیل ایسا ہے اور کوئی بھی اللہ پر حجت نہیں رکھتا اگر کوئی کہے کہ شہوت میرے اوپر غالب آگئی تھی اور نفس نے مجھے ابھارا کہ گناہ کروں اس کو جواب دیا جائے گا کہ کیا توبہ کا دروازہ کھلا ہوا نہ تھا؟ کیوں واپس نہ آئے تا کہ خدا کی رحمت تمہارے گناہ کو پاک کر لیتی۔

گناہ کا نیکی میں بدل جانا

ایک اور نمونہ جو رحمتِ رحیمیہ کا خدا کی طرف سے ہے وہ یہ ہے کہ توبہ کرنے کی وجہ سے گناہ نیکی میں بدل جاتے ہیں۔

جیسا کہ قرآن مجید صریحاً اس شخص کے بارے میں جو حقیقی توبہ کرے اور سچے دل سے نالہ وفریاد کے ساتھ اپنی کثافتوں کو دھوڈالے اس کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ اس کے نہ صرف گناہ پاک ہو جاتے ہیں بلکہ اس کی جگہ پر نیکی لکھ دی جاتی ہے اس کے لئے رحمت کے علاوہ کیا تعبیر استعمال کی جاسکتی ہے؟......!!

شیطان کی کوشش کہ مومن توبہ نہ کرے

تفسیر مجمع البیان اور دوسری تفسیر میں آیت شریف پر کہ " بے شک تمہارے پروردگار نے اُن لوگوں کے لئے جنھوں نے برائی کی جہالت کی وجہ سے پھر توبہ کرلی اس برائی کرنے کے بعد پھراپنی اصلاح کرلی۔" کے ضمن میں حدیث نقل کی ہے کہ:

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد شیطان نے سرزمین مکہ میں آواز لگائی اور اپنی اولادوں کو ...... جو اس کے اطراف میں جمع ہو گئے انھوں نے دیکھا کہ شیطان بزرگ پریشان ہے انہوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے کیوں پریشان ہو تو اس شیطانِ بزرگ نے جواب دیا کہ ایک آیت نازل ہوئی ہے کہ گناہ بخش دیئے جائیں گے اگر چہ زیادہ ہی کیوں نہ ہوں اور وہ شرائط جو کہ پہلے والی امتوں کے لئے تھیں توبہ کے ضمن میں اُن شرائط کو اُٹھا لیا گیا ہے۔ ہم جتنی زحمتیں کرلیں مومن کی توبہ کرنے سے باطل ہو جائیں گی اور وہ گناہ جس کا ہماری وجہ سے مرتکب ہوا تھا پاک ہو جائیں گے۔ میں نے اس لئے تمہیں بلایا ہے کہ کوئی ترکیب سوچو کہ کیا کریں؟

شیطان میں سے ہر ایک نے کچھ نہ کچھ کہا لیکن ایک شیطان جن کا روایت نے (اخناس) نام بتایا ہے اس نے کہا کہ ایسا کریں کہ مومن توبہ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے اس کی رائے کو پسند کیا گیا اور سب نے عہد کیا کہ مؤمن کو توبہ کرنے سے محروم رکھیں گے۔

شیطان کا کام یہ ہے کہ جب مومن توبہ کرنا چاہے اسے توبہ کرنے سے منحرف کر دیں کہ تو ابھی جوان ہے تندرست ہے اور ابھی توبہ کے لئے بہت وقت پڑا ہے۔ اس وسوسہ شیطانی کے لئے یہی چارہ ہے کہ تم اپنے آپ سے کہو کہ مجھے خبر نہیں کہ کب مرجاؤں اور اگر توبہ نہ کروں گناہ در گناہ میرے اتنے بڑھ جائیں کہ ایمان ہی

ختم نہ ہو جائے۔ اور اس وقت میرے لئے نجات کی کوئی صورت نہ ہو اس وجہ سے قرآن کے حکم کی اطاعت کرکہ: جلدی کرو اسبابِ مغفرت کی طرف (جو کہ توبہ ہے) کہ توبہ کرنے کی طرف جلدی کرو۔

وقت توبہ دل زبان کی ترجمانی کرے

وہ چیزیں جو توبہ میں اہم ہیں بندہ مومن کا مصمم ارادہ گناہ نہ کرنے کا اور اس مومن کا اپنے کیئے پر پشیمان ہونا سچ میں اگر وہ اپنے کیئے پر پشیمان ہے تو دل کے ساتھ اپنے رب سے بخشش طلب کرے (استغفر اللہ ربی واتوب الیہ) فقط زبان سے "بغیر ہنی پر شرمندہ ہوئے اور ترک گناہ کا ارادہ کیئے بغیر توبہ کر لینا کافی نہیں ہے اس وجہ سے اوّلاً خدا سے چاہے کہ پروردگار اسے توبہ کی توفیق عنایت فرمائے اور وہ مدد کرے توبہ کرنے میں۔

درس ۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اذاوقعت الواقعه لیس لوقعتها کاذبة خافضة رافعة

آثار کے اعتبار سے قیامت کے مختلف نام

خداوند کریم نے قرآن مجید میں قیامت کے مختلف نام بیان فرمائیں جو کہ ۷۰ (ستر) سے زیادہ ہیں قیامت ایک بہت عظیم دن ہے جو کہ اپنے عظیم آثار واعتبار سے اس کے نام بھی مختلف ہیں اور اس کے ناموں میں سے کچھ امیر المومنینؑ نے مسجد کوفہ میں مناجات کے ضمن میں نماز کے بعد بیان کئے ہیں۔ مفاتیح الجنان میں بھی یہ دعا مذکور ہے اگر دعا کے لئے فرصت ہے تو توجہ کے ساتھ پڑھے۔

قیامت کے ناموں میں سے آزفہ اور قارعہ اور یہاں الواقعہ ہے۔

واقعہ کیا ہے؟

کوئی بھی اہم امر جو کہ عالم میں اس طرح رونما ہو جس کی وجہ سے انقلاب اور بڑی اہم تبدیلیاں واقع ہو جائیں تو اسے واقعہ سے تعبیر کیا جاتا ہے مثال کے طور پر روزِ عاشور جس میں وحشتناک وغمناک قصہ عمل میں آیا جس کو واقعۂ کربلاء کہا جاتا ہے۔ کوئی دن بھی قیامت کے دن کی طرح نہیں ہے تمام

انقلاب ودنیا مل کر ایک طرف اور واقعۂ قیامت دوسری طرف پھر بھی دنیاوی انقلاب کوئی اہمیت نہیں رکھتے قیامت کے مقابلے میں۔ زلزلۂ قیامت پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دیگا۔ قیامت کا زلزلہ ہے دنیا کا نہیں۔ قیامت میں خورشید لیٹ جائے گا اور تباہ ہو جائے گا، ستارے لوٹ جائیں گے اسے صرف سورج گہن سے مقابلہ نہیں کرنا چاہئے۔

قیامت واقع ہو گئی ہے

وہ نکتہ جو قیامت سے مربوط آیتوں میں مشاہدہ ہوتا ہے وہ قیامت کے برپا ہونے کو ماضی میں استعمال کرنا ہے جبکہ قیامت (زمانے مستقبل میں برپا ہوگی) ابھی واقع نہیں ہوئی ہے بلکہ قرآن اسے ایک طے شدہ واقعہ حساب کر رہا ہے اذا وقعت الواقعه اس وقت قیامت واقع ہوگئی۔ یہ اصطلاح قرانی عرب کے استعمال کے مطابق ہے اسی طرح دیگر مختلف زبانوں میں استعمال کیا جاتا ہے وہ بات کہ جس کے وقوع میں کسی قسم کا شک وتردد نہ پایا جائے اسے واقع ہوا تصور کرتے ہیں کیونکہ مضارع محقق الوقوع ماضی کے حکم میں ہے۔

قیامت آنے والی ہے آئندہ زمانے میں لیکن اس کے وقوع میں کسی قسم کے شک وشبہ ہونے کی وجہ سے اس طرح شمار کیا گیا ہے جیسے کہ واقع ہوگئی ہے اس بات کو سمجھنے کے لئے زیر کی مثالوں پر توجہ کریں۔

اگر چند فرسخ سیلاب آ چکا ہو اور شہر میں داخل ہونے والا ہو در اصل شہر جو کہ اس خبر سے واقف ہو گئے ہوں تو ایک دوسرے کو خبر دیتے وقت کہیں گے کہ سیلاب آ گیا اور شہر کو پانی بہالے گیا کیونکہ یہ مسلم اور قطعی بات ہے لہٰذا 'آ گیا' اور 'بہالے گیا' کہ لفظ جو کہ زمانہ ماضی کا ہے استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ ابھی تک سیلاب آیا نہیں ہے اور یہ کسی کو بہا کر نہیں لے گیا لیکن مسلم الثبوت ہونے کی وجہ سے ماضی استعمال ہوئے قیامت بھی اہلِ دل کے لئے قطعی اور یقینی ہے جسے واقعہ شدہ حساب کرتے ہیں۔

ان خطوط میں جس میں امام حسینؑ نے بنی ہاشم کو تحریر فرمائے لکھے ہیں (اما بعد فان الدنیا کانها لم تکن والآخرة کانها لم تزل) دنیا ایسے ہے جیسے کہ نہیں تھی اور آخرت ایسے ہے جیسے کہ ہمیشہ سے ہے اور زائل ہونے والی نہیں۔ اذا وقعت الواقعه اس وقت قیامت برپا ہوئی۔

قیامت کے وقوع میں جھوٹ نہیں ہے

لیس لوقعتها کاذبه، قیامت کے واقع ہونے میں جھوٹ نہیں ہے

کاذبه، فاعله کے وزن پر ہے جو مصدر کے معنی یعنی کذب (جھوٹے) کے معنی میں استعمال ہوا ہے قیامت کے حقیقت ہونے میں قرآنی خبر کے علاوہ عقل بھی یہی حکم کرتی ہے کہ قیامت واقع ہوگی اس لئے کہ عاقل سمجھتا ہے کہ یہ عظیم دنیا پلٹنے والی ہے کیونکہ اگر حیات بشر کو اسی عالم میں منحصر کردیں تو یہ

حکمت و مصلحت کے خلاف ہے اور لغو اور بیہودہ ہے دوسرے الفاظ میں بہت ہی برا ہے کہ ہم زندگی کو اسی عالم میں منحصر کردیں حالانکہ ہم دیکھتے ہیں عالم وجود کے زرّہ زرّہ میں مصلحت موجود ہے انبیاء نے حضرت آدمؑ سے حضرت خاتم انبیا حضرت محمدؐ تک سب نے خدائے یکتا کی دعوت اور معاد قیامت کی خبر دی۔ قرآن مجید کی تقریباً ہزار آیتیں معاد و بہشت و دوزخ کے بارے میں ہیں۔ خدا کرے ان آیتوں کی ذریعے سے دل بیدار ہو جائے۔

نیچے گرانے اور اوپر اٹھانے والا ہے

خافضة رافعة نیچے اور اوپر جانے والا ہے قیامت وہ دن ہے جس میں بعض کو پست کریگا اور پامال اور ذلیل اور بدبخت اور چھوٹا جس کی مدد کے بارے میں کوئی بھی اعتبار و توجہ نہیں کرتا اگرچہ وہ دنیا میں عزیز اور صاحب عزت تھے اس کے مقابلے میں بعض لوگوں کو جنہیں دنیا حقیر اور کم سمجھتی تھی اور ان کی کوئی قدر و قیمت دنیا میں نہ تھی وہ بلند ہوں گے۔ تاجِ عزت ان کے سروں پر ہوگا ان کے کندھوں پر خلعت ہوگی یہ خدا کے عزیز بندے ہوں گے۔ دیکھا ہے ان افراد کو جو ڈر کی وجہ سے فرار طلب کرتے ہیں کتنی ذلت والی زندگی بسر کرتے ہیں اکثر لوگ قیامت میں اسی طرح ہوں گے جو اپنے بچوں عورتوں، ماں، باپ، بہن، بھائی سے فرار چاہیں گے کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنا حق مانگ رہا ہوگا۔ کتنی ذلت اور رسوائی ہوگی ان کی صورتوں پر گرد و

غبار ہوگا جس سے خواری و ذلت ٹپک رہی ہوگی ذلت و رسوائی اور انگشت نمائی کی وجہ سے چاہیں گے کہ فرار مل جائے لیکن فرار نہیں ملے گی۔

انقلاب دنیا میں دیکھتے ہو کہ بادشاہ جب تخت سے نیچے آتا ہے تو کس طرح سے وہ جو عزت والا بادشاہ تھا لیکن کس طرح سے ذلت میں گر جاتا ہے۔ اس انقلاب کی نسبت قیامت کے انقلاب کے مقابلے میں کچھ نہیں ہے اس کے باوجود اسباب عبرت ہے اور نمونہ کہ کس طرح قیامت نیچے لائے گی۔

اپنی بات کو سمجھانے اور تشریح کی خاطر تاریخ سے کچھ بیان کرتے ہیں۔

خلیفہ جو کہ بھیک مانگ رہا تھا

مورخین نے لکھا ہے کہ خلیفہ عباسی القاہر باللہ برادر المعتز باللہ جس کی حکومت کو بلا دشواری حکومت کرتے ہوئے دو سال بھی نہ گزرے تھے اس کی حکومت بہت وسیع تھی ایران، بحرین، وحجاز و مصر، شام وغیرہ سب اس کی زیرِ سلطنت تھے کچھ لوگ اسے اندھا کر کے اس کی خلافت کو ختم کرنے کے بعد اس کے مال کو درہم برہم کر دیا۔

دمیری نے حیواۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ مسجد جامع بغداد میں اس کو دیکھا گیا کہ اندھے ہونے کی وجہ سے عصا ہاتھ میں سنبھالے جماعت میں کھڑا کہہ رہا ہے: ''رحم کرو اس پر جو کل تم پر حکومت کرتا تھا آج وہ تمہاری مدد کا

محتاج ہے۔'' حقیقت میں مرنا اس کے لئے اس زندگی سے بہتر ہے لیکن خدا نے اس باقی رکھا تا کہ دیگران کے لئے اسباب عبرت بن سکے۔

کتنے عزیز لباس فاخرہ زیب تن کرتے تھے لیکن قیامت میں عریاں ہوں گے وائے ہو عریاں ہونے کی شرمندگی و ذلتِ محشر سے۔ حضرت امام سجادؑ کیا نالہ کر رہے ہیں دعا ابوحمزہ ثمالی میں جو کہ اس ضمن میں ہے ابکی من بخروجی من قبری عریاناً ذلیلاً حامداً ثقلی علی ظھری

نیکی کی بھیک اور خود میں سرگرمی

کتنے افراد جن کے ہاتھ ایک نیکی کی خاطر دراز ہوں گے روزِ وانفسانا ہے کوئی وہاں پر کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا سب کے سب خود اپنے ہی مشغول ہوں گے ہر شخص خود کی فکر میں ہوگا حتیٰ کہ انبیاء کے بارے میں بھی ملتا ہے وہ بھی وانفسی بولتے ہوں گے کہ خدا ہی ہماری فریاد کو پہنچ فقط خاتم الانبیا حضرت محمدؐ ہوں گے جنہیں امت کی فکر ہوگی جو کہہ رہے ہوں گے رب امتی خدایا میری امت کی فریاد سن لے۔

بحار الانوار کی چھٹی جلد میں ایک حدیث جو پیغمبرؐ کے حالت احتضار کو بیان کرتی ہے کہ جب پیغمبر حالت احتضار میں تھے جب انہوں نے حضرت زہراؑ سے بات کرتے ہوئے فرمایا میں جہنم کے دھانے پر کھڑا ہونگا جب میری امت وارد ہوگی کہوں گا رب سلّم امتی پروردگار میری امت کو

دوزخ سے نجات دے۔

اگر دعائے پیغمبرؐ ہمارے شامل حال نہیں تو کون ہے جو سلامت کے ساتھ وارد ہوگا اور خدا نے بھی فرمایا ہے کہ پیامبرؐ کو راضی رکھوں گا۔

چہ غم دیوارِ امت را کہ باشد چون تو پشتیبان

چہ پاک از موج بحر را کہ باشد نوحؑ کشتیبان

عزاداران حسینؑ کے لئے بشارت

اسی طرح کی تعبیر عزاداران امام حسینؑ کے بارے میں امام جعفر صادقؑ سے نقل ہوئی ہے کہ مسجد میں حالتِ گریہ میں عرض کیا میں نے خود کو تیرے سپرد کر دیا اور وہ لوگ جو زیارت کی خاطر میرے حسینؑ کے لئے جائے گا وہ ہوں گے جو عزائے حسینؑ کو برپا کرتے ہیں تیرے حوالے کرتا ہوں۔

درس ۱۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اذا وقعت الواقعہ لیس لوقعتھا کاذبۃ خافضۃ رافعۃ

قیامت کا سچا اور نزدیک ہونا

جاہل کے نزدیک عالم آخرت دور جبکہ اہلِ یقین کے نزدیک ہر نزدیکی سے نزدیک تر ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ وہ لوگ قیامت کو دور دیکھتے ہیں جبکہ ہم اسے نزدیک دیکھتے ہیں۔(۱) دنیا کی کل عمر آخرت کے مقابلے میں جس کا ایک دن ۵۰ ہزار سال (دنیاوی) کے برابر ہوگا اور یہ آخرت ہمیشہ ہے جبکہ دنیا کوئی چیز نہیں ہے جلد ہی گزر جائے گی اور ایسا لگتا ہے کہ آخرت کل کے روز ہی ہے۔

پس "اذا وقعت الواقعہ" جب قیامت واقع ہوتی ایسا ہے کہ جیسے واقع ہوئی یعنی بہت نزدیک ہے جی ہاں "قیامت نزدیک ہے"(۲) "قیامت نزدیک ہے"(۱) اس بات سے قطع نظر کہ مضارع جس کا ہونا قطعی ہو ماضی کے حکم ہے۔

---

(۱) انھم یرونہ بعیداً ونراہ قریباً (سورہ ۷۰: آیت ۶)

(۲) لعل الساعۃ قریب (سورہ ۴۲: آیت ۱۷)

"لیس لوقعتها کاذبه" حالانکہ قیامت کے واقع ہونے میں
جھوٹ نہیں ہے یہ خبر سچی اور درست اور حقیقی ہے کہ قیامت ہے ہم نے کہا کہ
کاذبہ مصدر کے معنی بھی کذب ہے دوسری بات جو اس مین کہی جاسکتی ہے کہ
کاذبہ اپنے معنی وصفی پر رہے یعنی ترجمہ عبارت اس طرح ہوگا کہ "قیامت
کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ بولنے والا نہیں ہے" اور اس کی خبر دینے والا
سچا ہے یعنی "لیس لوقعتها نفس کاذبه" اس بناء پر کاذبہ نفس کی صفت
ہوگا جبکہ موصوف حذف ہے تمام مادیوں، کفار اور فاسقین کے لئے انبیاء اولیاء
کا صادق ہونا واضح ہوگیا ہے اور عالم شہود ہے۔

قیامت کی روشنی تاریک دنیا کی نسبت سے

قرآن میں معمولاً قیامت کے لئے (یوم) یعنی روز کی تعبیر استعمال
ہوئی ہے مثلاً "لا اقسم بیوم القیامة" حالانکہ آفتاب قیامت لپیٹ دیا
اور (پیچیدہ) کر دیا ہوگا (۲) تو اس وقت صرف نور ولایت اور نور ایمان کام
کرتے ہوں گے۔ (۳) مومن کے لئے ولایت کا نور اس کے دل میں روشن
ہے اور ہر جگہ منور ہوگا لیکن غیر مومن کے لئے صرف تاریکی ہوگی اس کے
بارے میں مختلف تعبیر ذکر ہوئی ہیں یوم کے بارے میں مناسب وجہ یہ ہے کہ

(۱) اقتربت الساعة (سورۃ القمر: آیت ۱)
(۲) اذالشمس کورت سورۃ تکویر آیت ۱۳
(۳) اس مطلب کی تفصیل (معارف از قرآن تفسیر سورہ......) میں مولف نے بیان کردی ہیں۔

دنیا آخرت کے مقابلے میں شب ہے اور جہل وغفلت کے اندھیروں نے اس
کو اپنے حصار میں لے رکھا ہے لیکن قیامت سراسر حضور وشہود ہے دنیا میں
چاہئے کہ غیب پر ایمان لائے لیکن قیامت میں بہشت کی خوشبو ایک ہزار سال
کی مسافت کی دوری سے آرہی ہوگی۔ آتش جہنم زبان بلند ہے اہلِ میزان
عدل الٰہی اور اعمال کا مجسم ہو کر سامنے ہونا۔ اس کا کس طرح انکار ممکن ہے؟
مقام انبیاء اور عظمت انبیاء اہلِ ایمان کے لئے آشکار ہے اسی وجہ سے روز
قیامت ہے اور دنیا اس کے مقابلے میں شب ہے اہلِ دنیا اس وقت غفلت
میں ہیں اور جو بھی سنتے ہیں ان کے لئے خبر ہوتی ہے لیکن "شنیدن کی بود مانند
دیدن" (۱)

اس آیت کی تفسیر میں زمخشری کا قول

دوسری وجہ جو کہ اس آیت میں (کاذبہ) کے ذیل میں زمخشری سے
نقل ہوئی ہے وہ کہتا ہے جب غائلہ (مصیبت وشر) آئے وہ افراد جو نفس پر
مسلط ہوں گے وہ کہیں گے کوئی بات نہیں یہ کچھ نہیں ہے اور خود کو تلقین کریں
گے کہ کچھ نہیں ہے تاکہ اس سے نپٹ سکیں گے یہ تو کچھ بھی نہیں ہے ہم نے
اس سے بڑی بڑی مصیبتیں برداشت کیں ہیں اور خود کو کہتے رہیں گے آخرت
کے مقابلے میں دنیاوی مصیبت کاذبہ ہے جھوٹ کی طرح ہے۔ اور ہم دنیا میں

(۱) ترجمہ (سننا دیکھنے کی طرح کب ہوا کرتا ہے)

نفس کاذبہ رکھتے ہیں لیکن قیامت میں ''لیس لوقعتھا کاذبہ'' قیامت کے
لئے نفس کاذبہ درکار نہیں ہے کوئی بھی خدا کی رحمت کے سوا نجات کی امید نہیں
رکھے گا اور کوئی بھی خود کو تسلی نہیں دے سکتا تا کہ اس مصیبت سے نجات حاصل
کر سکے۔ قرآن مجید میں صریحاً ارشاد ہے ہر گروہ کو دیکھو گے کہ زانو کے بل
ہوں گے۔(۱)

عمر بن معد یکرب قیامت کے خوف سے لرزتا ہے

عمر بن معد یکرب عرب کے بہادروں میں سے تھا اور عمرابن عبدود کی
صف میں شمار ہوتا تھا اس کی شمشیر اتنی وزنی ہوتی تھی کہ کوئی دوسرا اٹھا نہیں سکتا
تھا جو کہ صرف اس کے لئے مخصوص تھی عجیب ہیکل رکھتا تھا ایک روز حضور اکرمؐ
کی خدمت میں آیا ابھی تک ایمان نہیں لایا تھا اسی روز پہلی نشست میں پیمبرؐ
سے ہدایت طلب کرتا ہے پیمبرؐ نے فرمایا کہ کل جب روز قیام ہوگا اور زلزلہ
قیامت ہوگا تو نے اس کے لئے کچھ کیا ہے عمر بن معد یکرب کہتا ہے مجھے بھی
لرزا دے گا حضورؐ نے عرض کی قیامت کا زلزلہ پہاڑوں کو ہلا دیگا(۲) تو تو کچھ
بھی نہیں ہے۔

اس کلام کا اتنا اثر ہوا جیسا کہ تیر دل میں پیوست ہو گیا اور پیغمبر کے
موعظہ نے اس کو منقلب کر دیا پھر اس نے پوچھا کہ کیا کروں تا کہ اس زلزلے

(۱) وتری کل امۃ جاثیہ (سورہ جاثیہ ۴۵: آیت ۲۸)
(۲) ویسئلونک عن الجبال فقل ینسفھا ربی نسفاً، فیذرھا قاعاً صفصفاً (سورہ ۲۰: آیت ۱۰۵، ۱۰۶)

سے نجات پاؤں حضور نے فرمایا خدا پر ایمان لے آ اور کہہ لاالہ الا اللہ وہ اسی
مجلس میں مسلمان ہو گیا۔

قیامت کی عزت اور ذلت اہم ہیں نا کہ دنیا کی

حافضۃ رافعۃ یہ دو صفتیں قیامت کے لئے ہیں یعنی حافضہ رافعہ پست
کرنے اور بلند کرنے والی ہے اس کی انقلابی وضع اسی طرح ہے اور کوئی بھی
دنیاوی انقلاب قیامت کے انقلاب کے مقابلے میں کچھ بھی ہے۔ دنیاوی
انقلاب میں شاہ بھکاری بن جاتا ہے تو آخرت کے انقلاب میں کیا ہوگا؟ جبکہ
دنیا میں چند سالوں کے بعد مر جاتا ہے لیکن آخرت میں اگر کوئی پست ہو گیا
تو وہ بلند ہونے والا نہیں ہے مگر یہ کہ خدا رحم کر دے۔

مفسرین اس آیت کے ضمن چند باتیں کرتے ہیں:

حافضۃ لاعداء اللہ الی النار

رافعۃ لاولیاء اللہ الی الجنۃ

یعنی قیامت ایسا دن ہے جب دشمنانِ خدا پست اور دوستانِ خدا بلند
ہو جائیں گے دشمنانِ خدا کو سوئے دوزخ اور دوستانِ خدا کو سوئے بہشت
لے جایا جائے گا۔

خافضۃ قوم بالعدل، رافعۃ قوم بالفضل یعنی بعض حکم عدل کی
وجہ سے پست ہو جائیں گے۔ ہائے افسوس ہو اگر خدا اپنے عدل سے معاملہ

کرے انتقامِ الٰہی ذلیل و رسوا کردیگا جبکہ بعض گروہ فضل و بخششِ الٰہی سے بلند درجہ پر جائیں گے اگر کوئی بہشت میں جگہ پائے تو پھر نیچے نہیں آئے گا یہ وہ بلندی ہے جس میں ذلت نہیں ہے یہ جاویدانی اور ہمیشگی کے لئے ہے۔

مدعیان کو رسوا کرے گی

انہی وجوہات میں سے جو اس آیت میں بیان کی گئی ہیں ایک یہ حافضۃ اقوام بالدعویٰ ورافعہ اقوام بالحقائق یعنی بعض لوگ جو اہلِ تقویٰ واہلِ ایمان کا دعوی کرتے تھے ان کو پست کرے گی یہ وہ لوگ ہوں گے جو دعوائے اہلِ ایمان اور اہلِ تقویٰ کرتے تھے مگر حرام سے پرہیز نہیں کرتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو قیامت سے نہیں ڈرتے تھے۔ قیامت میں حقیقت منکشف ہوں گی وہ لوگ بلند ہوں گے وہ اہلِ حقیقت ہوں گے۔

وہ لوگ جو زبان سے بندۂ خدا ہونے کا دعوئی کرتے تھے لیکن عمل سے خدا ہونے کا ثبوت دیتے تھے رسوا اور ذلیل ہو جائیں گے۔

دوسری وجہ جو تفسیر مجمع البیان میں ذکر ہوئی ہے دوسرے مفسرین سے وہ خافضۃ قوم کانوا فی الدنیا رافعین ورافعۃ قوم کانوا فی الدنیاخافضین قیامت روزِ انقلاب ہے وہ لوگ جو دنیا میں بلند تھے جو ثروتمند اور اسم ورسم اور مقام وجاہ وجلال کے ساتھ تھے اس وقت پست ہو جائیں گے۔ دوسری طرف جو دنیا میں قابل اعتبار نہ تھے بہت سے مومن کا

دنیا میں مذاق اڑایا جاتا ہے اور مجرمین ان پر ہنستے ہیں (۱) اور مسخرہ کرتے تھے (وہی کمزور لوگ) آخرت میں بلند کے لئے جائیں گے اور عزیز ہوں گے اور پھر وہ کافروں پر ہنسیں گے (۲)

کتنی کنیزیں اور کتنے غلام سرفراز ہوں گے کتنے آقا اور ملکائیں سر کو جھکائے ہوں گے اور کتنی بدبختی اور رسوائی ان لوگوں کے لئے ہوگی اس سے بھی زیادہ ان کی حسرتیں ہوں گی۔

تین گروہ ایسے ہوں گے جن کی حسرتیں سب سے زیادہ ہوں گی

آپ نے روایات سنی ہوں گی جس میں بیان ہوا ہے کہ تین گروہ قیامت میں ایسے ہوں گے جن کی حسرتیں سب سے بیشتر ہوں گی وہ عالم جن کی نصیحت اور وعظ سے دوسرے لوگوں نے عمل کیا لیکن وہ عالم خود بے عمل دنیا سے رخصت ہوا کل روز قیامت جب وہ دیکھے گا کہ اس کی برکت اور اس کے وعظ و نصیحت سے دوسرے لوگ بہشتی ہو گئے اور اسے دوزخ میں لے جایا جارہا ہوگا کتنی شرم آئے گی؟ آرزو کرے گا کہ جلدی سے جہنم میں اسے لے جایا جائے تا کہ لوگ اسے نہ دیکھ سکیں۔

دوئم وہ مالدار جس نے اپنے مال سے فائدہ نہ اٹھایا اور وہ دنیا سے چھوڑ کر مرا لیکن اس کے وارثوں نے اس سے خیرات اور نیکی میں صرف کیا

---

(۱) انّ الذین اجرموا کانوا من الذین آمنوا یضحکون واذا مروبھم یتغامزون (سورہ ۸۳: آیت ۲۹)

(۲) فالیوم الذین آمنوا من الکفار یضحکون (سورۃ ۸۳: آیت ۳۴)

ساری زحمت مالک نے اٹھائی لیکن اس کا فائدہ دوسروں نے اٹھایا کل روزِ قیامت ساری حسرتیں اس مالک کے لئے ہوں گی۔

سوئم یہ وہ مولیٰ ہوگا جو بے عملی کے نتیجے میں عذاب میں ہوگا لیکن اس کا غلام ثواب میں ہوگا۔ (لحالی الاخبار)

یہ سب عذاب روحانی ہیں قطع نظر جہنم کے جسمانی عذاب کے اس سے بھی بدتر ہوں کہ ایک عمر تک کہتا رہا میں مولیٰ و آقا ہوں میں نوکر و چاکر رکھتا ہوں لیکن جب آقائے حقیقی اور مالکِ حقیقی کو دیکھے گا اور خود کو بدبخت پست اور ذلیل دیکھے گا۔

درس ۱۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اذا رجّت الارض رجًاO وّبسّت الجبال بسًاO فکانت هباءً منبثًاO وّکنتم ازواجًا ثلثة O فاصحابُ المیمنة ما اصحاب المیمنة Oواصحاب المشئمة ما اصحاب المشئمةO والسابقون السابقونO

قیامت کا زلزلہ پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کرنے والا ہے

"اذا رجّت الارض رجًا" اُس وقت جب زمین کو حرکت دی جائے گی اور وہ مضطرب ہو جائیگی روزِ قیامت اس طرح زمین لرزے گی کہ کوئی عمارت بھی روئے زمین پر باقی نہیں رہے گی، اور تمام زمین زیروزبر ہو جائیگی پہاڑ بھی اپنی جگہ چھوڑ دیں گے بلکہ زمین ہموار ہو جائے گی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اتنے شدید جھٹکے لگیں گے اونچی نیچی زمین سب برابر ہو جائے گی جیسا کہ خدا فرماتا ہے "وبسّت الجبال بسًا" پہاڑ ٹوٹنے کی طرح ٹوٹ جائیں گے اپنی جگہ سے اُکھڑ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔

"فکانت هباء منبثًا" اور ذرّے ادھر ادھر بکھر جائیں گے اس غبار کی مانند جو

آفتاب کی روشنی میں نظر آتے ہیں۔

تمام وہ چیزیں جو خدا کے لئے ہیں رہ جائیں گی

قیامت کا زلزلہ تمام جگہوں کو خراب کر دے گا اور مسجد محفوظ رہے گی اس کی وجہ روایت میں بیان ہوئی ہے کہ کیوں کہ یہ خدا کے لئے بنائی گئی تھی اور ہر چیز ہلاک ہوگی سوائے وجہ خدا کے اور شاہد اور دلیل بیان کی ہے۔(۱) آیت قرآنی ہے "کلّ شی ھالک الاّ وجه" اور وہ چیز جو خدا کے لئے بنائی گئی ہو اور ہر چیز جو خدا کیلئے ہو باقی رہے گی اسی طرح اہلِ ایمان و ولایت (آلِ محمدؐ پر ایمان لانے والے) قیامت کی ہنگامہ خیزیوں سے امان میں ہوں گے کیونکہ یہ خدا کے ساتھ اور خدا کیلئے تھے جی ہاں جو چیز بھی وجہ خدا ہو باقی رہ جائے گی "و یبقٰی وجه ربک" مومن جو کہ مسجد سے محبت رکھتا ہے قیامت کے روز ایک سواری کی مانند بن جائے گی اور اسے بہشت کی طرف لے جائی گی۔(۲)

جیسا کہ میں نے کہا کہ جو بھی چیز برائے خدا ہو باقی رہے گی حتی مومن کا بدن بھی محفوظ رہے گا۔ یادِ خدا ان کی رگوں میں ہے لہٰذا یادِ خدا ان کے بدن کو بھی محفوظ رکھے گی اور روحانیت روحِ بدن میں سرایت کر جائے

(۱) لئالی الاخبار صفحہ ۴۲۴

(۲) وھم من فزع یومئذ آمنون (سورہ ۲۷: آیت ۸۹)

گی۔

یعقوب کلینیؒ اور ابن بابویہؒ کے بدن تازہ تھے

کتبہ رجالیہ میں کسی خلیفہ ناصبی کے حالات میں ذکر ہے کہ جب اس نے سنا کہ شیعہ قائل ہیں کہ امام معصومؑ کا جسم اطہر محفوظ اور سالم رہتا ہے تو وہ ارادہ کرتا ہے کہ امام موسیٰ بن جعفرؑ کا قبر اقدس کو کھولے اس کا ایک وزیر جو کہ شیعہ تھا اس کے ہمراہ تھا اور بے چارگی کے عالم میں جب دجلہ کے پل کے نزدیک پہنچے تو کہا: جانتے ہو کہ شیعہ اپنے علماء کے بارے میں بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ یہاں پر یعقوب کلینی کی قبر ہے۔ امتحان کر سکتے ہیں اگر اسکا جسم سالم ہے تو معلوم ہو جائے گا کہ ان کا عقیدہ صحیح ہے پھر ضرورت نہیں رہے گی کہ قبر حضرت موسیٰؑ ابن جعفرؑ کو کھولا جائے۔ اور اگر نہیں تو بعد میں قبر اقدس امامؑ کو کھولا جا سکتا ہے۔ خلیفہ نے وزیر کی بات کو پسند کیا اور کلینیؒ کی قبر کو شگافتہ کیا۔ دیکھا سالم ہے۔ عجیب بات یہ کہ ایک بچہ بھی جو کہ (۱) ان کے ساتھ دفن تھا سالم ہے۔ وہ بچہ یا تو فرزند کلینیؒ یا کلینیؒ کا پوتا تھا اس کے جسم میں بھی روحانیت نفوذ کر گئی۔ کتاب روح و ریحان میں جو کہ تاریخ حضرت شاہ عبدالعظیمؒ ہے، لکھا ہے: ناصر الدین شاہ نے جب چاہا کہ ابن بابویہؒ (شیخ صدوقؒ) کی قبر کو تعمیر کیا جائے اور تقریباً ہزار سال ان کی وفات کو گزر چکے تھے

(۱) روضات الجنات صفحہ ۵۵۳

غلطی کی وجہ سے ان کی قبر کھل جاتی ہے اور حضرت صدوقؒ کا بدن آشکار ہو
جاتا ہے عجیب بات ہے کہ ان کے ناخن کا رنگ بھی صاف نہ ہوا تھا شاہ کو خبر
دی گئی کہ خود آ کر حیرت انگیز منظر کو دیکھے۔

یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو روحانی محض ہوں ورنہ ترکیب مادّی کا
لازمہ ہے کہ وہ بوسیدہ ہو جائے۔

تین گروہ جو کہ محشر میں ہوں گے

وکنتم ازواجا ثلثة "اور تم اس روز تین گروہوں میں ہوں گے۔"

اولین وآخرین جو محشر میں جمع ہوں گے تین گروہوں پر مشتمل ہوں
گے۔ یہ بات مسلّم ہے اور بار بار قرآن میں مذکور ہے اور ہر فرد کو چاہئے کہ
خود کو دیکھے کہ وہ تین گروہوں میں سے کس میں ہے۔

عرب کی اصطلاح میں جفت کو زوج سے تعبیر کرتے ہیں۔ بس
ازواج کا معنی اصناف ہوگا کہ تمہارے تین گروہ ہوں گے۔

"فاصحاب المیمنة ما اصحاب المیمنة

ما استفہامی اور مبتدائے دوّم اور اصحاب المیمنة خبر دوم ہے یعنی کیا چیز ہے
مقام اصحاب اور تعظیم کے لئے استفہام کی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔

اصحاب یمین کیوں نام رکھا گیا

میمنہ یمن سے ہے جس کے معنی مبارکی اور سعادت کے ہیں اور

اصحاب یمن نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ عالم ذر میں سیدھی طرف آدم ابوالبشرؑ
تھے یا اس لئے کہ محشر میں ان کے نامہ اعمال کو سیدھے ہاتھوں میں دیا جائیگا یا
اس لئے کہ عرش میں سیدھی طرف ان کی جگہ ہے یا برکت اور مبارکی کی وجہ
سے انہیں یمین کہا ہے اور اسباب برکت خود ان کے لئے اور اپنے رشتہ داروں
کے لئے ہوں گے۔ جیسے میاں بیوی اور بچے حتیٰ کہ مومن ہمسایوں کے لئے
بھی باعث برکت ہوں گے جو ان سے بہرہ مند ہوں گے کتنی بلائیں ہیں جو
مومن کی برکت سے محلے یا شہر سے برطرف ہوتی ہیں یہ برکت روحانی ہے
کتنے افراد جو معصیت کار ہیں جو مومن سے تعلق رکھنے کی وجہ سے تقویٰ کی
طرف کھنچے چلے جاتے ہیں پس اصحاب المیمنہ یعنی اصحاب برکت اور
صاحبان برکت ہیں بیوی بچوں اور دیگر ان کے لئے چنانچہ قرآن میں ارشاد
ہوا ہے کہ فرزندان مومن جو ایمان میں ان کی پیروی کرتے ہیں انہی سے ملحق
ہوں گے(۱) اگرچہ ان کے درجات کمتر ہی کیوں نہ ہوں۔

ضمناً المیمنة ما اصحاب المیمنة بطور تعظیم فرمایا ہے جیسا کہ
فارسی میں کہا جاتا ہے زید چہ زیدی کہ زید کیا زید ہے (ہم اردو میں بھی اسی
طرح استعمال کرتے ہیں) جب ہمیں عظمت کو بیان کرنا ہو تو اسی طرح سے
کہا کرتے ہیں۔

(۱) والذین آمنوا واتبعتھم زریتھم بایمان الحصناتھم (سوۃ طور ۵۳: آیت ۲۱)

مجرمین کے لئے بدبختی

واصحاب المشئمة ما صحاب المشئمة اصحاب شمال وہ لوگ جو جو بائیں طرف ہوں گے انکا بائیں طرف ہونا ان کی بدبختی کی وجہ سے ہے یہ اصحابِ یمین کے متقابل ہونگے یا اس لئے کہ قیامت والے دن ان کے نامۂ اعمال ان کے اُلٹے ہاتھ میں دیا جائے گا یا انکے رہنے کی جگہ الٹی طرف ہے یا اس لئے کہ دنیا اور آخرت دونوں میں بدبخت ہیں ان کی بدبختی کبھی ان کے بیوی اور بچوں کو پہنچ جاتی ہے خود تو اہلِ معصیت ہے لیکن اُپنے خاندان والوں کو بھی گناہ کی طرف ابھارتا ہے۔

حضرت مسیحؑ، احمقوں سے فرار اختیار کرتے تھے

سچ ہے اصحابِ شمال احمق ہیں ان تمام رہنمائیوں کے باوجود جو انبیاء واولیاء نے کی ہیں اور اس عقل کے باوجود جو خدا نے عطا کی ہے پھر بھی الٹی طرف جائے (احمق نہیں تو اور کیا ہے) سنا ہوگا کہ حضرت عیسیٰؑ فرار کر رہے تھے پوچھا گیا کیوں بھاگ رہے ہیں فرمایا احمق کی وجہ سے بھاگ رہا ہوں میں نے مردہ کو زندہ کیا اور اندھے کو خدا کی اجازت سے شفا دی لیکن احمق کا کوئی علاج ممکن نہ ہو سکا۔

احمق اصحابِ شمال ہیں جو خود کو اپنے گھر والوں کو اپنے ملنے جلنے والوں کو خطرے میں ڈالتے ہیں۔ مال اور ایک دوسرے کی عزتوں کو خراب

کرتے ہیں اسی لئے احمق آدمی کے پڑوس میں نہیں رہنا چاہئے۔

مردہ دل لوگ غافل ہیں

فرمایا گیا ہے (ایاکم ومجالسة الموتی) تم لوگ مردوں کے ساتھ بیٹھنے سے بچو! عرض کیا مردہ کون ہیں فرمایا کہ وہ لوگ جو خدا اور دستوراتِ اسلام سے منحرف ہیں جبکہ دوسری روایت میں آیا ہے وہ امیر لوگ جو اسراف کرنے والے ہیں۔ (۲)

زندہ دل مردہ ندانی کہ کیست
آنکہ ندارد بخدا اشتغال

وہ جو مردہ دل کے ساتھ بیٹھے گا اس کی بدبختی بھی لے گا

موت کے وقت ایک بزرگ کی گفتگو

ایک بزرگ کی حالت زندگی میں لکھا گیا ہے کہ مرتے وقت اس کے شاگرد جنہوں نے مدتوں اس بزرگ سے استفادہ کیا جمع ہوئے اور کہنے لگے استاد ایک عمر تک آپ سے ہم استفادہ کرتے رہے آج بھی ہمیں کچھ عنایت کریں۔

بزرگوار نے فرمایا: میں نے تمام زندگی بروں کی صحبت سے دوری اختیار کی لیکن دو مرتبہ میں برے لوگوں کی محفل میں بیٹھنے میں مبتلاء (مجبور) ہو گیا کوئی ۲۰ سال سے پہلے اس کے اثر کو زائل کرنے کے لئے دعائیں پڑھیں

تا کہ داغ دل پاک ہو جائے لیکن دوسری دفعہ کا داغ ابھی (مرتے دم) تک
میرے سینے میں ہے۔

شاید آپ کے لئے بھی پیش آیا ہو کہ کچھ دیر اہلِ یمین اور اچھوں کی
محبت میں گزاریں انکی روح راحت میں ہوگی اور اس کے خوشگوار اثرات کچھ دیر
تک رہتے ہیں اگر (خدانخواستہ) اہلِ شمال اور (احمقوں) کے ساتھ بیٹھے تو
اس کی بدبختی اس کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گی پھر آپ کی نماز و دعا میں
رغبت نہ رہے گی اگر یہ بدبختی قائم رہے تو آپ میں شک اور ریب بھی ایجاد کر
دیتی ہے۔

یہ سب باتیں دنیا کی بدبختی کے بارے میں تھی آخر میں کیا ہوگا؟

نزدیک ترین افراد سخت ترین دشمن ہوں گے

اصحاب المشئمة ما اصحاب المشئمة قیامت میں یہ لوگ
اتنے بدبخت اور بدنصیب ہوں گے کہ ان کے نزدیک ترین افراد بھی ان کے
سخت ترین دشمن ہو جائیں گے بیوی، بچے اور اس کے رشتہ دار اور اس کے
دوست اس سے نفرت کریں گے۔ دوزخ میں جانے کے بعد اس کے پڑوسی
بھی اس سے اذیت اُٹھائیں گے۔

خصوص طور پر زنا کرنے والوں کے بارے میں آیا ہے کہ ان کی
شرمگاہوں سے نکلتی ہوئی پیپ کی بدبو سے جہنمی لوگ بھی نالہ و فریاد کریں

گے۔

جہنمی ایک دوسرے کو گالیاں دیں گے جیسا کہ دنیا میں تھے وہی
صورتحال باقی ہوگی۔

اصحاب المشئمة ما اصحاب المشئمة بائیں طرف جانے
والے ساتھی کیا بائیں طرف جانے والے ساتھی جو سراسر تاریکی اور سیاہ چیزوں
کے ساتھ ہوں گے۔

وہ لوگ جو بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے

والسّابقون السّابقون، اولٰٓئک المقرّبون

پہلا احتمال یہ ہے کہ السابقون اوّل مبتداء اور السابقون دوّم
متبداء کی خبر ہوگی اور یہ بھی ممکن ہے کہ والسابقون دوم پہلے والے السابقون کی
تاکید ہو اور "اولٰٓئک المقربون" جملہ خبر ہے ہو السابقون اوّل کے لئے۔

السابقون السابقون یعنی: سبقت کرنے والے، سبقت کرنے والے ہیں۔

اصحاب یمین اور شمال وہ لوگ تھے جن کے اعمال کا حساب و کتاب لیا
جائیگا اگر ان کی نیکیاں زیادہ ہوں گی اور نیکیوں کا پلڑا بھاری رہا تو اصحاب
یمین، نہیں تو اصحابِ شمال ہوں گے۔

لیکن السابقون السابقون یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے اعمال کا حساب
کتاب نہ ہوگا یہ سیدھے جنت میں جائیں گے اور ان سے حساب نہ لیا جائے

گا۔

راہ بندگی پر کاربند رہنے والے خدا کے مقرب ہیں

دوسرے لفظوں میں سابقین وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنی عمر کے اول سے آخری ایام تک راہ بندگی سے تجاوز نہ کیا ہو اور ان کے دلوں میں کبھی شک و ریب نہ آیا ہو اور مقام عمل میں صرف راہ بندگی کا انتخاب کیا ہو یہ لوگ مقربان درگاہ خدا ہوں گے۔

اصحابِ یمین کبھی ہوائے نفسانی ان پر غلبہ کرتی تھی اور ان لوگوں سے بھی لغزشیں ہوئیں لیکن یہ لوگ باایمان مرے یا توبہ سے خود کو پاک کر لیا یا رحمتِ خدا یا دوستیٔ اہلبیت ان کے کام آئی بہر حال سختی سے موت، برزخ اور حساب قیامت سے پاک ہو گئے۔

اصحاب شمال وہ لوگ ہیں جو بے ایمان مر گئے یا ان کے گناہ اس قدر تھے کہ نیکیوں کو کھا گئے پھر جہنمی ہو گئے۔ البتہ مراتب کے ساتھ اگر باایمان تھے تو نجات پالیں گے اگرچہ لاکھوں سال عقوبت میں رہیں۔

لیکن وہ لوگ جو اول سے آخرت ایک طرح رہے ہمیشہ (راہ بندگی انتخاب کیا) شرک و شک اور گناہ میں ہرگز خود کو آلودہ نہ کیا اور تمام عمر استقامت کے ساتھ رہے وہ گروہِ سابقین ہے اور سابقین میں سب سے پہلے علی اسداللہ الغالب علی ابن طالب علیہ السلام ہیں۔

اس امت کے سابقین کے سردار علیؑ ہیں

مولا علیؑ کے سابق ہونے کے بارے میں شیعہ اور سنی دونوں طریقوں سے بہت سی روایات پہنچی ہیں منہج الصادقین نے تفسیر ثعلبی سے اور ابو حافظ اور ابو نعیم وغیرہ سے جو روایتیں پیغمبر خداؐ سے ذکر کی ہیں ہم نمونہ کے طور پر ایک روایت کو ذکر کرتے ہیں۔

حضورؐ نے فرمایا کہ سابقین تین نفر ہیں: ایک مومن آل یسین دوسرے مومنِ آل فرعون تیسرا ان میں سے سب سے افضل علی ابن ابیطالب پس (۱) دوسری روایت میں ۴ نفر کو شمار کیا گیا ہے اس میں حابیل کو بھی ملایا گیا ہے۔ سب سے پہلے اسلام لانے والے علیؑ ہیں جو دس سال کی عمر میں اسلام لائے اور چھ مہینے سے لیکر سات سال تک مردوں میں صرف علیؑ تھے جو رسولؐ کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔ جبکہ دوسرے لوگ بت پرستی میں تھے۔ علیؑ ایمان لانے والے مہاجرین و انصار میں سب سے پہلے تھے اور سابق الی الخیرات تھے پہلی خیرات الٰہی میں سے نماز ہے اور ابھی ابھی اشارہ کر دیا ہے کہ روایت کے مطابق ۷ سال تک اکیلے حضور اکرمؐ کے پیچھے نماز پڑتے رہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ سات ۷ سال تک فرشتے مجھ پر اور علیؑ پر درود بھیجتے تھے۔ اس وقت تک نماز اوپر نہیں جاتی تھی کیونکہ نماز اس طرح سے نہ تھی کہ

(۱) متن روایت اور شرح تفسیر سورۂ یسین (جو کہ مولف کی ہے) میں ملاحظہ فرمائے

معنوی صورت میں آسمان کی طرف جائے۔

اسی لئے پیغمبرؐ نے فرمایا اے علیؑ تو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا اور سب سے پہلے قیامت میں مجھ سے مصافحہ کرنے والے تم ہو۔(۱)

شیعانِ علیؑ سابقین میں سے ہیں

شیعہ اور سنی دونوں طریقوں سے روایتیں نقل ہوئی ہے جن کے مضمون مختلف ہیں یا علیؑ انت وشیعتک هم السابقون یا علیؑ تم اور تمہارے شیعہ سابقین ہیں ہاں اگر حقیقت میں شیعہ علیؑ ہو جو تابع علیؑ ہوتا ہے اور ان کے نقش قدم پر چلنا بہت اہم ہے جو کہ مشکل ہے اس کے لئے کامل تقویٰ کی ضرورت ہے (جابر) دلسوزی کے ساتھ حضرت سجادؑ سے عرض کرتے ہیں کہ کیوں خود کو اتنی عبادت کر کے زحمت میں ڈالتے ہیں تو امام نے فرمایا کہ صحیفہ علی کو لے آؤ اور پڑھو امام علیؑ کی شرح حال اور ان کی عبادت کو پڑھا اس وقت امامؑ نے فرمایا کوئی علیؑ تک پہنچ سکتا ہے۔(۲)

ابن عباس کی گفتگو امیرالمومنین کے بارے میں

امیرالمومنین کی رحلت کے بعد ابن عباس جو کہ مولیٰ کے چچا زاد بھائی تھے اور امامؑ کے شاگرد جن کا تفسیر میں بہت نام ہے امیرالمومنینؑ کے بارے میں سوال ہوا۔

(۱) بحارالانوار جلد ۱۱
(۲) ماخوذ از اہلسنت روایات

ابن عباس نے کہا کہ علیؑ سب سے پہلے ہیں جنہوں نے خدا کو پکارا اور اس کی وحدانیت کی گواہی دی اور رسالت خاتم الانبیاء کی گواہی دی دونوں گران بہا چیزوں میں سے جب کہ پیغمبر نے فرمایا انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اهل البیت تمہارے درمیان چھوڑے جا رہا ہوں ایک کتاب خدا دوسرا میرا خاندان قرآن و علیؑ اور آلِ رسول، علیؑ اور آقا ہے جس نے دو بیعت مشہور کو انجام دیا (۱) بیعت عقبہ اور بیعتِ شجرہ یہ وہ آقا ہے جس نے دونوں قبلوں کی سمت نماز ادا کی پہلے مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس تھا دوسرا قبلہ کعبہ ان دونوں قبلوں کی طرف امامؑ نے نماز پڑھی۔ دو مرتبہ جنگیں کیں حیارت، پیغمبرؐ میں اکثر غزوات میں شرکت کی اور پیغمبر کی رحلت کے بعد ناکثین، قاسطین، اور مارقین سے جنگ کی۔ طلحہ اور زبیر رسول اللہ کی ایک زوجہ کے ساتھ جنگ جمل اور حاکم شام اور اس کے حواریوں کے ساتھ جنگِ صفین اور خوارج کے ساتھ جنگ نہروان لڑی۔ ایک مرتبہ تنزیل اور دوسری مرتبہ تاویل (ایک مرتبہ اصلِ قرآن کیلئے دوسری مرتبہ اس کے معنی کے لئے) جنگ کی۔

علیؑ وہ آقائے کائنات ہے جس کے لئے دو مرتبہ سورج پلٹا ایک رسولِ خداؐ کے زمانے میں دوسرا جنگِ صفین میں نظروں سے اوجھل ہو جانے

(۱) بحارالانوار جلد ۱۱

کے بعد پلٹ آیا۔

علیؑ وہ آقا ہیں جن کو دو نعمتیں ایسی دی گئیں جو فوق العادۃ تھیں۔
ایک وسعتِ علم اور دوسرے وسعتِ جسم۔ اور وہ آقا دو مرتبہ دنیا میں آئیں
گے۔ قیامت سے پہلے دنیا میں رجعت فرمائیں گے اور آیت میں ہے عجیب و
غریب ہونے کے اعتبار سے ذوالقرنین ہے جیسا کہ قرآن مجید سورۂ کہف
میں فرماتا ہے۔ یہ میرا مولیٰ علیؑ ابن ابی طالب ہے۔ (جو کہ ان خصوصیات کا
مالک ہے)

درس ۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واصحاب المشئمة ما اصحاب المشئمة

والسابقون السابقون اولئک المقربون

جہنمی گروہوں کی شماری کرتے ہیں

تفسیر مجمع البیان میں شمال اور مشئمہ کے حوالے سے روایت شریفہ
ہے کہ جس میں حضرت معاذؓ، رسول خداؐ سے "فتاتون افواجا" کے معنی کے
بارے میں سوال کیا۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ اے معاذؓ! تو نے بہت بڑی بات
پوچھ لی ہے اس وقت گریہ کیا اور فرمایا کہ (معنی افواجا) قیامت میں
گنہگاروں کا دس گروہوں میں محشور ہونا ہے جس میں کا ہر گروہ اپنی خاص شکل
وصورت کا حامل ہوگا:

پہلا گروہ جن کی شکلیں بندر کی ہوں گی دوسرا گروہ وہ ہوگا جن کی
شکلیں سور کی، تیسرا گروہ کی شکل سرنگوں ہوگی یعنی ان کے سر نیچے اور ٹانگیں
اوپر کی سمت ہوں گی، چوتھا گروہ اندھا اور پانچواں گونگا اور چھٹا گروہ ہوگا جو
اپنی زبانوں کو بے اختیار چبارہا ہوگا۔ ساتواں گروہ (المقطعة ایدیھم
وارجلھم) یہ وہ گروہ ہوگا جنکے ہاتھ اور پاؤں کٹے ہوں گے، آٹھواں گروہ

وہ ہوگا جن کی شرمگاہوں سے اتنی بدبو آئے گی جیسے مُردار کی بدبو جس سے پورے محشر کی فضا خراب ہوگئی، اور نواں گروہ ان کا ہوگا جنہیں جہنم کے کنارے رسّی سے لٹکایا جائے گا۔ تاکہ جب خلائق (لوگ) اپنے حساب و کتاب سے فارغ ہوجائیں تو انہیں جہنم میں گرادیا جائے، دسواں گروہ انیا ہوگا جنہوں نے سر سے پاؤں تک آگ کے لباس پہنے ہوں گے۔

چغل خور محشر میں بندر کی شکل کے ہوں

معاذؓ نے عرض کی آخر یہ دس گروہ کون ہوں گے؟ رسول اکرمؐ نے فرمایا: پہلا گروہ چغل خوروں کا ہوگا یہ بندر کی صفات رکھنے والے لوگ ہوں گے۔ اس طرف سے اس طرف چھلانگیں لگاتے ہیں تاکہ یہاں سے بات لے کر وہاں نقل کردیں اور اپنے لئے آتش جہنم روشن کرتے ہیں کل روز قیامت میں ان کی روح جو کہ بندر صفت تھی ظاہر ہوگی لہٰذا یہ بندر کی شکل میں ظاہر ہوں گے۔

دوسرا گروہ:

حرام خوروں کا ہوگا دین اور انصاف کو چھوڑ کر کسی بھی طریقے سے صرف کرتے ہیں چاہے حرام ہی کیوں نہ ہو یہ نجاست حقیقی ہوں گے۔ سور کا کام نجاست کھانا ہے جوان پر بھی گندگی ونجاست ہے یہ اس کا طلب ہوگا۔ یہ شخص حرام خورن بھی میں وخنزیر کی پیروی کرتا تھا۔ روز قیامت بھی سوروں کی

شکل میں محشور ہوگا۔

سود کھانے والے قیامت میں سرنگوں ہوں گے

تیسرا گروہ سرنگوں ہوگا یہ سود کھانے والے ہیں ان کی روح آشکار ہو جائے گی کہ دنیا میں اس روش وطریقہ کے خلاف عمل کرتے تھے جس کو خدا نے معین کیا تھا۔ انسان کی طبعی ساخت یہ ہے کہ وہ دو ٹانگوں کے ساتھ ہو کیونکہ باطن میں یہ لوگ انسانی طبیعت پر نہ تھے لہٰذا ان کی ظاہر صورت بھی الٹی ہونی چاہیے۔ یہ لوگ معاشرے اور معاملے میں مادی تھے کسی پر سے ایک پائی کا بھی سود نہیں چھوڑتے تھے۔ فطری عقل کہتی ہے کہ مال و دولت ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے یہ کوئی مطلوب بالذات نہیں ہے۔ (بذاتِ خود دولت ضرورت نہیں ہے) اگر اضافی دولت ہے تو اسے اپنے مومن دوست کو قرض دے دو۔ راہ انسانیت اور دوستی کا تقاضہ بھی ہے۔

سود کے متعلق رسول اللہؐ نے لینے اور دینے والے لکھنے اور گواہی دینے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔ (۱) قرآن مجید میں سود خور کی حالت روز محشر مرگی کے مریض (یعنی اس شخص کی سی جس پر شیطان آ گیا ہو) بیان فرمائی ہے (۲) اور سود خوری کو خدا کے ساتھ جنگ کرنے کے برابر فرمایا ہے۔ (۳)

چوتھا گروہ ان کا ہوگا جو کہ اپنی زبانوں کو کاٹ رہے ہوں گے۔ خون

(۱) اس کی تفصیل گناہان کبیرہ میں ملاحظہ فرمائیں (۲) سورہ۲: آیت ۲۷۵ (۳) سورہ۲: آیت ۲۷۶

اور پیپ ان کے منہ سے جاری ہوگا یہ لوگ قاضی ہوں گے جو حق کے خلاف فیصلے کرتے تھے اور یہ عالم بے عمل ہوں گے جن کے اقوال ان کے اعمال سے مختلف ہوں گے۔ یہ حلال اور حرام کو خوب جانتے تھے اور خوب وعظ و نصیحت کرتے تھے لیکن اپنے بتائے ہوئے پر عمل نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ ہم نے کہا جہنم میں سب سے زیادہ پشیمان اور حسرت کرنے والا وہ ہے جس کے علم اور ارشادات سے دوسرے فیضیاب ہو کر بہشتی ہو گئے اور یہ عمل نہ کرنے کی وجہ سے جہنمی ہو گیا۔ نیز یہ بھی روایت کی ہے کہ جہنمی بھی عالم بے عمل کی گندی بدبو سے اذیت محسوس کریں گے۔

اور یہ بھی روایت ہوئی کہ بدترین مخلوقِ قیامت یہی عالم بے عمل ہے۔

پانچواں گروہ:

اندھوں کا ہے یہ لوگ محشر میں اندھے ہو کر داخل ہوں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جو حق کو دیکھے بغیر باطل کا حکم کرتے تھے یہ ظالم حکام ہوں گے جو بندگان خدا کے ساتھ ستم کرتے تھے۔

چھٹا گروہ:

گونگوں اور بہروں کا ہوگا یہ وہ لوگ ہیں جو خود پسندی کا شکار ہیں اور خود سے راضی ہیں اور اپنے اور اپنے کاموں کو بہت بڑا خیال کرتے ہیں اور

خود پر غرور کرتے ہیں اور بندگی کی راہ سے جو کہ عاجزی اور فروتنی سے اس سے منحرف ہیں اور خود کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔

ساتواں گروہ:

یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے ہاتھ اور پاؤں کٹے ہوں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے ہمسایوں کو اذیت پہنچائی ہو۔

بحار الانوار میں رسول خداؐ سے مروی ہے کہ جو بھی اپنے ہمسائے کو اذیت پہنچائے خداوند اس پر جنت کی خوشبو حرام کردے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

آٹھواں گروہ:

ان لوگوں کا ہوگا جن سے گندی بدبو آتی ہوگی جو کہ مُردار سے بدتر ہوگی یہ شہوت پرستوں اور حرام سے لذت اٹھانے والے اور کسی بھی حرام سے پرہیز نہ کرنے والے ہوں گے اور اپنے اموال سے حقِ الٰہی کو ادا نہ کرنے والے ہوں گے۔

نواں گروہ:

ان لوگ کا ہوگا جو آگ کی شاخوں سے باندھ دیئے گئے ہوں گے۔

یہ لوگ بادشاہوں اور حاکموں کے پاس چغلی کرنے والے تھے اور جس کی وجہ سے (دوسرے) لوگ اذیت اٹھاتے تھے۔

دسواں گروہ:

جو آگ کا لباس پہنے ہوں گے یہ تکبر اور فخر اور ناز کرنے والے ہوں گے۔

عبادات میں پیش قدمی کرنے والے سابقِ نسبی ہیں

ہم نے پہلے کہا ہے کہ سب سے سابق اور سابق مطلق مولا علیؑ کی ذات والا صفات ہے لیکن کچھ سابقِ نسبی بھی ہیں جو کہ بعض امور میں لوگوں سے سبقت لے جانے والے ہیں۔

تفسیر منہج الصادقین میں مولائے متقیان امیر المومنین حضرت علیؑ نے کچھ مراتب سابقین میں سے ذکر فرمائے ہیں آپؑ فرماتے ہیں وہ جو کہ نمازِ جماعت میں سب سے پہلے پہنچتا ہے اور پہلی تکبیرۃ الاحرام کو درک کرتا ہے اوقات نماز کے بارے میں بھی اسی طرح مقید ہے کہ وضو کو وقت سے پہلے کر کے آمادہ رہتا ہے تاکہ وقتِ نماز ہو اور یہ نماز پڑھے جیسے کہ خود سابقین سے مراد حضرت علیؑ تھے۔

آپ نے سنا ہوگا کہ جنگِ صفین میں زوال کے وقت حضرتؑ نے اپنی نگاہ اوپر کی سمت کی کسی نے عرض کی مولاؑ کیا وقتِ نماز کی جستجو کر رہے ہیں امامؑ نے فرمایا ہاں۔ آیا یہ جنگ سوائے نماز کے کسی اور چیز کے لئے ہے؟

انیسویں ماہِ رمضان کی صبح جب مولا علیؑ کو زخمی سر کے ساتھ مسجد سے

باہر لے جا رہے تھے امامؑ کی نظر فجر پر پڑی تو امامؑ نے فرمایا کہ کوئی ایسا وقت نہ آیا کہ تو نے طلوع کی ہو اور علیؑ سو رہا ہو۔

اسی طرح حج کی نسبت علیؑ پیش قدمی کرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ استطاعت سے تاخیر ہو جائے۔ اس طرح خمس اور زکات، خلاصہ ہر عبادات میں پیش قدمی اور سبقت لے جاتے ہیں اور مستضعفوں کی بھی مدد کرنے سے دریغ و تاخیر نہیں کرتے۔

یہ لوگ سابق ہیں لیکن سابق نسبی یعنی بعض چیزوں میں سبقت کرتے ہیں بعض میں نہیں کر سکتے لیکن وہ جو تمام امور میں سب سے پیش قدمی اور سبقت کرتے ہیں وہ سابق مطلق ائمہ اطہارؑ کی ذوات گرامی ہیں۔

سابق مطلق امام علیہ السلام ہیں

ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات باذن اللہ۔

(سورہ فاطر ۳۵ آیت ۳۲)

مندرجہ بالا اس آیت میں (سابق بالخیرات) کے ذیل میں بہت سی روایات پہنچی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سابق بالخیرات سے امام معصومؑ مراد ہیں جنہوں نے مقام علم و عمل میں سب سے سبقت لی ہے اور اس سبقت و برتری کے بیان میں سب سے عمدہ بیان ابن عباس کی روایت ہے جو کہ بیان

کردی گئی اور مقام علم میں یہی دو جملے کافی ہیں کہ اگر پردے ہٹ جائیں پھر
بھی میرے علم میں اضافہ نہ ہوگا (۱) اور مجھ سے پوچھو اس سے قبل کہ تم مجھے نہ
پاؤ۔(۲)

---

(۱) لو کشفت الغطاء ما ازددت یقیناً (بحار الانوار جلد ۹)
(۲) سلونی من قبل ان تفقیدونی، (بحار والانوار جلد ۹)

درس ۱۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والسابقون السابقون اولئک المقربون فی جنّاتِ النّعیم

کلام کا مقصد، بیداری اور آخرت کا سامان کا بندوبست کرنا

انسان دنیا میں مسافروں کی طرح ہے کچھ دیر عالم غربت میں ٹھہرا
ہے پھر دوبارہ اپنے وطن کی طرف روانہ ہو جائے گا کچھ سرمایہ تھا جس سے سواد
گری کر رہا تھا۔

عمر عزیز وہ گرانبہا سرمایہ ہے جو کہ اس دار غربت یعنی دنیا میں ختم ہو
جائے گا تاکہ حیات وزندگی مدت بھر کے بعد مل سکے یہ وہ روز ہوگا جبکہ کافر
آرزو کریں گے کہ اے کاش (۱) ہم خاک ہوتے اور بشر ہوئے ہوتے تو اے
کاش اس کا تدارک کرنے کو مل جاتا اور ایک عمر کے علاوہ دوسری عمر نہیں ہے
اور کسی کی عمر وزندگی بنیاد کے بعد دوبارہ لوٹائی نہ جائے گی اگرچہ بہت ہی
آرزو اور التماس کریں (۲) ان بیانات کا مقصد جو ان راتوں کو بیان ہوں
گے یہ درس کے کہنے اور سنے والے آخرت کی فکر کریں اور آخرت کے سامان

---

(۱) یقول الکافر یالیتنی کنت ترابا، (سورہ ۷۸: آیت ۴۳)
(۲) ربّ ارجعون لعلّی اعمل صالحا فیما ترکت کلاً، (سورہ ۲۳: آیت ۹۹)

کا بندوبست کریں آیا کبھی سوچا ہے کہ ہم اصحاب یمین سے ہیں؟ یا خدا نہ
کرے اصحابِ شمال؟ ابھی دیر نہیں ہوئی ہے اور وقت ابھی نہیں گزرا ابھی
تدارک کریں اور گذشتہ کی تلافی کرائیں۔

کیا کام وکاج کے پیچھے نہ جائیں

بعض لوگ اس موعظہ کو سنتے ہیں ان کی ہوائے نفسانی ان کو اس بات
کے کہنے پر ابھارتی ہے کہ دنیا کو کیا کریں؟ کیا دنیا کی زندگی میں جستجو کا
تدارک نہ کریں؟ (کاروبارِ زندگی میں مشغول نہ ہوں؟)

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر دنیا کو آخرت کے لئے چاہتے ہو تو میں
بہت کم ایسوں کو جانتا ہوں کہ اس طرح کے ہوں۔ تو یہ دنیا خود بخود آخرت
کے حساب میں ڈال دی جائے گی جو شخص بھی اپنے کام پر جاتا ہے اور کام
کرتا ہے کسب، تجارت، صنعت یہ تمام کی تمام چیزیں خدا کے امر حکم کی
اطاعت کے لئے ہونی چاہئے۔ الکاد علی عیالہ کمجاھد فی سبیل اللہ (جو
بھی شخص بھی اپنے عیال کے لئے روزی کماتا ہے ایسا ہے جیسے اللہ کی راہ میں جہاد کرتا۔)

معیشت/معاش کے حصول میں مشقت کرنا عبادت ہے

اگرچہ خداوند ہر جاندار کے رزق کا ضامن ہے(۱) اور حکمت اور
مصلحتوں کی وجہ سے دستور دیتا ہے کہ بندہ کام کاج میں مشغول رہے اور

(۱) سورہ ۱۱: آیت ۶

روزی کمائے اس کے مطلب یہ نہیں ہے کہ خدا روزی دینے کے لئے میرے
اور تمہارے کام کا محتاج ہے البتہ انسان کو وقت روزی کمانے کے لئے صرف
کرنا چاہئے لیکن اتنا بھی نہ ہو کہ صرف کمانے کا حریص ہو اور اس کا تمام ہم
وغم اس دنیاوی زندگی کے لئے ہو اور آخرت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

انسان کا عمدہ کام یہ ہے کہ وہ آخرت کے سفر کی جستجو کرے اور
انسان کے لئے وہی کچھ ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔(۱) ہے اور جس کی
بھی کوشش کریگا عنقریب اس کو دیکھ لے گا اور اس کا صلہ پالے گا۔

ایک مومن اپنے دوسرے مومن دوست کا بازو ہوگا

ہم جیسا کہ پہلے کہہ چکے ہیں لوگوں کی تین قسمیں ہیں پہلا گروہ جن
کے رگ وخون میں معارفِ الٰہی ہے انہوں نے یقین کرلیا ہے کہ وہ دوسرے
عالم کے لئے ہیں آخرت اور خدا کے بارے میں کسی قسم کی غفلت نہیں رکھتے
یہ اہلِ یقین کا گروہ ہے۔

دوسرے گروہ جو کہ پہلے گروہ کے مقابلے میں ہے یہ وہ لوگ ہیں جن
کا ادراک عالم خاک ومادہ سے تجاوز نہ کرسکا ہے اور ہوائے نفسانی کے پیروکار
ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ جانوروں کی طرح ان کا بھی حساب وکتاب نہیں اور
یہ دنیا کی زندگی ہے جس میں مرجائیں گے اور دوبارہ کہیں نہیں جانا۔ انہوں

(۱) النجم ۵۳: آیت ۳۹ تا ۴۱

نے خدا کو فراموش کر دیا ہے اور خدا نے بھی انہیں فراموش کر دیا ہے اور یہ اپنی سعادت اور اصلاح کی فکر میں نہیں ہیں حقیقت میں انہوں نے خود کو بھلا دیا ہے۔(۱)

تیسرا گروہ جو کہ پہلے اور دوسرے گروہ کے درمیان کا ہے یہ اصحاب یمین میں سے ہیں یہ لوگ انجام رکھتے ہیں اور سو فیصد آخرت کے سفر کا سامان کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن کبھی انہیں شیطان کا لشکر زمین پر مار دیتا ہے اور اس وقت یہ اپنے ہوائے نفسانی کو کچل نہیں پاتے (گناہ میں مبتلا ہو گئے)۔

نصیحتیں اور مواعظہ مومنین کے لئے ہیں تاکہ اس سے قوت حاصل کر سکیں اور شیطان سے مقابلہ کر سکیں۔ روایت میں ہے مومن، مومن کا بازو ہے اور اپنے برادر ایمانی کی مدد کرتا ہے اور یہی وعظ و نصیحت اور سفر آخرت کی یاددھانی، حقِ رفاقت ادا کرتا ہے اور قرآنی حکم کی تعبیر کے مطابق حق بات کی نصیحت اور صبر کی تلقین یعنی سفارش کرنا حق و بندگی خدا کی یا صبر کی تلقین کرنا مصیبت کے وقت یہ وہ راہ ہے جس سے خسارے سے بچا جاسکتا ہے۔(۲) مثلاً اپنے دوست سے کہے کہ راتوں کو اٹھ کر ایک دو گھنٹے اپنے آخرت کے سفر کے لئے سامان مہیا کرتے ہو اور کیا تم نے نہیں سنا ہے کہ جو

(۱) سورہ ۲۳: آیت ۳۷ (۲) وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر (سورۂ عصر: آیت ۵)

بھی تمام رات سوتا رہے تو، کل روز قیامت مفلسی کی حالت میں محشور ہوگا۔

خدا اصحاب یمین کی مدد فرمائے گا

اصحاب یمین نہ سابقین کی طرح ہیں کہ کاملاً خیر کی طرف آ جائیں اور نہ اصحاب شمال جو کہ سابقین کے مقابلے میں ہے کی طرح ہیں (ہاں) البتہ ہدایتِ الٰہی کے اسباب من جملہ جن میں ایک رفیقِ صالح ہے جیسا کہ ہم نے ابھی کہا اس کو موعظ اور نصیحت کے ذریعہ سے بُرے کاموں سے باز رکھتا ہے اور خداوند کریم مدد کرتا ہے اگر چہ شیطان ہاتھ پاؤں مارتا ہے کہ انہیں اصحاب شمال میں سے بنائے لیکن خداوند کریم اپنے لطف و کرم سے ملائکہ کے الہام سے اسے سنبھالتا ہے۔ لیکن اگر خود ہی ہدایت کو قبول نہ کرے تو اور بات ہے۔

مروی ہے کہ آدمؑ کو خلق کرنے کے بعد شیطان کی دشمنی ان سے اور ان کی اولاد سے ہوگئی آدمؑ نے عرض کی کہ پروردگار میری اولاد ضعیف اور ناتواں ہے اور شیطان بھی ان پر مسلط ہے تو نداء آئی کہ ہر شیطان کے مقابلے میں ایک ملک (فرشتہ) کو خلق کروں گا تاکہ شیطانی وسوسے کو الہام کے ذریعہ سے برطرف کرے۔

مولا علیؑ کی فریادرسی کرنا فضل خدا کا نمونہ

روز قیامت جب اعمال تولے جارہے ہوں گے تو اصحابِ یمین زحمت میں پڑ جائیں گے خصوصاً مظالم اور حق الناس کے حوالے سے۔ خداوند

کریم نے اپنی رحمت کے لئے اس کا اسباب بھی مہیا فرمایا ہے۔ چونکہ خدا کی رحمت سے دل کے خوشحال ہونے کا موجب ہے اس کا ایک نمونہ آپ کی خدمت میں عرض کروں۔

بحارالانوار کی تیسری جلد شفاعت کی بحث میں حضرت امام حسن عسکریؑ سے ایک مفصل روایت نقل ہوئی ہے کہ جسے ہم عرض کرنا چاہتے ہیں

"جب محبان اہل بیت رک جائیں گے اور ان کی حرکت ختم ہو جائے گی ان حقوق کی وجہ سے جو ان کی گردنوں پر تھے تو امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ ان کی فریاد رسی کریں گے اور اپنے اعمال میں سے ایک عمل اپنے محبان کو اور دوستوں کو دیں گے جو کہ تمام دوستوں پر تقسیم ہو جائے گا اور امامؑ سب کی فریادرسی کریں گے اور حضرت کا وہ عمل ایک سانس لینا ہے لیلۃ المبیت کے موقع پر یعنی جس رات علیؑ پیغمبرؐ کے بستر پر سوئے ہیں۔

شیعوں پر فضلِ خداوندی اور فضلِ اہلبیتؑ

جس رات امام عالی مقامؑ پیغمبرؐ کی جگہ سوئے اور اپنی جان کو راہِ خدا میں فدا کرنے کے لئے آمادہ ہوئے اور اپنے اس عمل سے پیغمبرؐ کو مشرکین کی طرف سے کسی بھی قسم کی گزند پہنچنے سے محفوظ رکھا اور خدا کا دین قیامت تک کے لئے محفوظ ہو گیا تو ہر وہ سانس جو کہ امام عالی مقامؑ نے لی ہے تو انکا ثواب خدا ہی جانتا ہے کہ جس کا ثواب تقسیم ہو کر کسی بھی مومن کے پاس جائے گا تو

اس کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیگا اور ان کا درجہ بالاتر ہو جائے گا۔

دوسری روایت جس کو سید بحرانی نے نقل کیا ہے کہ پیغمبر خداؐ اور علیؑ اور زہراؑ اور حسنینؑ نے اپنے شیعوں اور محبوں کو یاد کیا یہاں تک رسول خداؐ نے فرمایا کہ میں اپنے آدھے اعمال کو اپنی امت کے لئے چھوڑ رہا ہوں علیؑ نے بھی فرمایا کہ میں اپنے آدھے اعمال کو اپنے شیعوں کے لئے چھوڑ رہا ہوں اسی طرح زہراؑ اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے بھی اسی طرح کہا تو جبرائیلؑ نازل ہوئے اور عرض کی کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ان کو جتنا تم عزیز رکھتے ہو اس سے بھی بیشتر میں عزیز رکھتا ہوں لہٰذا ان کے گناہ معاف کر دیتا ہوں۔

صرف ایک یہی امید کی کرن ہے نہیں تو یہ کمزوری اور مکر وحیلہِ شیطانی اور یہ بے عملی نہ جانے کہاں لے جاتی اور کہاں تک پہنچے۔

سعدی مگر از خرمن اقبال نرد کام
یک خوشه ببخشند که ماتخم نکشتم

سابقین کو آخر میں کیوں ذکر فرمایا

دوبارہ آیۃ شریفہ کی تفسیر کی طرف آتے ہیں والسابقون السابقون اس کی علت کہ کیوں ان کو آخر میں ذکر کیا گیا یعنی پہلے سے اصحاب یمین پھر اصحاب شمال پھر سابقین کا ذکر کیا۔ کہتے ہیں کیونکہ خدا چاہتا تھ پہلے ان کی صفت کو بیان کرے اس وجہ سے پہلے باقی دو گروہوں کا ذکر کیا اور

سابقین کو آخر میں بیان کیا تا کہ ان توصیف بیان ہو۔

تفسیر میں جو کہ السابقون کی بیان ہوئی ہیں یہ کہ" السابقون الی التوبہ"، یعنی یہ وہ لوگ ہی جو خدا کی طرف توبہ کرنے اور خدا کی طرف لوٹنے میں پہل اور سبقت کرتے ہیں یہ لوگ مقرب خدا ہیں اور دوسروں سے پہلے جنت میں جائیں گے" السابقون الیٰ الخیرات السابقون الحساب" اسی طرح اپنے کاموں کو سستی سے انجام دینے والے آخرت میں بھی پیچھے رہیں گے یعنی ہزار سال گزر جائے گا انہیں پلِ صراط کو پار کرتے کرتے۔

درس ۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والسابقون السابقون اولئک المقربون فی جنات النعیم

مقرب خدا ہونا بہترین تعریف ہے

پروردگار عالم نے تینوں گرہوں کی صفت اور تشریح بیان فرمائی پہلے تو صفت سابقین کی ذکر فرماتا ہے اسی مناسبت سے ان کا نام [illegible] میں لیتا ہے پھر تینوں ناموں کے ختم ہونے کے بعد سابقین کی شرح و توصیف بیان کرتا ہے پھر اصحاب یمین پھر اصحاب شمال کی۔

اولئک المقربون یہ لوگ رب العالمین کے قریب ہیں کوئی تعریف کے بارے میں اس سے بڑھ کر نہیں ہوسکتی کہ سابقین مقرب خدا ہیں۔ مثال ظاہری ان لوگوں کے لئے جو کم فہیم ہوں ملاحظہ کریں کہتے ہیں فلاں شخص شاہ کے دربار تک پہنچ رکھتا ہے اور اس شخص کی بزرگی اور اہمیت کو بیان کرنے کے لئے اور اس کی شاہ کے ساتھ نزدیکی کو بیان کر دیتے ہیں اور یہ مطلب قُربِ حقیقی رب العالمین کے بارے میں واقعیت، پیدا کر لیتا ہے یعنی حقیقی عظمت مقربین خدا کے لئے ہے۔

قرب معنی کے اعتبار سے نہ کہ مادہ کے اعتبار:

روشن اور واضح ہے کہ خداوند عالم مادہ سے منزّہ و مبرّا ہے وہ زمان و مکان نہیں رکھتا اور زمان و مکان کا خالق ہے یہاں پر قرب منزلت اور مقام کے اعتبار سے ہے، مکان اور جگہ کے اعتبار سے نہیں۔

اسی وجہ سے ایک مفسر نے دلچسپ نکتہ بیان کیا ہے کہ آیت شریفہ میں لفظ المقربون فرمایا ہے المتقربون نہیں کہا یعنی ان گروہ کا قریب ہونا خدا کا فعل ہے ان لوگوں کا فعل نہیں یعنی تقرب وہ مقام ہے جو خدا نے ان کو عطا کیا ہے۔

تازہ نور اور خدا کے ساتھ گفتگو

یہ وہ مقام ہے جس کا بیان نہیں آیا صرف ایک روایت ہے جو بحارالانوار کی تیسری جلد میں ہے اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔

وہ مقربین جب بہشت میں چلے جائیں گے ہفتہ میں ایک مرتبہ انہیں دعوت دی جائے گی کہ وہ خدا سے قریب ہوسکیں اور ایسا ہوگا کہ وہ بات کریں گے خدا سے کسی واسطے کے بغیر اور خدا ان سے کلام کرے گا۔ خدا ان سے بغیر کسی واسطہ خود کلام کرے گا۔ یہ لوگ اتنے منور ہو جائیں گے کہ جب (واپس آ کر) بولیں گے تو بہشتی سمجھ جائیں گے یہ لوگ سابقین ہیں جب یہ لوگ حوروں کے پاس آئیں گے تو وہ ان سے پوچھیں گی یہ تازہ نور کیسا ہے تو وہ جواب دیں گے مکالمہ رب العالمین کی وجہ سے ہے رب العالمین سے گفتگو

کرنے کی وجہ سے ہے۔

قربِ الٰہی کے علاوہ جنت کے دوسرے فوائد

فی جنات النعیم جنت میں بہشتی لوگ باغات میں نعمتوں سے بہرہ مند ہیں۔ مفسروں نے فرمایا ہے تاکہ اس بات کو سمجھائیں گے کہ قرب الٰہی کے علاوہ جو کہ روحانی نعمت ہے اور بھی نعمتیں اور لذتیں ہیں اسی وجہ سے پروردگار نے اس آیت کو ذکر فرمایا ہے کہ جنتی لوگ حور اور جنتی غذاؤں سے بہرہ مند اور مستفید ہوں گے اور ان نعمتوں کے علاوہ خدا کے قریب ہونے کی وجہ نعمت میسر ہوگی۔ پیامبر گرامیؐ کی روایت کے مطابق بہشتی طعام ایک لاکھ مزے رکھتا ہے جس میں مومن کو ایک لحمہ میں سارے کے سارے مزے ملیں گے اور سارے مزے چکھے گا اور اس سے بہرہ مند ہوگا۔

سبقت کرنے والے گزشتہ امت میں زیادہ ہیں

ثلة من الاولین و قلیل من الآخرین "بہت سارے پہلے والوں میں سے اور بہت کم تعداد میں آخری میں سے ہیں" ثلة سے مراد گروہ ہے یعنی سابقین کا گروہ پہلے والی امت جو کہ آدمؑ ابوالبشر سے حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰؐ تک ہے یہ امت سابقہ میں جن میں سابقین (سبقت کرنے والے) زیادہ ہیں جبکہ حضورؐ کے زمانے سے قیامت تک کی امت کو آخرین امت کہتے ہیں۔ ہیں اسی مناسبت سے پیغمبرؐ کو آخرالزمان پیغمبر کہتے ہیں۔ ان کی

امت میں کم لوگ سبقت کرنے والے ہوں گے۔

یہ بات تو واضح ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی امت کی تعداد اور ان کی پیروی کرنے والوں کی تعداد حضور کی امت سے زیادہ ہے۔ کیونکہ وہ صدیاں جو کہ گذشتہ پیغمبران میں گزری ہیں ایک طرف جبکہ آخر الزمان پیغمبرؐ میں جو صدیاں گزری ہیں وہ ایک طرف لہٰذا ظاہر ہے سابقین پیغمبرؐ کی امت کی تعداد کے لحاظ سے سابقین اور سبقت کرنے والے بھی زیادہ ہوں گے۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ دوسری امت میں سبقت لے جانا اس امت محمدیؐ کے مقابلے میں برتر ہے کیونکہ شیطان اپنے مختلف پھندوں اور ہتھکنڈوں کے ساتھ پھانستا ہے اگر کوئی سابقین میں سے ہونا چاہتا ہے تو اسے ہر ہر چیز کو درگزر کرنا ہوگا اسی وجہ سے اس امت میں سبقت کے خریدار کم ہیں۔

مسلمان بہشتی اور جنتی دیگر امتوں سے زیادہ ہیں

بعض مفسروں نے یہ کہا ہے کہ آیت شریفہ جو گروہ سابقین کو پہلے کی امتوں میں زیادہ اور آخری امت میں کم بتارہی ہے یہ پیغمبرؐ کی اس روایت کے ساتھ تضاد رکھتی ہیں جن میں پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ اہلِ بہشت(۱) کی 120 ایک سو بیس صفیں ہیں جن میں سے 80 اسی صفیں میری امت سے ہوں

(۱) قال رسول اللہؐ اہل الجنہ عشرون ومائۃ صف ...... بحار الانوار جلد ۳ صفحہ ۲۰۰

گی یعنی 2/3 یعنی تین حصے میں سے دو حصے مسلمان ہوں گے۔ تضاد نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں روایت میں جو بہشتی اور جنتی استعمال ہوا ہے اس سے مراد اصحابِ یمین ہے جو مسلمانوں میں زیادہ ہیں۔ لیکن سابقین (سبقت لے جانے والے) دیگر امتوں میں زیادہ ہیں اور سچ ہے سابقین کی راہ جو کہ مشہور تعبیر کے مطابق شمشیر سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک گزرگاہ ہے اور واقعی ایسے چاہئے کہ مجاہدہ کرے تاکہ سابقین میں سے قرار پائے۔

پیغمبرؐ کا زمانہ بہترین زمانہ ہے

اس آیت شریفہ کی دوسری وجہ یہ ہوسکتی ہے ثلۃ من الاولین و قلیل من الآخرین میں اولین اور آخرین سے مراد اسی امت کے اولین اور آخرین زمانے والے مراد ہوں۔ یعنی سبقت لے جانے اس امت کے پہلے زمانے کے افراد زیادہ ہیں جبکہ اس امت آخری زمانے والے کم ہیں یعنی اوائل اسلام میں سابقین زیادہ ہیں لیکن آخر زمانے میں کم ہوگئے، جتنا زمان رسولؐ سے نزدیک تر ہیں سابقین زیادہ ہیں اور جوں جوں زمانہ پیغمبرؐ سے دور ہوں گے سابقین بھی کم تر ہوتے جائیں گے اور باالفاظ دیگر یہ تمام باتیں اسی حدیث شریف کی طرف بازگشت کرتی ہیں جن میں رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ "خیر القرون قرنی ثم ما والاھا(۱) کہ بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے

(۱) للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ ...... اور (سورۃ بقرہ۲: آیت ۲۷۳)

پھر اس کے بعد میرے زمانے کے بعد کا زمانہ یعنی جتنا پیغمبرؐ کے زمانے سے دور ہوں گے اتنی ہی خرابیاں زیادہ ہوں گی۔

مہاجرین نے دنیا کو نظر انداز کر دیا

پیغمبرؐ کے زمانے میں اگر ملاحظہ کریں تو ۴۰۰ آدمیوں نے اپنے گھروں کو کافروں (مشرکین) کے خوف سے چھوڑ کر پیغمبر گرامیؐ کے ساتھ ہجرت کی اور اپنی ہستی اور سرمایہ کو پس پشت ڈال دیا تا کہ اپنے دین کی حفاظت کر سکیں۔ مدینہ میں بہت تنگ دستی اور فقیر کے حالت میں فرمان خدا و فرمانِ رسولؐ کا اجراء کیا۔ جب زکات سے متعلق خبر پہنچی پیغمبر اس کے ذریعہ سے ان کی ضروریاتِ زندگی مہیا فرماتے تھے اور ایک مٹھی بھر کھجور سے گزارا ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کی مدح فرمائی ہے اور پیغمبر کو سفارش کی کہ اپنی نگاہیں ان فقراء کی طرف سے نہ موڑنا۔(۱) ایک روز کا واقعہ ہے کہ ان اصحاب میں سے کسی ایک نے پیغمبرؐ سے اظہار کیا کہ کیا ہماری خوراک اسی ایک مٹھی بھر کھجور میں منحصر ہو کر رہ گئی ہے تو رسول خداؐ نے فرمایا کہ میرے بعد دنیا کا رخ تمہاری طرف ہو جائے گا۔ حاضرین میں سے کسی نے پوچھا کہ کیا ہماری عمر کا جزء بھی ہے؟ تو رسولؐ نے فرمایا یہ زمانہ بہتر ہے میں ڈرتا ہوں کہ

---

(۱) سورۂ کہف ۱۸: آیت ۲۸

دنیا پھر کہیں تم پر رخ کرے اسی طرح ہوا بھی یعنی کونسا فساد ہے جو کہ پیغمبر کے بعد نہ ہوا اور کتنے امتحان ہوئے مال اور جان کے سلسلے میں جس میں پورا اترے؟

وفات سے قبل رسول خداؐ، بقیع میں آئے اور اہلِ قبور کو سلام کیا پھر فرمایا کہ تمہاری حالت پر خوشی ہے کہ کتنے اچھے وقت مرے کیونکہ فتنے مسلمانوں پر کالے بادل کی طرح منڈلا رہے ہیں۔

سب سے برا زمانہ ہمارا زمانہ ہے

(کتاب من لا یحضرہ الفقیہ) کی روایات میں نقل ہوا ہے کہ امام امیرالمومنینؑ نے آخری زمانے کے بارے میں جو کہ امام مہدیؑ کے قیام سے پہلے کا زمانہ ہے فرمایا ہے کہ اس زمانے کی عورتوں سے مربوط ہے فرماتے ہیں "محاجبات عاریات" پردے میں رہنے کے باوجود عریاں ہیں اس کے بعد وہ جملہ ادا کرتے ہیں جو کہ ہماری بحث سے مربوط ہے کہ وھو شر الازمنہ کہ وہ بدترین زمانہ ہوگا۔ آج فقط اسلام کا نام ہے "لا یبقی من الاسلام الا اسمہ" یہ سب تمام لوگ جو آخرت کی باتوں سے غافل ہیں اور سننے کے لئے تیار نہیں ہیں کیونکہ ان کے نزدیک دنیا اہم ہے اور آخرت کو کھیل سمجھتے ہیں۔

مومن کے لئے تکیہ اور راحت بہشت میں ہے

علی سررٍ موضونة متکئین علیها متقابلین

(سرر) سریر کی جمع ہے جس کے معنی تخت کے ہیں موضونۃ کا مطلب زرباف یعنی ایسا تخت جو کہ سونے اور جواہرات سے مزین ہوا ہے اس کے اوپر ایک دوسرے کے سامنے تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے تکیہ اور راحت مومنین بہشت میں ہے۔ ان لوگوں کے لئے ہے جو سابقین (سبقت حاصل کرنے والے) ہیں جنھوں نے دنیا کو تکیہ اور رہنے کی جگہ قرار نہ دیا ہو ان جاہلوں کے برعکس جنھوں نے دنیا کو ہی آسائشگاہ سمجھ لیا ہے حالانکہ دنیا آرام کی جگہ نہیں ہے کام کرنے کی جگہ ہے۔ اپنی خوشیوں کو بعد کے لئے رکھو۔

مومن کے لئے کوئی راحت سوائے ملاقات خدا نہیں ہے "لا راحة للمومن الا عند القاء اللہ" جواہرات سے مزین تخت مومن کے سلطنت ہے جو کہ بہشت میں ہوگا جن کی لمبائی ۶۰ ذراع (ہاتھ) اور چوڑائی چالیس ذراع (ہاتھ) ہے جو کہ انواع واقسام کے جواہرات لولو اور یاقوت اور مرجان سے آراستہ ہوگا جس کا ایک دانہ کسی بھی سلطان اور بادشاہ کے پاس نہ پایا گیا ہوگا۔ غرض کہ متکئین یعنی تکیہ لگانے والے اشارہ ہے آرام اور استراحت کی طرف کہ مومن کا آرام اور استراحت آخرت میں ہے کیونکہ سابقین کے لئے دنیا میں زحمت اور مجاہدہ کے علاوہ کوئی چیز نہ تھی۔ یہ لوگ دائمی طور پر اپنے نفس سے جنگ کرتے اور حرام کے ترک اور واجب کی انجام دہی میں مجاہدہ کرتے

ن طرح غفلت کو ترک کرتے اور یادِ خدا کرتے ان کے تمام اعضاء وجوارح (شریعت کے) اختیار میں تھے۔ ان کے آنکھیں، کان اور زبان اختیار میں تھے نہ صرف خدا کی رضا کے لئے کام کرتے تھے بلکہ بعض اوقات مباح کاموں سے بھی پرہیز کرتے تھے تاکہ سفرِ آخرت میں بوجھ نہ بڑھ جائے۔ بہتر ہے کہ اس کی تفصیل حکایت کی ضمن میں بیان کی جائیں۔

حضرتِ یحییٰؑ پیغمبر کی شیطان سے گفتگو

جب ابلیس، حضرت یحییٰؑ کے سامنے آشکار ہوگیا مختلف شکلوں اور لباس کے ساتھ تو حضرت یحییٰؑ نے اس سے پوچھا کہ یہ محدود لباس اور شکلیں کیا ہیں؟ یہ مختلف پھندے ہیں جس سے میں اس کی مناسبت سے فریب دیتا ہوں۔

حضرت یحییٰ نے پوچھا کہ کیا میرے لئے بھی کوئی پھندا ہے شیطان نے کہا ہاں ہے (حضرت یحییٰؑ جن کو خدا نے چار سال سے حکمت عطا کی تھی) نے فرمایا کس طرح؟ تو شیطان نے کہا کہ جب آپ کھانا کھاتے ہیں تو آپ کے سامنے آتا ہوں تاکہ آپ زیادہ لقمہ اٹھائیں اور کھائیں تاکہ زیادہ کھا کر سوئیں اور عبادت کے لئے دیر سے اٹھیں۔

یہ وہ مباح کام ہے جو کہ عبادت کی راہ میں رکاوٹ ہے اگرچہ مختصر صحیح لیکن حضرت یحییٰؑ عہد کیا کہ جب تک زندہ ہیں رات کو سیر ہو کر نہ کھائیں گے

اور شیطان نے بھی عہد کرلیا کہ کبھی بنی آدم کے سامنے اپنا راز فاش نہ کرے گا۔

بہر حال مومنِ کامل یعنی سابقین دنیا میں زحمت میں ہیں یہ اس وقت راحت میں ہوں گے جب اس تخت پر جس کو خدا نے ان کے لئے معین کیا ہے تکیہ لگائیں گے۔

بحارالانوار کی تیسری جلد میں مروی ہے کہ جب مومن کی میت کو غسل کی جگہ پر رکھا جاتا ہے تو مومن کی روح اس کے اوپر ہوتی ہے تو فرشتہ روح سے کہتا ہے کہ تو کیا چاہتی کہ تجھے اس بدن میں دوبارہ بھیج دیا جائے تو روح کہے گی کہ نہیں؟ میں نے تو ابھی اس سے پیچھا چھڑایا ہے ایک عمر زحمت کی ہے ایک عمر نہیں سو سکی، اور عبادت کی وجہ سے رات بھر جاگ کر گزاری۔

مومنین کی محبت کی لذت ایک دوسرے کے ساتھ

متقابلین یعنی ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہونا تقابل، ایک دوسرے کے سامنے ہونا، بہشت کی نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ ہے کہ مومنین ایک دوسرے کی موجودگی اور ان کے آمنے سامنے رہ کر لذت اٹھائیں گے اور ایک دوسرے سے باتیں کر کے لذت اٹھائیں گے اور ان انوارِ الٰہی سے جو کہ اس کے دوست میں ظاہر ہوگا دوسرا دوست بھی بہرمند ہوگا۔

بہشت میں کسی قسم کا کینہ اور حسد نہ ہوگا سب آپس میں بھائی بھائی ہوں گے۔ مومن کے مقام سے نہ صرف یہ کہ حسد نہیں ہوگا بلکہ اس کے مقام

سے خوشحال ہوں گے۔ جہنمیوں کے بالکل خلاف جہاں پر ایک جہنمی دوسرے جہنمی کے مجاورت اور ہم نشینی میں ہوگا ہر کوئی اپنے زنجیروں میں دکھ درد میں ہوگا اور روایت کے مطابق اپنے شیطان کے ساتھ زنجیروں میں جکڑا ہوگا اور زبانوں اور گالیوں کی وجہ سے گرفتار ہوگا۔

رسول اللہؐ فرماتے ہیں: جہنمی اپنے پڑوسی کے ڈر سے کہ کہیں وہ اس کے غم میں خوش نہ ہو نالا وفریاد نہ کرے گا۔ ومع الشیاطین فلا تغلینا کہ خدایا ہمیں شیطان کے ساتھ زنجیر نہ پہنا۔

اہل بیتؑ کے ساتھ پڑوسی ہونے کی نعمت

بہشت کی تین نعمتیں ایسی ہیں جو سب سے بالاتر ہیں (۱) نعمت خلود یعنی جنت میں ہمیشہ رہنے کی نعمت بہشت رضوان یعنی (خوشنودئ خداوند) خدا کی رضا حاصل ہے بہشتیوں کو جو کہ نعمتِ روحی ہے اہلبیتؑ کے لئے تیسری نعمت جس کو ہم بیان کرنا چاہ رہے ہیں وہ نعمت ہے یہ کہ جنتی لوگ اہل بیتؑ کے ہمسایہ ہوں گے اور ان سے اور ان کے نور سے بہرہ مند ہوں گے۔

اگرچہ ہم خود کو اس لائق نہیں سمجھتے کہ اتنے کم عمل کے ساتھ اور اتنے سنگین بوجھ کے ساتھ اس مقام تک پہنچیں لیکن حق کی رحمت اور آقاؤں کا لطف وکرم وسیع ہے۔ (شفاعت اہلبیتؑ کے طفیل)

---

(۱) سورۂ حجر ۱۵: آیت ۴۷

درس ۱۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یطوف علیھم ولدان مخلدون باکواب و اباریق کاس منّ معین لایصدعون عنھا ولا یُنصزِفُون وفاکھۃ ممایتخیرون ولھم طیر ممایشتھون

بہشت کے خادم کونسے لوگ ہیں

ان بچوں کو جو بلوغ کی عمر تک نہ پہنچے ہوں ولد کہا جاتا ہے جبکہ مخلد کا معنی ہمیشہ، ہیشگی ہے۔ اس لحاظ سے آیت کا ترجمہ اس سے طرح سے ہوگا کہ ان کے اطراف میں وہ لڑکے جو ہمیشہ جوان ہیں (ان کی خدمت) کے لئے چلتے رہیں گے اور یہ خوبصورت جوان ہوں گے جن کی حسن وزیبائی ان کی جوانی کی طرح سے ہمیشہ رہے گی۔

بعض مفسرین نے احتمال دیا ہے کہ مخلد، خلد گوشوارہ اور زینت کے معنی میں آیا ہے یعنی وہ لڑکے جو مومنین کی خدمت کے لئے مامور ہوں گے ان کی آرائش زرین گوشواروں سے کی گئی ہوگی۔

یہ خادم کون لوگ ہوں گے؟ بعض احتمال دیا ہے کہ یہ وہ مخلوق ہوگی جو کہ خود بہشت میں پیدا کی گئی ہوگی جس طرح سے حورُالعین جنت میں خلق کی گئی ہیں۔ لیکن امام علیؑ سے جو روایت پہنچی ہے اس میں ان لڑکوں کو کفار کی

اولاد اور مشرکین کی اولادوں میں سے قرار دیا گیا ہے جو کہ بلوغ کی عمر تک پہنچنے سے پہلے مرچکے ہیں۔

مسلمانوں کی اولادیں جو کہ سن بلوغ سے پہلے فوت کر گئے ہیں ان کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ بہشتی میں اگر ان کے ماں باپ جنتی ہوئے یہ بچے ان کے ساتھ محشور ہوں گے اور اس روایت کی بناء پر جو ہم تک پہنچی ہے کہ اگر بچہ شیر خوار تھا مر جائے تو وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی کفالت میں ہوں گے تا کہ روز قیامت وہ بچے اپنے والدین کے ساتھ پہنچ جائیں گے البتہ یہ بات قدر مسلم ہے کہ وہ بچے جو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سارہؑ کے زیر کفالت پرورش پائیں گے وہ شیعان علیؑ کے بچے ہوں گے۔

بغیر کسی حجت کے کسی پر عذاب نہیں دیا جائے گا

کفار مشرکین کے بچے دنیا میں بلوغ تک پہنچنے سے پہلے اپنے والدین کے تابع ہیں اور نجس ہیں اگر مر جائیں اس حدیث کے مطابق جس میں حضرت عبداللہ بن سلام نے حضرت رسول خداؐ سے پوچھا کہ کوئی ایسی قوم ہوگی جن پر بغیر کسی حجت کے عذاب کیا جائے؟

حضرت نے فرمایا "معاذ اللہ نہیں ایسا نہیں ہے۔"

پھر عبد نے پوچھا کہ کیا کفار و مشرکین کے بچے جنتی ہیں یا جہنمی ؟ اگر بہشتی ہوں تو وہ مستحق عذاب نہیں ہوں گے یعنی ان پر کوئی تکلیف نہ ہوگی۔

اس روایت شریفہ کا حاصل یہ ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ خداوند تعالی
اُن کے اوپر حجت تمام کردیگا۔ سب کو ایک جگہ جمع کرے گا اس وقت نداء آئے
گی ما الھکم وما تعبدون "کہ تمارا کونسا دین ہے اور تمہارا خدا کون ہے
اور کس کو پوجا و عبادت کرتے ہو؟"

پھر وہ لوگ کہیں گے کہ:

"پروردگار تو گواہ ہے کہ ہم دنیا میں بالغ ہونے سے پہلے دنیا سے
رخصت ہو گئے تھے۔"

نداء آئے گی کہ:

اگر میرا فرمان و حکم تم تک پہنچتا تو کیا اطاعت کرتے؟

وہ لوگ کہیں گے کہ:

"جی ہاں"

پھر نداء آئے گی کہ:

"محشر کے کونے میں دیکھو۔ وہاں آگ ظاہر ہوگی پھر انہیں حکم دیا
جائے گا کہ وہ لوگ آگ میں چلے جائیں۔"

(یہ ندا سنتے ہی) وہ لوگ دو گروہوں میں بٹ جائیں گے ایک گروہ
ز فرمان کو قبول کرتے ہوئے) آتش میں چلا جائے گا جبکہ آگ انہیں نہیں
جلائے گی یہ گروہ بہشت میں چلا جائے گا۔ یہ (والدان مخلدون) ہیں۔ یہ جنتی

لوگوں کے خادم ہوں گے جنہوں نے امتحان میں کامیابی حاصل کی۔

لیکن دوسرا گروہ نافرمانی کرے گا اور آگ میں نہیں جائے گا یہ گروہ
مورد عذاب واقع ہوگا۔ یہ لوگ کہیں گے کہ ہمارا گناہ کیا ہے؟ تو آواز آئے
گی کہ:

" یہاں پر بغیر کسی واسطے کے ہم نے تمہیں امر (حکم) کیا تم نے
نافرمانی کی کیا دنیا میں (جہاں امر (حکم) واسطے کے ذریعے سے) ہوتا تم
اطاعت کرتے (۱)؟

مستضعفین کی جگہ اعراف ہے

دوسری روایت میں اس طرح سے ہے کہ کفار و مشرکین کی وہ
اولادیں جو بلوغ سے پہلے مرگئیں ہیں جیسے دیوانے اور ہروہ جو ضعیف العقل
ہوں اور نا سمجھ اور ہر جاہل جو قاصر ہو کہ جس نے دنیا میں اسم خدا اور آخرت نہ
سنا ہو مثلا وہ جنگلوں میں یا پہاڑوں کے اوپر زندگی گزارتا رہا ہو یعنی ہر شخص
جس پر حجت تمام نہ ہوئی ہو (یہ تمام کے تمام) مستضعفین ہیں اور انہوں
قیامت میں اعراف یعنی جنت اور دوزخ کے درمیان انہیں جگہ دی جائے گی۔
ان پر نہ ہی عذاب ہوگا نہ ہی نعمتیں ہونگی۔ کیوں کہ جنت کے لئے ضروری ہے
کہ ایمان ہمراہ ہو اور جہنم اہل کفر و جرم کی جگہ ہے جبکہ یہ ان لوگوں نے جن

(۱): جلد ۳۔

جنتیوں کا کام کئی نہ ہی دوزخی امور انجام دیئے۔

خدا عادل ہے اور کسی پر ظلم وستم نہیں کرتا ہاں پروردگار کے فضل کی امید کرنی چاہئے اللھم عاملنا بفضلک ولا تعاملنا بعدلک اس بناء پر اس آیت کا معنی واضح ہو جاتا ہے کہ بہشت میں جو خادم ہوں گے وہ خوبصورت لڑکے ہوں گے جو ہمیشہ جوان اور زیبا و خوبصورت ہوں گے اور خدمت کرتے رہیں گے۔

جنتی ظروف سے ان کی پزیرائی کی جائے گی

باکواب واباریق وکاس من معین وہ برتن جس میں دستہ اور ٹونٹی نہ ہو اسے کوب کہتے ہیں اور اس کی جمع اکواب ہے جبکہ وہ برتن جس میں ٹونٹی ہو اور دستہ ہو اسے ابریق کہتے ہیں جس کی جمع اباریق ہے جبکہ بعض نے کہا ہے کہ ابریق اصل میں فارسی زبان کا آبریز تھا اس کو عربی بنا کر ابریق کرلیا گیا ہے جبکہ دوسری مناسبت یہ ذکر کی گئی ہے اس کی براقیت سبب بنی ہے کہ اسے ابریق کہا جائے۔

(کاس) کے معنی جام کے ہیں بہشتی خادم (جس کا ذکر پہلی والی آیت میں گزر گیا) ان ظروف کو جام کے ساتھ اہل ایمان کی خدمت میں پیش کریں گے جبکہ ابریق ہاتھ دھونے کے لئے اس وقت (معین) یعنی شراب سے بہشتیوں کی پزیرائی کریں گے۔

(معین) پاک اور خالص شراب کو کہتے ہیں بہشتی شراب جو کہ پاک ہے اور ہوش و وجت اور ہے یہ دنیاوی شراب کے ساتھ اسم میں (لفظ میں) شریک لیکن معنی کے اعتبار سے مختلف ہے حقیقت میں یہ دونوں دو مختلف چیزیں ہیں۔

بہشتی شراب میں سر کا درد اور بے ہوشی نہیں ہے

لایصدعون عنھا ولا ینزفون

”اس (شراب) سے سر کا درد نہیں ہوگا اور وہ بے ہوش بھی نہیں ہوں گے“

دنیا کی شراب میں چار خرابیاں ہیں۔ اول جو شراب پئے گا وہ صدع یعنی سر کے درد میں مبتلا ہوگا۔ دوئم مست ہو جائے گا اور اس کی عقل ضائع ہو جائے گی۔ سوئم الٹی (قے) کرے گا۔ چہارم پیشاب زیادہ کرے گا یہ تمام شراب کی گندگی کا نتیجہ ہیں۔

لیکن بہشتی شراب اس کے بالکل برعکس ہے نہ اس میں درد سر ہے نہ بے ہوشی اور نہ مستی بلکہ بہشت کی شراب ہوش کو زیادہ کرتی ہے اور ادراک میں وسعت لاتی ہے اور خدا کی دوستی کو زیادہ کرتی ہے جس سے نشاط بھی زیاہ ہوتا ہے۔

اسی وجہ سے فرمایا ہے کہ: لا یصدعون عنھا کہ بہشتی مومنین کے شراب پینے کی وجہ سے سر میں درد نہیں ہوگا و لا ینزفون اور نہ اس کی عقل ضائع

ہو گی بلکہ مزید ہو گی اور محبت میں اضافہ ہو گا لایصدعون کا دوسرا معنی یہ ہے
کہ ہرگز انہیں شراب سے منع نہیں کیا جائے گا اور جب بھی شراب کا ارادہ
کریں گے ان کی خدمت میں حاضر کی جائے گی۔

جنت کے میوے اور مرغ کا گوشت

"وفاکھة مما یتخیرون"

اور میوے جن کو وہ اختیار کرتے ہیں جنت کے خدام بہشتی میوے جن
کی طرف جنتی مومنین مائل ہوں گے آمادہ کریں گے بہشتی میوے خرابی اور
وزن والے نہیں ہوں گے جتنا چاہیں گے اتنا کھا سکتے ہیں۔

"ولحم طیر مما یشتھون"

پرندوں کا گوشت ان چیزوں میں جس کی وہ رغبت رکھتے ہیں۔
تفاسیر میں وارد ہوا ہے کہ بہشتی مرغ بات کرے گا جس طرح سے دوسرے
بہشتی اجزاء حیات رکھتے ہیں مثلاً پتے اور پرندے حتیٰ حوروں کے پازیب بھی
باتیں کریں گے واقعی وہ عالم عالم مادی سے بالاتر ہے۔ دوسری بعض تفسیروں
میں وارد ہوا ہے کہ جنت کے پرندوں میں سے کوئی پرندہ درخت کی کسی شاخ
پر بیٹھا ہو گا اور مومن سے باتیں کرے گا کہ اے خدا کے ولی میں ایسا پرندہ
ہوں جس نے تمام چشموں سے پانی پیا ہے اور کوئی ایسا چشمہ نہیں ہے جو رہ گیا
ہو۔ اور اسی طرح تمام جنتی میوے استعمال کئے میرا گوشت انہی سے بنا

کیا تو میرا گوشت کھانے کی طرف مائل ہے؟ مومن کہے گا "ہاں" پرندہ اپنے
آپ کو اس مومن کے سامنے لے آئے گا اور پر مارے گا اس کے ہر پر سے
ایک خاص قسم کا گوشت برآمد ہو گا ان گوشت میں ہر ایک کا ذائقہ مختلف ہو گا
اور اس طرح مومن تناول کرے گا پھر وہ پرندہ دوبارہ پرواز کر جائے گا۔

مومن کی جنت میں توانائی

مروی ہے کہ مومن کی جنت ایک ایسا محل ہے جس میں (۷۰) ستر گھر
ہیں جو یاقوت سرخ سے بنے ہیں اور ہر خانے میں ایک تخت ہے جس پر ۷۰
کھانے رکھے ہوئے اور ہر کھانے کا رنگ ستر قسم کا اور مومن ان تمام سے
استفادہ کریگا اور تمام حوروں سے جو اس کے لئے آمادہ کی گئی ہیں، استفادہ
کریگا۔

سچ ہے بقول معصوم امیر المومنین علیؑ کہ بہشت کے طالب کتنے کم
ہیں میں نے نہیں دیکھا ہے کہ جنس اور متاع اتنا گراں بہا ہو اور خریدار کم
ہوں۔ ایسے مقام کے لئے ہر شخص کو راغب ہونا چاہئے اور اپنی عمر اس کرامت
میں صرف کر دینی چاہئے اور جس نے بہشت کو پہنچان لیا اُسے دنیا فریب نہیں
دے سکتی۔

حضرت امام علیؑ کا فرمان جنت اور طالب جنت کے بارے میں

-- حضرت امیر المومنینؑ خطبہ نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں خداوند عالم نے

مہمان خانہ کو اپنی عظمت کے اعتبار سے بنایا ہے اور اس میں ہر قسم کے مشروبات اور کھانے رکھے اور اپنے قاصد کو بھیجا تا کہ لوگوں کو اس مہمان خانے کی طرف بلائے۔ لیکن افسوس لوگوں نے اس دعوت کو قبول نہ کیا اور شوق کے ساتھ نہ آئے ہاں! یہ لوگ گری ہوئی چیز کے طالب ہیں یہ کتے کی صنف کے ہیں جو لاش خور ہو اور مُردار کے کھانے کے لئے بیٹھا ہے یعنی (دنیا کی طرف بیٹھا ہے) ایسا لگتا ہے جیسے خدا نے اسے صرف دنیا کی لے لئے خلق کیا ہو۔

درس ۱۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وحورعین کامثال اللؤلؤ المکنون

بہشت کے اسباب لذت میں سے بہترین حور ہے

اللہ کی نعمتوں میں سے جو کہ جنت میں دی جائے گی ایک حور العین ہے روایت کے مطابق جو کہ حضرت امام صادقؑ سے منقول ہے امامؑ فرماتے ہیں" بہشتیوں کے لئے کوئی نعمت بھی حور العین سے بڑھ کر نہیں۔ البتہ جسمانی نعمتوں میں سے۔ لیکن روحانی نعمتوں کا مقام سب سے بالاتر ہے۔"

حور کے معنی سفید اندام، سفید جسم کے ہیں اس کے حور نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کو دیکھنے کے بعد عقل انسانی حیران ہو جائے گی کہ کتنی لطیف وعجیب مخلوق ہے!

جبکہ عین آنکھ کے معنی میں ہے وہ بھی بڑی آنکھ اور اس میں سیاہ پتلی، انتہائی سیاہ جبکہ اطراف کی سفیدی انتہائی سفید ہوگی۔ حوروں کی خوبصورتی اور جمال کے بارے میں بہت سی روایاتیں ہم تک پہنچی ہیں بعض روایات میں ارشاد ہوا ہے کہ حوروں ستر لباس پہنیں گی اور ہر لباس اپنا مخصوص رنگ رکھتا ہوگا۔ اس کے باوجود حوروں کا

لطیف جسم نمایاں ہوگا۔ دوسری روایت میں وارد ہوا ہے کہ ان کی
پاؤں کی ہڈیوں سے گودی تک جھلک رہی ہوگی۔ یا اس طرح سے
بیان ہوا ہے کہ ان کا جگر آئینہ کی طرح ہوگا کہ جسمیں مومن اپنی
صورت دیکھے گا۔ اور حور کے گلے کا ہار مومن کے سامنے مسکرائے گا
جو مومن کی نشاط کا باعث ہے اور حوروں کے پازیب مختلف نغمے
سنائیں گے۔

سکہ کا پانی کے ذخیرے سے جھلکنا

جیسا کہ ہم نے کہا کہ حور کا بدن ستر لباس کے باوجود نظر آئے گا تو راوی
نے عرض کی کہ موئی کس طرح ممکن ہے؟؟ امامؑ نے مثال دے کر بتایا کہ جیسے کوئی
سکہ گہرے صاف پانی میں گرنے کے بعد بھی نظر آتا ہے۔ البتہ یہ مثال جو امامؑ نے
بیان فرمائی یہ اس کے تعجب کو دور کرنے کے لئے ہے ورنہ وہاں کی لطافت ان مادی
لطافت مثلاً ہوا اور پانی سے قابل قیاس نہیں ہے دنیا میں جمال نہیں ہے بلکہ کثافتِ
جسم ہے اور جن میں مادہ غالب ہے لیکن عالم بالا میں لطافت غالب ہے۔

راوی نے عرض کی کہ کیا حور باتیں کرے گی؟ امامؑ نے فرمایا: ہاں! دلکش
باتیں کریں گی۔ کہیں گی ہم مومنین کے لئے نعمت ہیں۔ ہم ہیں جو بہشت میں ہمیشہ
رہیں گے ہم ہیں جو اپنے شوہروں سے راضی ہیں۔ خوشحال ہے وہ جو ہمارے لئے
اور ہم اس کے لئے خلق ہوئی ہیں۔

فضل کی زیادتی مومن خدا کے لئے

دوسری حدیث امام صادقؑ سے منقول ہوئی ہے اور اس میں چند نکالت
قابلِ ذکر ہیں جو توجہ طلب ہیں یہ کہنے کے بعد کہ مومن کے لئے بہشت میں ایک
محل ہوگا جس میں ستر گھر ہوں گے اور گھر میں ستر تخت ہوں گے اور ہر تخت پر ستر
فرش ہوں گے اور ہر فرش پر حواریں ہوں گی اور مومن کی طاقت سو مردوں کے برابر
ہوگی وہ ان تمام سے بہرہ مند ہوگا۔ حضرتؑ نے تفصیل بیان کی جو بطور خلاصہ یہاں
بیان کر رہے ہیں کہ:

مومن کھانے اور پینے کے بعد بہشت کی حوروں سے مانوس ہوگا اپنے
میں ایک تازہ نور طلوع کرے گا جو پہلے والے نور پر غالب آجائے گا اور ایک
روایت کے مطابق چالیس ہزار گنا زیادہ نور بیدار ہو جائے گا تو مومن ملائکہ سے
پوچھے گا کہ یہ نور کیسا ہے؟ کیا یہ نور تجلیاتِ الٰہی میں سے ہے؟

اسے جواب دیا جائے گا ''قدوس، قدوس جلّ جلال لہ'' یہ انوارِ الٰہی میں
سے نہیں ہے بلکہ یہ نور تیری حوروں میں سے کسی ایک کا ہے جب تمہیں اس نے
دیکھا تو خوشی سے تبسم کیا یہ نور اس کے تبسم کرنے کی وجہ سے اور تیرے ساتھ ملاقات
کے شوق کی وجہ سے ہے۔ پھر مومن اسے بلائے گا ایک ہزار خادم اور ایک ہزار
خادمائیں اس حور کو اس کے لباس کیساتھ لے آئیں گی اور خادم کے ہاتھ میں ایک
طشت ہوگا جو اس کی راہ میں نثار کر یگی۔ مومن حیران ہو جائے گا حوروں کے جمال

کو دیکھنے کے بعد اور پھر اس سے معانقہ کرے گا جو کہ چالیس سال طویل ہوگی۔

اسی روایت میں وارد ہوا ہے کہ مومن اس سے پوچھے گا تو کون ہے؟

تو وہ کہے گی کیا قرآن کی آیت تو نے پڑھی ہے کہ "ولدینا مزیدا" کہ ہمارے پاس اور بھی زیادہ ہے میں زیادتی فضل پروردگار ہوں یعنی جتنا تیرا استحقاق تھا اس سے زیادہ۔ یہ معمولی سی عنایت ہے تجھ پر حضرت حق کی طرف سے یہ عنایت خاص ہے جو کہ کسی کی کوشش کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ صرف فضل خدا ہے۔

نیک بیوی کا جمال حوروں سے زیادہ ہے

جب مومن اس حور کے ساتھ سرگرم عمل ہوگا ناگاہ اس وقت ایک دوسرا نور طلوع کرے گا جو اس کے نور سے چالیس ہزار گنا زیادہ ہوگا وہ مومن پوچھے گا تو کون ہے؟ تو وہ جواب دے گی کہ میں تیری نیک اور صالح "بیوی" ہوں۔

اور ہر دو رکعت نماز جو مومن اور مومنہ پڑھتے ہیں ان کے نور میں اضافہ ہوتا ہے پیغمبر اکرمؐ سے سوال کیا گیا کہ:

کیا وجہ ہے کہ زن مومنہ کا نور اور جمال حوروں سے زیادہ ہوگا؟

حضورؐ نے فرمایا:

"کیونکہ مومنہ نماز پڑھتی تھی جبکہ حور بہشت میں بنائی گئی ہے جبکہ زوجہ مومنہ نے یہ نور و جمال نماز کی وجہ سے کسب کیا ہے (البتہ نماز ہو نہ کہ اٹھک اور

بیٹھک بغیر کسی حضور قلب اور طہارت کے)"

اس وقت اس کے سیدھے بازو پر نور کے قلم سے لکھا ہوگا (الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ) شکر خدا وہ وعدہ جو ہم سے کیا گیا وہ وفا کیا گیا۔

درس ١٧

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وحور عین کا مثال اللؤلؤ المکنون جزاء بما کانو یعملون

جنت کے اسبابِ لذت میں حور بہترین لذت ہے

بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ حور مادہ حیرت سے ماخوذ ہے اور اسے حور اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ پروردگار نے اسے اتنا جمال عطا کیا ہے جو کہ عقل کی حیرت کا سبب ہے اس طرح سے کہ اس دنیا میں کوئی اس کے دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس ضمن میں کچھ روایتیں منقول ہوئی ہیں جن میں سے بعض میں اس طرح سے تعبیر ہوا ہے کہ اگر "حور اس دنیا میں آجائے تو اس کے نور سے آفتاب بھی ماند پڑ جائے گا جس طرح سورج کی روشنی چاند کی روشنی پر غالب ہوتی ہے اسی طرح حوروں کا نور آفتاب پر غالب ہو جائے گا۔"

بعض روایات میں اس طرح تعبیر ہوا ہے کہ "اگر کوئی حور اس دنیا میں آجائے تو تمام دنیا والے ہلاک ہو جائیں گے"۔ جبکہ دوسری روایت میں وارد ہوا ہے کہ اگر حور کا ایک قطرہ لعاب دھن نمکین سمندر میں گر جائے تو تمام کا تمام سمندر میٹھا ہو جائے گا۔ اگر حور کے لباسوں میں سے ایک لباس اس عالم

میں لایا جائے تو تمام لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور جیسا کہ ہم نے کہا کہ اگر خود آجائے تو تمام لوگ مر جائیں گے۔

جب حضرت یوسفؑ کے جمال کو تحمل نہ کر سکیں

سورۂ یوسف میں قرآنِ مجید نے مصری عورتوں کی حضرت یوسف سے ملاقات اور ان کے اپنے ہاتھوں کے کاٹ ڈالنے کی داستان کو ذکر فرمایا ہے کہ جمال یوسفؑ سے اس قدر بے خود ہو گئیں یعنی کہ لیموں کے کاٹنے کے بجائے اپنے ہاتھوں کو کاٹ ڈالا حالانکہ خداوند متعال نے جو حسن حضرت یوسفؑ کو دیا وہ اس عالم کی حد تک تھا جبکہ اصلی جمال تو بہشت میں ہے۔

بعض مفسروں نے اس طرح سے کہا ہے (ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ) بے شک خداوند لوگوں اور ان کے دلوں کے درمیان حائل ہے۔ یہ اشارہ ہے اس پردے کے طرف جو کہ پروردگار نے اس عالم اور عالم بالا کے درمیان قرار دیا ہے۔ آنکھ اور دل کے درمیان اور عالمِ ملکوت کے درمیان حجاب ہے کیونکہ وہ اس عالمِ دنیا میں عالمِ ملکوت کے درک کی طاقت نہیں رکھتے۔

عذاب کے لحاظ سے بھی اسی طرح ہے کہ اگر ایک قطرے جہنمی کا اس دنیا میں گر جائے تو تمام جگہوں میں آگ لگ جائے گی۔ اگر کسی پہاڑ پر گر جائے ساتوں زمینوں میں سوراخ کر دے۔ لہٰذا دنیا کھیل اور آخرت بڑی اور

حقیقت ہے "الحاقة ماالحاقة وما ادراک ماالحاقه.

چھپے ہوئے موتی درخشاں تر ہوتے ہیں

کا مثال اللؤ لؤ المکنون "بہشت کی حوریں چھپی ہوئی ہیں ان موتیوں کی طرح جنہیں دریا سے نکال کر ڈبے میں بند کردیا جاتا ہے تاکہ گرد وغبار ان تک نہ پہنچے اور قدر محفوظ رہیں اور جب غبار ان تک پہنچے اور ہاتھ بھی نہ لگے زیادہ درخشاں ہونگے۔

"مکنون" یعنی مستور اور پنہاں اس سے بڑھ کر کوئی لطیف تعبیر نہیں ہوسکتی یعنی خدا فرماتا ہے کہ حوریں مروارید کے موتیوں کی طرح پنہاں اور بہت زیادہ درخشندہ اور لطیف ہیں

بہشت کی نعمتیں نیک کردار کا نتیجہ ہیں

جزاء بما کانو یعملون "اس چیز کی جزا ہے جسے وہ لوگ انجام دیتے تھے۔"

فضل الٰہی اپنی جگہ پر لیکن اس کی بنیاد ایمان اور عملِ صالح ہے۔ اگر بے ایمان گئے تو جنت کی بو بھی نہیں سونگھ سکتے اور جنت اس پر حرام ہے۔(۱)

اس بات کا انحصار و میزان آخری گھڑیاں ہیں کہ کس حال میں مرتے ہیں نہیں معلوم کہ آیا آخری وقت ایمان کو اپنے ساتھ لے جائیں گے یا

---

(۱) من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیه الجنة

نہیں؟ (خاتمہ بالخیر ہوسکے گا کہ نہیں) دعائے کمیل کے آخر میں پڑھتے ہیں کہ:

"اے پروردگار اگر تو نے اپنے منکروں کے عقوبت کرنے اور اپنے دشمنوں کو ہمیشہ جہنم کی آگ میں رکھنے کے لئے حکم نہ کیا ہوتا تو آگ کو خاموش کردیتا لیکن تو نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ دوزخ کو کافروں سے بھردے گا۔"

یہ تمام کہ تمام سوز و گداز آخری گھڑیوں اور ساعت کے لئے ہیں ہمیں عنایت فرما کہ آخری وقت با ایمان دنیا سے جائیں۔ محبت خدا واہلبیتؑ کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوں نہ کہ دنیا اور شہواتِ دنیا۔ بلکہ ضمناً معلوم ہونا چاہئے کہ اچھی عاقبت اچھے عمل کا نتیجہ ہے اس حدیث شریف کو ہم نے کئی بار نقل کیا "کما تعیشون تموتون و کما تموتون تبعثون" جس طرح زندگی گزاری (آخر) مرجاؤ گے اور جس طرح مرو گے اسی طرح اٹھائے جاؤ گے۔

پس وہ جو ایک عمر تک با ایمان تھا اور نیک عمل کرتا رہا اس کی عافیت کی خیر ہوگی اور خدا اس بات سے رحیم تر ہے کہ آخری لمحے اسے تنہا چھوڑ دے۔ جو بھی جہنم میں جائے گا اپنے اعتقاد اور عمل کی وجہ سے۔ چنانچہ بہشت بھی اسی طرح ہے جزاء کما کانوا تعملون اچھے اعمال کا نتیجہ (روزِ قیامت) وہ دن ہے جہاں پر ہر شخص اپنے اعمال کو آمادہ پائے گا اپنے

صالح اعمال کا نور اور بُرے اعمال کی ظلمت کو دیکھ لے گا۔ غرض بہشت
میں جانا حوروں کے ساتھ رہنا، بہشتی تخت پر بیٹھنا، خلاصہ بہشتی نعمتوں سے
بہرہ مند ہونا بغیر کسی عمل کے خام خیالی کے سواء کچھ نہیں۔

درس ۱۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جزاءً بما کانوا یعملون لا یسمعون فیھا لغواً
ولا تاثیما الا قیلاً سلاماً سلاماً

روز جزا کا مالک ہونا بہت بڑی خدا کی صفت ہے

قیامت کے ناموں میں سے ایک نام دین ہے جس کے معنی جزاء
کے ہیں۔ حضرت سجاد علیہ السلام دعاء صحیفہ میں عرض کرتے ہیں کہ اے خدا اگر
اولین وآخرین جمع ہو جائیں کہ تیری وصف بیان کریں تو بیان نہیں کر سکتے۔ مگر
یہ کہ تو نے خود قرآن میں اپنی صفت بیان کر دی "مالک یوم الدین" یعنی
اے روز جزاء کے مالک۔

مکلف ہونے کے بعد سے آخری عمر تک ہر چھوٹے بڑے کاموں کا
حساب ہوگا اور قرآنِ مجید کی نصیحت کے مطابق چھوٹے بڑے امور کو (شمار)
کیا جائے گا اور جزاء دی جائے گی اور خداوند کریم تمہارے نیک کاموں کو
ضائع نہیں کرے گا۔

بری باتیں بہشتیوں کے کان نہیں سنیں گے

ظاہری نعمتوں کے ذکر کرنے کے بعد پروردگار نے ایک بڑی روحانی

نعمت کی طرف اشارہ کیا فرمایا لا یسمعون فیھا لغواً ولا تاثیماً یعنی جنتی لوگ جنت میں بے ہودہ باتیں اور گالیاں نہیں سنیں گے۔ لغو اور دشنام جہنمی کے نصیب میں ہے جہنمی لوگ جہنم میں ایک دوسرے کو گالیاں دیں گے اور دوزخ کی روحی عقوبت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جہنمی لوگ سب وشتم میں مبتلا ہونگے اور ایک دوسرے پر تہمتیں لگائیں گے ایک کہے گا تیری وجہ سے میں جہنم میں پہنچا دوسرا کہے گا تیرے گناہوں کی وجہ سے یہ سب ہوا ہے دوسرا کہے گا کہ تو نے مجھے ہلاک کیا۔

تاثیم ، ۃ اثم سے ماخوذ ہے جس کے معنی گناہ و ناروا کے ہیں بہشتی لوگ لغو، اور ناروا، اور دشنام ، فحش باتیں نہیں سنیں گے۔ جنت، دارالسلام ہے یعنی سلامت ہے ہر ناروائی ولغو باتوں سے، یہ نتیجہ ہے اس عمل کا جب یہاں یہ لوگ لغو باتوں سے گریزاں رہتے تھے۔ وہاں نہ صرف لغو نہیں سنیں گے بلکہ الا قیلا سلاماً سلاماً مگر وہ باتیں کہ درود سے عبارت ہوگی۔ سلاماً دوئم پہلے سلاماً کے لئے تاکید ہے۔ یعنی تمام کی تمام بہشت میں تحیت اور درود ہے۔

جانتے ہیں کہ سلام کرنے کی اسلام میں تاکید ہوئی ہے حتیٰ اگر کوئی تم تک پہنچے اور کوئی چیز تم سے پوچھے اگر پہلے سلام نہ کرے تو اس کا جواب نہ دو۔(۱)

(۱) عن النبی (ص) من بدء بالکلام قبل السلام فلا تجیبوہ (سفینۃ البحار جلد ۱ : صفحہ ۶۴۵)

سلام، مسلمان اور شعار اسلام ہونے کے علاوہ یہ بات تم تک پہنچاتا ہے کہ سلام کرنے والا مسلمان ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ میری اذیت سے تم امان اور سلامتی میں ہو اور میں بھی تیری سلامتی میں ہوں۔ عرب میں ابھی تک یہ رسم ہے کہ اگر آپس میں ایک دوسرے سے جھگڑا ہو تو ایک دوسرے کو سلام نہیں کرتے۔

جنتی افراد کا سلام کرنا ہر برائی سے رہائی کی نوید ہے

جنت میں سلام کرنے کا معنی یہ ہے کہ سلامتی ہے فنا اور زوال سے مومنین کا ایک دوسرے کو سلام کرنے کا مطلب ایک دوسرے کو ہمیشہ جنت میں رہنے کی بشارت دینا ہے سلامتی کی نوید ہر خراب چیز سے سلامتی بڑھاپے، بیماری، ناتوانی، تھکاوٹ حتیٰ بہشت میں تکرار بھی نہیں ہے جو کہ تھکاوٹ اور ملال آور ہے۔ ہر چیز تازہ اور نئی ہے وہاں پر فرح اور نشاط کے علاوہ دوسری چیز نہ ہوگی جبکہ دوزخ میں عذاب ہر روز تازہ ہوگا۔

جنت میں مومنین اور ملائکہ اور خدا کا سلام

بہشت میں تین قسم کا سلام ہے پہلی قسم مومنین کا سلام اور تحیت ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کرتے اور درود بھیجتے ہیں۔ دوسری قسم ملائکہ کا سلام کرنا ہے اہل ایمان پر جیسا کہ قرآن میں صراحت کے ساتھ اس موضوع کا ذکر موجود ہے ملائکہ جس دروازے سے بھی مومنین کے پاس آتے ہیں تو

ان لوگوں پر درود اور تبریک پیش کرتے ہیں۔

اس آیت کے ذیل میں امام صادقؑ سے حدیث پہنچی ہے جس میں منقول ہے کہ مومن کے بہشت میں جگہ لینے کے بعد جب وہ حور کے ساتھ بیٹھے گا تو خداوند کریم ایک ہزار فرشتوں کو حکم دے گا کہ مبارک دینے کے لئے اس کے پاس جائیں۔

جب آئیں گے تو دربان سے چاہیں گے کہ ولیٔ خدا سے اجازت لیں تاکہ ہم ان کی زیارت کریں حاجب کہتا ہے میرے اور ان کے درمیان تین محل کا فاصلہ ہے مجھے دوسرے دربان سے کہنا ہوگا آخر کار مومن کو خبر دی جاتی ہے اور وہ اجازت ملاقات دیتا ہے جس محل میں مومن رہتا ہے اس کے ہزار دروازے ہیں ان ہر ایک دروازے میں سے ایک فرشتہ داخل ہوگا ہے جس کے ہاتھوں میں گل دستہ ہوتا ہے اور پھر مومن کو سلام اور تہنیت و مبارک باد عرض کرتا (اسی طرح ہزار دروازے اور ہزار فرشتے آتے ہیں۔)

تیسری قسم خدا کا سلام بندہ مومن پر

انسان وہاں تک پہنچ جائے گا ذات اقدسِ احدیت بھی اسے سلام کرے (سلام قولا من رب الرحیم) سچ میں یہ بڑی روحانی نعمت ہے بہشتی کے لئے۔ کفایۃ الموحدین کے مصنف نے بہشت کی روحانی نعمتوں (علاوہ ہر نعمت جسمانی) کو سات عنوان میں ذکر فرمایا ہے بندہ آج رات ان

میں سے کچھ کو مختصراً ذکر کریگا۔

بہشت میں مومن کی سلطنت

بہشت کی پہلی روحانی نعمت سلطنتِ الٰہی ہے جو مومن کو دی جائے گی۔ حضرت امام عسکری علیہ السلام سے منقول ہے کہ "وہ تاج جو کہ بہشتی کے سر پر رکھا جائے گا اس میں ایسے جواہرات جڑے ہوں گے کہ جس کا ایک دانہ بھی دنیاوی تاج بادشاہت میں نہ ہوگا۔"

بہشت میں مومن کی سلطنت کی وسعت کے بارے میں بھی بہت سی روایات نقل ہوئی ہیں ان روایات میں بعض میں بیان ہے کہ کم سے کم بہشت میں جو جگہ دی جائے گی وہ اسی ہزار خادم اور بیانوے درجے ہوں گے اور اور درجے سے دوسرے درجہ تک کا فاصلہ ستر سال کے راہ کے برابر ہے اس بالا تر دنیا کی ملکیت دنیا کے دوگناہ وسعت کے برابر اور جو کچھ اس میں ہے اس کے دوگناہ زیادہ ہے۔

سچ ہے کہ آخرت کی سلطنت کا دنیا کی سلطنت کے ساتھ کچھ مقایسہ و مقابلہ نہیں ہے دنیا میں سیکڑوں حکومتیں وہ بھی چوتھائی دنیا کی آبادی پر نہ کہ تمام زمین پر اور وہ بھی پریشانیوں کے ساتھ۔

سب سے بڑی سلطنت حضرت سلیمان بن داؤدؑ کو خدا کی طرف سے عطا کی گئی تھی (لا ینبغی لا حد من بعدی) اور ایسی حکومت کسی کو نہیں

ملی ہے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ ان کی بساط سونے اور آبریشم کی تھی اور تین ہزار سونے کی بنی ہوئی کرسیاں تھیں جن کو جنوں نے بنایا تھا۔ یہ تمام چیزیں حضرت سلمانؑ کے اختیار میں تھیں اور وہ ان کے درمیان بیٹھتے تھے اور ان کے اطراف، دانشمند اور بہت سے لوگ اور ان کے لشکری اور ان کے اطراف بیٹھتے تھے اس وقت وہ ہوا کو حکم دیتے تھے کہ جس جگہ چاہتے اسے لے جائے صبح سے ظہر تک وہ ایک مہینے کی مسافرت کو طے کرتے تھے صبح کو شام سے یمن اور ظہر کو دریائے فارس تک پہنچتے تھے اگرچہ بہت سی خصوصیات اور تفصیلات جو تاریخ میں موجود ہیں ثابت اور مسلم نہیں ہیں لیکن اجمالاً حضرت سلمانؑ کی سلطنت فوق العادت تھی جو کہ حیوانات، انسان اور جنوں پر محیط تھی۔

زبانِ روایات سے سنیں کہ فرماتی ہے کہ تمام دنیاوی سلطنتیں (جن میں حضرت سلیمانؑ کی حکومت بھی شامل ہے) بہشت میں مومن کی سلطنت کے مقابلے میں ریگستان کے مقابلے میں ریت کی مانند ہے! دوسری روایت میں فرماتے ہیں کہ خداوند کریم نے مومن کو سات سو گناہ زیادہ دنیا سے عطا کیا ہے۔(۱)

کونسا بادشاہ دنیا میں ایسا ہوگا ہو کہ جو بھی چاہے اسے مل جائے حالانکہ بہشت میں ایسا ہے۔ (لھم فیما ماتشا ؤون)

---

(۱) اس روایت کا مدرک کفایۃ الموحدین میں ہے

خدا کے لطف کی طرف توجہ کرنا اور معرفت کا زیادہ ہونا

جنت کی روحانی نعمتوں میں سے دوسری نعمت، خدا کے لطف اور اکرام کی طرف متوجہ ہونا ہے جب وہ متوجہ ہوگا کہ خدا کا لطف احسان اس کے اوپر ہے تو ستاوجد محسوس کریگا اسے ایسی لذت ملے گی جو کہ بہشت سے بڑی ہے۔

تیسری روحانی نعمت یہ کہ معارف اور فضائل زیادہ ہو جائیں گے چنانچہ (فاقبل بعضھم علی بعض یتسائلون) کی تفسیر میں حضرت امام جعفر صادقؑ علیہ السلام سے روایت ہے کہ "یتسائلون عن المعارف والفضائل" کہ مومنین طوبیٰ درخت کے نیچے جمع کئے جائیں گے اور نورانی کرسیوں پر بیٹھے گے اور خدا کے الطاف اور فضائل محمد وال محمدؐ کے بارے مین گفتگو کریں گے اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر تذکرے کریں گے اور ہر ایک کا اپنی اپنی استعداد کے مطابق معرفت میں اضافہ ہوتا جائے گا خود معرفت کا زیادہ ہونا روحانی خوشی ہے اور روحانی خوشی جسمانی خوشی پر غالب ہوتی ہے۔

بہشت میں پیغمبران کی مہمانی

بہشت کی جوتھی روحانی نعمتِ پے در پے انبیاءِ کرامؑ کی ضیافت ہے حدیث شریف میں اس کے بارے میں ملتا ہے کہ بہشت میں جانے کے بعد ہفتہ کے روز اعلان ہوگا کہ آج ابوالبشر حضرت آدمؑ کی طرف سے دعوت کا دن ہے۔

درس ۱۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واصحاب الیمین ما اصحابُ الیمین فی سدرٍ مخضود
وطلح منضود وظلٍ ممدود وماءٍ مسکوبٍ وفاکہۃٍ
کثیرۃ لا مقطوعۃ ولا ممنوعۃ

ہر سایہ درخت اور میوے اصحابِ یمین کے لئے

سابقین اور مقربین کے درجات اور ان کے ثوابِ جسمانی اور روحانی
کے ذکر کرنے کے بعد طبقہ دوئم کی شرح حال بیان کی جارہی ہے۔ جیسا کہ ہم
نے پہلے ذکر کردیا ہے کہ سابقین وہ لوگ ہوں گے جو بغیر کسی حساب کے جنت
میں جائیں گے جبکہ اصحابِ یمین اہل ایمان اور اہلِ عمل ہوں گے۔ لیکن
سابقین کے درجے کے نہ ہوں گے۔ یمین یعنی عرش کے سیدھے طرف اور انکا
نامۂ اعمال ان کے سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا اور اس آیت میں پروردگار
ان کی تجلیل اور بلندی بیان کررہا ہے اور ان کی کچھ نعمتوں کا ذکر کررہا ہے

واصحاب الیمین ما اصحاب الیمین وہ لوگ جو سیدھی طرف ہیں
کون لوگ سیدھی طرف ہیں؟

فی سدرٍ مخضود، سدر کے ظاہری معنی بیری کا درخت ہے جو کہ

عربستان کے کناروں پر بہت ہوتا ہے۔ اس مبارک درخت میں بہت سے
کانٹے ہوتے ہیں اور مخضود بغیر خار کے۔ اسی وجہ سے مخضود کو
درخت کی صفت قرار دیا گیا یعنی بہشت میں بہشتی مومنین بیری کے درخت
سے جو کانٹے کے بغیر ہوگا استفادہ کریں گے اور " طلح منضود" طلح کے
معنی تناور درخت کے ہیں اور منضود کے معنی پیچیدہ اور الجھے ہوئے کے
ہیں۔ پس طلح منضود کا مطلب وہ تناور درخت جس کے میوے آپس
میں پیچیدہ اور نیچے سے اوپر تک پُر ثمر ہوں گے اصحابِ یمین ایسے درختوں
سے استفادہ کریں گے۔

"وظل ممدود" ظل سائے کے معنی میں ہے اور ممدود کھنچے ہوئے
لمبے۔ یعنی درخت اتنے بڑے ہوں گے جس کے سائے بھی بہت لمبے ہوں
گے اور دور تک ہوں گے۔

رسولِ خدا سے روایت ہے کہ اگر کوئی ان درختوں کے سائے میں
حرکت کرے تو سو (۱۰۰) سال کے مسافت کے باوجود اس کا سایہ ختم نہ ہوگا۔

"وماءٍ مسکوب" اور پانی زیرِ عرش دائمی طور پر جاری ہوگا۔

"وفاکھۃ کثیرۃ" اور بہت سے میوے پھل "لا مقطوعۃ " جو کہ قطع ہو
جانے والے نہیں ہیں۔ دنیا میں ممکن ہے کوئی درخت میوے دینا چھوڑ دے
بلکہ موسم کے اعتبار سے گرمیوں کا پھل گرمیوں کے ختم ہونے ختم ہوجاتا۔

اسی طرح سردیوں کے میوے سردیوں کے تمام ہونے تک ختم ہو جاتے ہیں۔ لیکن بہشت میں اس طرح نہیں ہے ان کے میوے ہمیشہ ہوں گے جہاں پر سردی اور گرمی کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں۔

"ولا ممنوعہ" اور وہ ممنوع بھی نہ ہوں گے۔ دنیا میں ممکن ہے کہ کوئی پھل کسی کے لئے مضر ہو یا ہر ایک کی رسائی اس تک نہ ہو لیکن بہشت کے میوے ہر بہشتی کے لئے ہیں اور کسی کے لئے ممنوع نہیں ہے اور ہر ایک بہشتی کے لئے وہ جب بھی مائل ہوں گے ان کے لئے موجود ہوں گے۔

بیری کے درخت کا کیوں ذکر کیا گیا؟

یہاں پر یہ سوال ممکن ہے۔ جیسا کہ بعض تفسیر میں ہے کہ جنت میں اللہ کی بہت سی نعمتیں ہیں یہ خصوصیت کے ساتھ بیری کے درخت کو کیوں ذکر کیا گیا حالانکہ دنیا میں بیری کے درخت کی کوئی اہمیت نہیں ہے جبکہ دنیا میں بہت سے مختلف اقسام کے میوے موجود ہیں۔ بیری کے درخت کا ذکر کرنے کی چند مناسب وجوہات کہی گئی ہیں: پہلی وجہ یہ کہ جزیرۃ العرب، کہ جہاں قرآن نازل ہوا عمدہ درخت کھجور کے بعد بیری ہی کا ہے۔ اب بھی ایسا ہی ہے اور یہ ان کے لئے اس قدر جالب تھا کہ اس آیت کے ضمن میں لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو طائف کی راہ میں ایک وادی تھی جس میں بیری کے بہت سے درخت تھے تو بعض مسلمانوں نے اس طرح کہا کہ کیا جنت

میں ہمارے لئے ایسی وادی نصیب ہوگی؟

انکی ادراک کی حد یہیں تک تھی اور خداوند متعال ان کی چاہت سے آگاہ تھا اور ان کے نزدیک بیری کے درخت کی کیا اہمیت تھی جانتا تھا لہٰذا کہا ہاں! جنت میں بیری کا درخت ہے لیکن دنیا سے بہتر کیونکہ جنت میں خار نہ ہوں گے اے عرب کے بادیہ نشین تمہاری تمنا بیری کا درخت ہے اور ہر وہ نعمت جس کا تم ارادہ کرو گے مل جائے گی اور اس سے بھی بہتر۔

بڑی اور چھوٹی چیز کا ذکر عمومیت کی وجہ سے ہے

دوسری وجہ جو کہ فخرالدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں بیان کی ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ فصاحت وبلاغت کی شان ہے کہ طرفین، یعنی کمترین اور معمولی کا ذکر کر دیا جائے تا کہ عمومیت کو سمجھا یا جائے مثلاً کہا جاتا ہے کہ تمام چھوٹے بڑے تمام خاندان والے آ گئے یہاں پر چھوٹے بڑے سے عمومیت مراد ہے یعنی تمام لوگ آ گئے۔ جیسا کہ فارسی کی اصلاح میں کہا جاتا ہے "دہی کی سفیدی سے کوئلے کی سیاہی تک" یہاں پر دہی اور کوئلہ کا ذکر کرنا موردِ نظر نہیں ہے بلکہ اس سے عمومیت مراد ہے یعنی ہم چاہتے ہیں کہ عمومیت کو سمجھائیں لہٰذا چھوٹے اور بڑے کا ذکر کر دیا جاتا ہے۔

دوسرا نکتہ جس کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ سب سے چھوٹا پتہ بیری کے درخت کا ہوتا ہے جبکہ سب سے بڑا پتہ طلح درخت ہے۔ اس بناء پر پروردگار

مقصود ہر قسم کا درخت ہے اس میں چھوٹے پتوں یعنی بیری سے لیکر بڑے پتے والے طلح درخت تک موجود ہیں۔ اسی بیری جس میں بہت کم پھل ہیں اسی طرح طلح جس میں نیچے سے اوپر تک میوے ہی میوے ہوں گے موجود ہے یعنی جنت میں ہر قسم کے میوے موجود ہیں۔

سدرۂ بہشتی سدرۃ المنتہیٰ

تیسری وجہ دوسرے بعض افراد نے بیان کی ہیں اور صحیح بھی یہی ہے یعنی سدر (بیری) طلح کا درخت لفظ کے اعتبار سے مشترک ہے لیکن معنی کے اعتبار سے مختلف ہے یعنی (وہ بیری جو کہ دنیا میں بھی ہے اس کا نام، اور وہ درخت بیری جو آخرت میں وہ آپس میں لفظ میں ایک جیسی ہیں لیکن جنت میں دو مختلف چیزیں ہیں۔ آپ ہر قسم کی نعمتیں حساب کریں چاہے وہ کھانے کی ہوں پہننے کی ہوں یا دیگر اسی طرح جنسی بہرمندی بھی عالمِ طبیعت کی عالمِ آخرت سے مختلف ہے۔

سدر (بیری کا درخت) بھی جنت میں ہے لیکن دنیا کی طرح نہیں ہے۔ روایت میں وارد ہوا ہے کہ اس کا میوہ شہد سے بھی زیادہ میٹھا ہوگا اور اس میں کانٹے بھی نہ ہونگے۔

بعض دوسرے مفسروں نے احتمال دیا ہے کہ سدر سے مراد سدرۃ المنتہیٰ ہے جسے تفصیل کے ساتھ سورۂ شریفہ والنجم میں ذکر کردیا گیا ہے اور ہم

دوبارہ تکرار نہیں کریں گے۔

عرش کا سایہ یا حق کا لطف

ظلِ ممدود لمبا سایہ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد عرش خداوند کا سایہ ہے جس نے بہشت کو گھیر رکھا ہے بعض دوسروں نے کہا کہ اس سے مراد نور کا سایہ نہیں بلکہ یہ کنائی معنی ہے اور عرب و عجم میں زیادہ استعمال کیا جاتا ہے یعنی سایہ کنایہ ہے لطف سے اور لطف کے بجائے سایہ استعمال کیا جاتا ہے جیسے کہا جاتا ہے، جب لوگ ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں خدا تمہارا سایہ کم نہ کرے یعنی اس سے مراد سایہ نہیں ہوتا بلکہ رحمت اور لطف مراد ہوتی ہے۔

ظلِ خداوند یعنی لطف خداوند اور رحمتِ خدا نے اصحاب یمین کو اپنے حصار میں لے رکھا ہے جو کہ دائمی بھی ہے حالانکہ آدمی کا سایہ لطف کے معنی میں منقطع ہوجانے والا اور ناپائیدار ہے۔

اس کی تائید کے لئے آیۂ شریفہ " ندخلھم ظلاً ظلیلہ" یعنی ہم ان کو اپنے رحمت میں لائیں گے جس نے سب کو اپنے حصار میں لے رکھا ہے، سے دلیل لاتے ہیں کیونکہ اس آیت میں ظل سے مقصود رحمت ہے اسی وجہ سے روایات میں بھی وارد ہوا ہے کہ اس روز خدا کے سائے کے سواء کسی کا سایہ نہ ہوگا یعنی رحمتِ خدا و لطف خدا۔

سات قسم کے گروہ جو کہ لطف خدا کے سائے میں ہیں

اس مناسبت اور سخن میں تنوع کی خاطر ایک حدیث نظر میں آئی وہ یہ ہے کہ سات قسم کے گروہ خداوند کے سائے (لطفِ خدا) میں ہوں گے اس روز جب خدا کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

(۱) وہ شخص جو مسجد میں واجب نماز پڑھتا ہو اور باہر جائے ممکن اس کا دل مسجد میں رہے اور منتظر ہے کہ دوسری نماز کا وقت آئے اور وہ مسجد میں جائے۔

(۲) وہ شخص جس کو حرام شہوت کا موقع ملے لیکن وہ خدا سے ڈرے اور اسے ترک کردے۔

(۳) وہ شخص جو تنہائی میں صدقہ اس طرح کرے کہ خدا کے علاوہ کوئی دوسرا متوجہ نہ ہو۔

(۴) وہ شخص جو گناہوں کو یاد کر کے ڈرے اور لرزے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں۔

(۵) امام عادل یعنی عادل راہنما جو خدا کی خاطر مومنین کی راہنمائی کرے۔

(۶) وہ جوان جو کہ اپنی جوانی کو عبادت اور اطاعت خدا میں صرف کرے۔

(۷) دو اشخاص جو ایک دوسرے کو خدا کی خاطر دوست رکھیں اور باہم ہونے یا جدا ہونے میں (ہر حال میں فرمانبردارِ خدا ہوں)

سائے کی تعبیر کرنے کی وجہ لطفِ خداوند کے لئے یہ ہو سکتی ہے

لطفِ خدا کہنے کے بجائے سایہ کہنے کی مناسب وجہ یہ ہوسکتی ہے کیونکہ سایہ گرمی سے پناہ دیتا ہے اس طرح یہ لطف و رحمت جو کہ بندۂ گنہگار کے لئے حرارت اور جہنم کی سختی سے نجات اور آسائش فراہم کرتا ہے۔

آبِ رواں بیابانوں کے لئے اہم ہیں

"ماءِ مسکوب" یعنی جاری پانی آب جاری کے بارے میں بھی اس آیت کے ضمن میں فرمایا ہے کیونکہ جزیرۃ العرب میں آبِ جاری بہت کم ہے بعض لوگوں نے تمام عمر آبِ جاری کو نہیں دیکھا ہے فقط اطراف اور گڑھوں میں بارش کے پانی کو دیکھا ہے اور انہیں کہا گیا کہ آبِ جاری بہشت میں ہے اور دوسروں کے لئے بھی کہا ہے کہ آبِ جاری بہشت کا دنیا کے آب جاری سے مختلف ہے یعنی اسم ایک ہے لیکن معنی اور حقیقت مختلف ہے اس شرح کے اعتبار سے جو کہ ابھی ذکر کر دی گئی۔

حضرت امام محمد باقرؑ کی گفتگو نصرانی عالم کے ساتھ

بہشت اور بہشتیوں کے بارے میں حدیث شریف امام محمد باقرؑ سے نقل ہوئی ہے اور ہم فقط کچھ حصہ اس میں اپنے موضوع کے ضمن میں عرض

کرتے ہیں۔

حاصل روایات یہ ہے کہ ہشام نے جو کہ اموی خلیفہ تھا اس نے حضرتؑ کو مدینہ سے شام بلوایا اور قطب خداوندی کی روایت کے مطابق شام پہنچنے سے پہلے اور بعض دوسری روایت کے مطابق شام سے واپسی پر ایسی جگہ پہنچے جہاں پر کچھ لوگ ایک پیر مرد کے گرد جمع ہیں۔ اس پیر کی شدتِ پیری کا عالم یہ تھا کہ ابروؤں نے اس کی آنکھوں کو ڈھانک رکھا تھا اور وہ انہیں رومال سے اوپر کی طرف باندھے ہوئے تھا اتنے میں اس کی نظر حضرت امام باقرؑ اور ان کے فرزند حضرت امام جعفر صادقؑ پر پڑی۔ پوچھتا ہے ہم میں سے ہو یعنی مسیحی؟ حضرتؑ نے فرمایا "نہ" پھر پوچھا امت مرحومہ میں سے ہو یعنی مسلمان ہو؟ حضرتؑ نے فرمایا "ہاں" پھر پوچھا علماء میں سے یا نادان؟ امامؑ نے فرمایا "نادان نہیں ہوں" پھر اس نے کہا میں پوچھوں کہ آپ پوچھیں گے حضرتؑ نے جواب دیا "تو پوچھ" اس نے سوال کیا آپ لوگ کہتے ہیں کہ بہشت میں طوبیٰ درخت ہے اور کوئی گھر ایسا جنت میں نہیں ہے جس میں اس کی شاخ نہ ہو آیا کوئی اس کی دنیا میں مثال موجود ہے۔ حضرتؑ نے جواب دیا "آفتاب" کہ جس کی مخصوص جگہ لیکن اس کے نور کی تپش ہر جگہ ہے۔ پوچھا کہ جنتی خوراک کھائیں گے اور پئیں گے لیکن مدفوع نہیں ہوگا کیا دنیا میں اس کی کوئی مثال ہے؟

ہاں! مثل بچہ جو کہ شکم مادر میں ہو، وہ خوراک لیتا ہے لیکن اس کا فضلہ خارج نہیں ہوتا۔ پھر پوچھا جتنا بھی بہشتی میوے سے تصرف کریں گے کم نہ ہوگا کیا اس کی کوئی مثال دنیا میں ہے؟ امامؑ نے فرمایا چراغ کہ ایک چراغ سے ہزاروں چراغ جلائے جائیں لیکن کسی چراغ کی روشنی دوسرے چراغ جلانے کی وجہ سے کم نہیں ہوتی۔ پھر پوچھا کہ بہشت میں آفتاب ہے اور نہ مہتاب کیا اس کی کوئی مثال دنیا میں ہے؟ حضرتؑ نے جواب دیا کہ وہ گھڑی جب رات ہو اور نہ دن، جیسے اذانِ صبح سے طلوع آفتاب تک، راہب نے کہا کیوں کہا کہ میں علماء میں سے نہیں ہوں حضرتؑ نے فرمایا کہ میں نے کہا کہ میں "نادان نہیں ہوں......" (۱)

(۱) بحار الانوار جلد ۱۱

درس ۲۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

و فرش مرفوعة انّا انشانا هنّ انشاءً فجعلنا هن ابکارًا عروباً لاصحاب الیمین

بہشتی نعمتوں کے بھی مراتب ہیں

ہم کہہ چکے ہیں کہ اصحاب یمین کا مرتبہ سابقین کے مرتبے سے کم ہے اور وہ نعمتیں جو سابقین کو دی گئی ہیں ذکر کردی گئی ہیں۔

وہ نکات جو کہ بعض مفسرین سابقین اور اصحاب یمین کے ذکر میں بیان کی ہیں فرماتے ہیں کہ خدا سابقین کے ذکر میں وفاکهة مما یتخیرون وہ میوے جن کی طرف وہ سابقین مائل ہو گئے اور اختیار کریں گے۔ لیکن اصحاب یمین کے لئے وفاکهة کثیرة بہت سے میوے کا ذکر کرتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے نعمتوں کو عطا کرنا یکساں نہیں ہے کیونکہ اصحاب یمین کے لئے مما یتخیرون نہیں ہے اور کلی طور پر بہشتی نعمتیں حسب مراتب ہیں جو سب کے لئے ایک جیسی نہیں ہیں۔

کشادہ فرش اور بلند تخت

فُرُشٍ مرفوعة ، فُرُش ، فرش کی جمع ہے یعنی وہ بساط ہے

کشادہ ہو جس پر وہ مومنین بیٹھیں گے اور استراحت فرمائیں گے۔ بہشتی فرش کی زیبائی آنکھوں کو خیرہ کر دیگی۔ مرفوعہ بلندی کے معنی میں ہے یعنی بلند کیا گیا۔

اس ایک کے ضمن میں مولائے متقیان حضرت علی ابن ابی طالبؑ سے نقل ہوا ہے کہ مولاؑ فرماتے ہیں فرش مرفوعہ یعنی وہ فرش جس کو اٹھایا گیا ہے تخت کے اوپر جو تین سو گز سطح بہشت سے اونچا ہے جب بھی مومن اس پر بیٹھنے کا ارادہ کرتا ہے وہ نیچے آ جاتا ہے (۱) پس اس روایت کے بناء پر فرش مرفوعہ وہ فرش جو کہ تخت پر بچھا دیا گیا ہو۔

بہشتی عورتیں کمالِ عقل اور زیبائی کے ساتھ

بعض مفسرین نے کہا ہے فرش کنایہ ہے بیوی سے کیونکہ عربی زبان میں بعض لفظ جیسے لباس، فرش، بیوی کے لئے کنایہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ قرآنِ مجید میں خدا فرماتا ہے (هن لباس لکم یعنی تمہاری بیویاں تمہارا لباس ہیں۔ اور حدیثِ نبویؐ، مشہور میں ہے کہ (الولد للفراش وللعاهر الحجر) فرزند شوہر کے ملحق ہوگا اور زناکار سنگسار ہوگا اس بناء ہوسکتا ہے۔ لباس اور فراش کی طرح یہ بھی بیوی کے لئے کہا ہو۔

پس فرش عورت کے معنی میں اور مرفوعہ سے مراد عالی ہے یعنی بہشتی

---

(۱) تفسیر منہج الصادقین

عورتیں عقل اور کمال و جمال کے لحاظ سے بلند مرتبے پر فائز ہوں گی حتی مومنہ
عورتیں ایمان اور عملِ صالح کے برکت سے مردوں کے دوش بدوش ان کمال
کے ساتھ بہشت میں ظاہر ہوں گی۔

اس روایت میں جو کہ حضرت خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفیٰؐ سے مروی
ہے جس میں فرش مرفوعہ سے دنیاوی بیویوں سے تعبیر فرماتے ہیں جو حورالعین
کے علاوہ ہیں یعنی وہ عورتیں جو دنیا میں اہلِ ایمان ہیں خداوند کریم ان کے
جمال اور کمال کو قیامت میں ایجاد فرمائے گا اسی وجہ سے آخر میں خدا فرماتا
ہے کہ انّا انشاناھن انشآءً بے شک ہم نے ایجاد کردیا انہیں ایجاد کرنے کی
طرح۔

مومنہ عورتیں اپنے شوہروں کو خود اختیار کریں گی

تفسیر تبیان میں ہے کہ مومنہ عورتیں اگر بغیر شوہر کے مرگئی ہیں تو
بہشت میں ان کے اختیار میں ہے جس مومن کو چاہیں اپنا شوہر بنائیں اگر وہ
دنیا میں شوہر دار تھی اور اس کا شوہر بھی بہشتی ہو تو اسی کے ساتھ ازدوج کریں گی
اور اگر شوہر جہنمی ہوگا تو اِس مومنہ کو اختیار ہوگا کہ جسے چاہے اپنا شوہر انتخاب
کرے۔

اگر دنیا میں بہت سے شوہر تھے اور وہ سب کے سب جنت میں ہوں
تو جو سب سے آخری شوہر تھا اس کے ساتھ ازدواج کرے گی اور اگر ایک سے

زیادہ بہشتی نہیں ہیں تو اسی کے ساتھ ازدواج کریگی۔ غرض فرش مرفوعہ سے مراد
مومنات ہیں جن کو پروردگار جمال وکمال عطا فرمائے گا۔

بعض مفسروں نے انشآء کے بعد صفت کو پوشیدہ تصور کیا ہے یعنی
انا انشانا ھن انشآء عجبا یعنی ہم نے ان عورتوں کو عجیب شگفتگی عطا کیا
ہے اس تعبیر کے مطابق جو کہ حضرت رسول خداؐ سے منقول ہوئی ہے جس میں
فرماتے ہیں یہ وہ بوڑھی عورتیں ہیں جن کے بال عبادتِ خدا میں سفید ہوئے
ہیں اور بیماری کی وجہ سے ان کی آنکھوں کے گرد کیچڑ رہتا تھا یہ وہی بوڑھی
عورتیں جنہیں خداوند عالم نے جوان کردیا جو ۳۳ سال کی عمر میں وارد بہشت
ہوں گی۔

جوان ہوکر بہشت میں جائیں گی

روایت میں ہے کہ رسول خداؐ، عائشہ کے پاس وارد ہوئے تو ایک
بوڑھی عورت ان کے ساتھ تھی تو رسول خداؐ نے پوچھا کہ یہ بوڑھی خاتون کون
ہیں؟ تو عائشہ نے عرض کی میری خالاؤں میں سے ایک ہے تو بوڑھی عورت
نے درخواست کی کہ رسول خداؐ میرے لئے دعا کریں کہ خدا مجھے بہشت میں
داخل فرمائے۔

پیغمبرؐ نے جواب دیا کہ تجھے نہیں معلوم کہ کوئی بوڑھی بہشت میں نہیں
جائے گی یہ سن کر بوڑھی رونے لگی تو عائشہ نے عرض کی یا رسولؐ یہ بوڑھی

توان آپ کی گفتگو سے رونے لگی ہے۔ حضرتؑ نے جواب دیا اس سے کہو کہ بوڑھی عورت جنت میں نہیں جائے گی سے مراد ہے کہ جوان ہوگی پھر جنت میں جائے گی۔ یہاں پر اس حدیث کا کہ فلان و فلان جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں، کا جعلی ہونا ظاہر ہوتا ہے اس کے برابر حدیث مسلم ہے جو کہ مورد اتفاق شیعہ اور سنی ہے کہ حسن و حسینؑ یہ دو آقا جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ اس حدیث کے مقابلے میں یہ حدیث گڑھ دی کہ انہوں نے کیوں کے بڑھاپے میں ایمان کا اعلان کیا تھا لہٰذا جنت میں بوڑھوں کے سردار ہیں۔ جنت میں بوڑھے نہیں ہوں گے کہ سردار کی ضرورت پڑے۔ اسی طرح پیغمبرؐ کی حدیث "انا مدینة العلم وعلی بابها" کے مقابلے میں کہ میں علم کا شہر اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں، حدیث فلاں سقفها، کہ اور وہ اس کی چھت ہیں جبکہ شہر کی چھت نہیں ہوتی۔ (دیوار و در ہوتے ہیں۔

بہشتی عورتیں سب کی سب باکرہ اور شوہر کو دوست رکھتی ہیں

وجعلناهن ابكاراً اور ہم نے انہیں باکرہ قرار دیا۔ چاہے حوریں ہوں چاہے دائمی عورتیں جو کہ بہشتی ہو گئی ہیں، ہمیشہ لڑکی اور کنواری ہوں گی۔ اس روایت کے مطابق جو کہ حضرت امام صادقؑ سے وارد ہوئی ہے کہ جنت میں حیض اور اس قسم کی دوسری چیزیں نہ ہوں گی۔

عروباً اترابا اس کے معنی شیفتہ و پیاری کے ہیں یعنی جنتی عورتیں

اپنے شوہروں سے عشق کرنے والی ہوں گی محبت حقیقی جو کہ شدت انس اور لذت شوہری کی حامل ہے۔

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ حور، مومن سے کہے گی جب تو دنیا میں عبادت خدا میں مشغول تھا میں تجھ سے والہانہ محبت کرتی تھی اور تو جب بھی کہتا تھا وزوّجنی من الحور العین کہ پروردگار تو میری ازدواج حورعین سے کرادے تو میں ستر مرتبہ کہتی تھی کہ خدایا تو میرا وصال اس سے فرما دے۔

اس بناء پر عرب عاشقات کے معنی ہیں یعنی وہ عورتیں جو والہانہ محبت کرتی ہیں اور ان کی محبت، الٰہی ہے ہوائے نفسانی کی بناء پر نہیں۔

میاں بیوی دونوں ہم میں ہوں گے

اتَرابا ، ترِب (ت پر زبر اور ر کے نیچے زیر) ہمزاد یعنی دو شخص جو کہ باہم (ایک ساتھ) دنیا میں آئیں انہیں ترب کہا جاتا ہے۔ اور اس کی جمع اتراب آتی ہے۔ جنتی مرد تقریباً ۳۳ سال کی عمر کے ہوں گے جب محشور کئے جائیں گے اور جنتی عورتیں بھی اتنی ہی عمر کی ہوں گی۔

تفسیر روح البیان میں منقول ہے وہ عورتیں جو کہ چھوٹی تھیں اور مرگئیں وہ ۳۳ سال کی ہو جائیں گی۔ اس طرح کیوں ہے؟ اس لئے کہ جب دونوں ایک ہی سن و سال کے ہوں تو ان میں محبت زیادہ ہوتی ہے آپ اپنے گرد و نواح میں بھی اس بات کا مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ اگر کوئی سن رسیدہ مرد

جوان بیوی ہو یا اس کے برعکس کسی بوڑھی عورت کا جوان شوہر ہو تو دونوں آپس میں ناراحت رہتے ہیں۔ ہاں اگر دونوں کی عمریں آپس میں ایک جیسی ہوں تو ان میں اُلفت زیادہ ہوتی ہے اور سنی اور شیعہ دونوں تفسیروں میں وارد ہوا ہے کہ بہشت میں مرد و عورت دونوں حسن و جمال کے اعتبار سے ایک دوسرے کے ہم مثل ہوں گے۔

یمین علی علیہ السلام ہیں اور اصحابِ یمین ان کے دوست ہیں

یہ نعمت کس کے لئے ہے؟ لا صحاب الیمین ان لوگوں کے لئے جو یمین کے دوست ہوں گے۔

تفسیر علی ابن ابراہیم قمیؒ میں رسولؐ خدا سے روایت ہے کہ الیمین هوا میر المومنین علی بن ابیطالبؑ کہ یمین یعنی امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں اور جوان کے یمین سیدھے ہاتھ کی جانب ہوں گے وہ بھی اصحاب و یارانِ علیؑ ہوں گے جن کو ایسے درجات ملیں گے۔ اس بناء پر سابقین یعنی علی علیہ السلام کے شیعہ جبکہ اصحابِ یمین یعنی علیؑ کے دوست ہوں گے۔

امام علیؑ کا دوست اہلِ نجات میں سے ہے۔ اگر وہ علیؑ کے شیعوں کے مرحلے تک پہنچ گیا تو سابقین میں سے ہوگا، نہیں تو اصحاب یمین اور سچوں میں سے ہو جائے گا۔ اگر چہ بہت سے حساب و کتاب میں مبتلاء ہوگا یقیناً پھر بھی مراحل اور منزلوں کو طے کریگا یہاں تک کہ امام علیؑ کے جوار میں پہنچ جائے

گا جیسا کہ بحارالانوار میں خود امام علیؑ سے روایت ہے کہ جس میں آپؑ فرماتے ہیں کہ تم میں سے بعض ہم تک نہیں پہنچ سکتے مگر تین ہزار سال کے بعد۔

بعض دوستانِ علیؑ سے ہے لیکن گناہوں میں غرق ہے تو ایک گناہ سو سال تک معطل کردیں گے(۱) جس کا ایک ایک لحظہ تکلیف دہ ہوگا اور اس سے بڑھ کر علی علیہ السلام کی دوری (۲)

---

(۱) ان المرء لیجس علی ذنب واحد مأة عام (بحارالانوار جلد نمبر ۱۷)

(۲) فکیف اصبر علی فراقك (دعائے کمیل)

درس ٢١

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ثلة من الاولین وثلة من الآخرین

بیشتر اصحاب یمین مسلمان میں سے ہیں

ثلة کے معنی بڑی جماعت کے ہیں۔ اصحابِ یمین کے بہت سے گروہ گذشتہ امت سے اور بہت سے گروہ آخری امت میں سے ہوں گے۔ سابقین آخری امت میں کم ہوں گے لیکن اصحاب یمین زیادہ پائے جائیں گے۔

دوسری احتمال جو دیا جاسکتا ہے وہ یہ کہ (ثلة من الاولین) یعنی امت مرحومہ (حضورؐ کی امت میں سے پہلے والے) بہت سے گروہ اصحاب یمین سے ہوں گے جبکہ اسی امت (محمدیؐ) کے آخرین گروہ جو کہ اصحاب یمین سے ہوں گے، بہت ہوں گے، دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ اگرچہ سابقین مسلمانوں میں سے کم ہیں لیکن اصحابِ یمین ان مسلمانوں میں ہیں چاہئے پہلے زمانے کے مسلمان ہوں یا آخری زمانے کے مسلمان بہت زیادہ ہوں گے۔ اور نیک لوگ امت محمدیؐ میں دوسری امت کی نسبت زیادہ

تعداد میں ہوں گے۔

آیۂ مبارکہ کے ذیل میں تفسیر شریف مجمع البیان اور دوسری تفاسیر میں حدیث نقل ہوئی ہے جس کی سند جناب عبداللہ ابن مسعود تک جا پہنچی ہے۔ وہ کہتے ہیں ایک رات میں نماز کے بعد حضرت محمدؐ کی خدمت میں تھا پیغمبرؐ ہمارے لئے دوسری امت کے بارے میں گفتگو کرتے تھے اور فرما رہے تھے جبکہ یہ رات دوسری راتوں کی نسبت زیادہ طویل ہوگئی جب ہم دوسرے روز صبح کو آپؐ کی خدمت میں جمع ہوئے تو پیغمبرؐ نے فرمایا کہ کل (گذشتہ رات) پیغمبروں اور ان کی امت کو دیکھا (یعنی ارواح انبیاء اور ان کی امت کو دیکھا) بعض پیغمبروں کو دیکھا جن کی امتیں زیادہ تھیں بعض کی کم بعض فقط تین آدمی تابع تھے جبکہ دوسرے پیغمبرؐ کا ایک ہی آدمی پیروکار و تابع تھا۔ اس کے بعد ایک پیغمبر کو دیکھا کہ جس کے تابعین کی تعداد بہت زیادہ تھی کہ جس کو دیکھ کر میں رشک کرنے لگا اور میں نے پوچھا کہ یہ کون پیغمبر ہے؟ کہا گیا یہ موسیٰ بن عمران ہیں اور ان کی امت بنی اسرائیل ہے۔

میں نے پوچھا کہ میری امت کی تعداد کتنی ہے؟ ندا آئی اپنے سدھے ہاتھ کی طرف نگاہ کریں اور جس مقدار تک میری بصارت نے ساتھ دیا میں نے مکہ کے صحرا کو اپنی امت سے بھرا ہوا پایا۔ پھر نداء آئی کیا خوشنود ہوئے میں نے جواب دیا ''ہاں'' پھر ندا آئی کہ اپنے بائیں طرف نگاہ کریں

میں نے بائیں جانب نگاہ کی افق تک اپنی امت بھرا ہوا پایا۔ ندا آئی کہ آیا راضی ہو میں نے عرض کی ''ہاں'' اس وقت فرمایا کہ ان جمعیت میں سے ستر ہزار آدمی بغیر کسی حساب وکتاب کے جنت میں جائیں گے۔

عکاشہ (جو کہ اوائل کے مسلمانوں میں سے تھا اور بہت مرتبہ اسلام کی خدمت کر چکا تھا جب ان کی شمشیر (تلوار) جنگ احد میں ٹوٹ جاتی ہے تو پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور حضرت ایک لکڑی کا ٹکڑا انہیں دیتے ہیں جو کہ فوراً ہی ایک تیز دھار والی تلوار میں تبدیل ہو جاتا ہے جس سے وہ عکاشہ جنگ کرتے ہیں واقعی یہ با اخلاص مومن تھے)

اسی وقت وہ کھڑے ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہؐ آپ خدا سے دعا کریں کہ خداوند مجھے بھی ان ستر ہزار نفر میں شامل کر دے۔

رسولِ خداؐ نے بھی اپنے ہاتھوں کو دعا کے لئے اٹھایا اور عرض کی ''اللھم اجعله منھم'' کہ خدایا اپنے ان گروہ میں شامل فرما دوسرے نے کہا کہ میرے لئے بھی دعا کریں تو رسول خداؐ نے فرمایا تجھ پر وہ سبقت لے گیا (شاید دوسرا آدمی اس بات کی لیاقت نہیں رکھتا تھا کہ اسے ستر ہزار میں شمار کیا جا سکے)

کوشش کرو کہ امت محمدیؐ میں سے قرار پاؤ

اس وقت رسول خداؐ وعظ فرماتے ہیں کہ کوشش کرو کہ ان ستر ہزار

آدمیوں میں شمار کئے جاؤ اگر ایسا نہ کر سکو تو کم سے کم اصحاب یمین میں سے ٹھہرائے جاؤ۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ان لوگوں میں سے ہو جاؤ جن کو افق تک پُر دیکھا تھا یعنی کم سے کم میری امت سے ہو جاؤ اور با ایمان مر جاؤ اصحاب نے گریہ شروع کر دیا۔

پیغمبرؐ نے فرمایا: امید وار ہوں کہ ایک چوتھائی بہشت کو پھر فرمایا نصف، پھر فرمایا زیادہ سے زیادہ بہشت کو میری امت کے لئے قرار دے۔

دوسری روایت میں ستر ہزار آدمیوں سے مراد شیعانِ علیؑ ہیں حضورؐ نے فرمایا اے علیؑ یہ لوگ تمہارے شیعہ ہوں گے اور تم ان کے پیشوا ہو گے۔

جی ہاں اگر کوئی علیؑ کا شیعہ قرار پائے تو بے حساب جنت میں جائے گا جبکہ واقعی سچ ہے کہ علیؑ کا شیعہ ہونا بہت سخت ہے اور اس بات پر شاید امام حسن عسکریؑ کی وہ حدیث ہے جس کا مضمون کچھ اس طرح سے ہے۔

علیؑ کا شیعہ گناہوں کے گرد نہیں بھٹکتا

ایک شخص حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں آتا ہے عرض کرتا ہے کہ آپؑ کے شیعوں میں سے ایک اپنے ہمسایوں کے گھر میں بری نظر رکھتا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا اس کے نامۂ اعمال میں ایک گناہ کے بجائے دو گناہ لکھے جائیں گے۔

اس نے پوچھا یا امیر المومنینؑ کیوں؟ (اس روایت کا خلاصہ یہ) کہ

امامؑ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اگر اس طرح ہے تو کہنا چاہتا ہے کہ کیوں میرا شیعہ ایسے ہلاک کرنے والے گناہ کبیرہ میں مبتلا ہوا (یعنی کہاں شیعہ علیؑ اور ایسا کام کرسکتا ہے) یہ تو شیعیانِ علیؑ کو بدنام کرتا ہے) اگر یہ شخص اپنے گناہوں کے ساتھ ہمیں دوست رکھتا ہے تو کہو وہ ہمارا دوستدار ہے نہ کہ شیعہ!

دوسری روایت میں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر کوئی قلبِ سلیم رکھے تو وہ علیؑ کا شیعہ ہے (یعنی وہ اپنے دل میں بیماری نہ رکھتا ہو حرص، کینہ اور حبِ دنیا نہ رکھتا ہو)۔ علیؑ کا شیعہ وہ ہے جو کہ اپنے مولاؑ کی پیروی کرتا ہو یہ ۷۰ ہزار آدمی وہ ہیں جن کی ارواح عالم ملکوت میں حضرت ابراہیمؑ کے لئے جلوہ افروز ہوں گی جن کے نور چہاردہ معصومینؑ کے نور پاک کے اطراف ملاء اعلاء کو پُر کردیں گے اور انہیں کہا جائے گا کہ یہ علیؑ کے شیعہ ہیں۔

انہوں نے عرض کی پروردگار شیعیان علیؑ کو کس چیز کے ذریعے پہچانا جائے گا۔ ندا آئے گی کہ یہ لوگ نوافل یومیہ کو ترک نہیں کریں گے خصوصاً نماز شب۔ کوئی علیؑ کا شیعہ ہو اور صبح تک سوتا رہے؟ اس کے مولاؑ راتوں کو کیا نالہ کرتے تھے اور ۱۹ رمضان کی صبح جب مسجد سے باہر تشریف لے جارہے تھے کہ امامؑ کی نظر فجر پر پڑی تو فرمایا کہ تو گواہ رہنا کہ تو نے کبھی طلوع نہ کیا کہ علیؑ سوتا رہ جائے۔

دوسری علامت جو کہ شیعوں کی ہے وہ بسم اللہ کو بلند آواز سے ادا

کرتے ہیں جب کہ دوسری خصوصیات علامت ہماری بحث سے خارج ہیں۔

ابراہیم نے عرض کی خدایا مجھے بھی شیعیان علیؑ میں سے قرار دے۔

اس وجہ سے متوجہ رہئے کہ علیؑ کے شیعوں کا کتنا عظیم مرتبہ ہے اور ان ستر ہزار آدمیوں میں سے ہونا کوئی آسان کام نہیں۔ چاہئے کہ ہر حرام کام سے پرہیز کرے اور اپنے دل کو ہر گناہ سے پاک رکھے اور جس دل میں عجب اور کبر ہو حرص اور حسد ہو تو ان آلات کے ذریعے سے کہاں تک جا سکتا ہے۔ غیر خدا سے امید رکھنا، اور غیر حق پر تکیہ کرنا حرص اور سرور اور غمگین ہونا دنیاوی امور میں سے ہے یہ سب قلب کی بیماری کی علامت ہیں۔

حضرت عمارؓ کا ادب شیعہ ہونے کے لئے

اس تفسیر کے مطابق جو حضرت امام حسن عسکریؑ سے منقول ہے کہ جناب عمارؓ زھنی جو کہ حضرت امام جعفر صادقؑ کے اصحاب میں سے تھے جو کہ کوفہ میں تھے ایک محاکم جو کہ قاضی کے محضر میں قاضیٔ وقت ابن ابی داؤد یا کوئی دوسرا تھا اور عمار شاہدوں میں سے تھے۔ جب گواہی دینا چاہی قاضی نے ان سے کہا کہ تمہاری گواہی قابل قبول نہیں ہے کیونکہ تم رافضی ہو۔ عمار نے یہ بات سنی تو بلند آواز میں گریہ کرنا شروع کردیا۔ قاضی متاثر ہوگیا اور کیونکہ جناب عمار بزرگان میں سے تھے جو کہ محترم اور مشہور تھے ان سے کہا کہ آپ وارثِ علم احادیث ہیں، اگر ناراحت ہوگئے ہیں تو اعلان کریں آپ علیؑ کے شیعوں میں

سے نہیں ہیں تا کہ آپ کی گواہی قبول کروں۔

انہوں نے جواب دیا کہ میرا رونا خود اپنے پر اور تیرے اوپر بھی ہے۔

اپنے آپ پر گریہ اس وجہ سے ہے کہ تو نے بہت بڑی نسبت میری طرف دی ہے تو نے کہا رافضی۔ رافضی وہ ہوتا ہے جو کہ ہر باطل کو ترک کرتا ہو اور تو نے مجھے رافضی کہا گویا تو نے مجھے بہت بڑی نسبت دے دی ہے میں کہاں اور علیؑ کے شیعہ کہاں اور ہر باطل کا ترک کرنا کہاں! جب کہ میرا گریہ تیری وجہ سے اس لئے ہے کہ تو اتنی بڑی بزرگی اور عظمت کو اہانت سمجھتا ہے! عمارؓ نے اس ماجرا کو حضرت صادقؑ سے عرض کیا امام صادقؑ نے عمارؓ سے کہا (مضمونِ روایت) عمارؓ اس ادب اور انکساری (تواضع) سے جو تو نے انجام دیا اگر تیرے گناہ آسمان سے بھی بڑے ہوتے تو اس ادب اور تواضع کی بناء پر جو تو نے کیا گناہ چھوٹے اور اعمالِ صالح کو پروردگار ہزار گناہ بڑا کر دیتا۔

بلندی ازاں یافت کہ اوپست شد

درنیستی کوفت تا ہست شد

جو خود کو چھوٹا سمجھتا ہے جیسا کہ حقیقتاً بھی ہے خدا اسے بڑا کر دیتا ہے۔ جی ہاں ہم کہاں اور شیعیان علیؑ کہاں جو چیز نظر آتی ہے وہ یہ ہماری شکل شیعیان علیؑ کی طرح ہے اور اسی بناء پر ہم دل سے خوش ہیں کہ انہیں دوست رکھتے ہیں اور ہم امیدوار ہیں کہ خدا ہمیں ان کے ساتھ محشور فرمائے۔

درس ۲۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا صحاب الیمین ثلة من الاولین و ثلة من الآخرین

شیعیان علیؑ کے خواص کی یاد آوری

گزشتہ رات گفتگو شیعیان علیؑ اوصاف تک پہنچی علیؑ اور عرض کیا کہ روایت کے مطابق جو کہ حضرت پیغمبرؐ سے پہنچی ہے سابقین یعنی جو کہ بغیر کسی حساب کے جنت میں جائیں گے یہ لوگ شیعیان علیؑ ہیں نہ کہ علیؑ کے دوست کیونکہ ہر شیعہ دوست ہے لیکن ہر دوست شیعہ نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے دوست ہو لیکن پیروکار نہ ہو حالانکہ بغیر حساب محشر میں جانا اہل بیتؑ کی کامل پیروی کرنے کی وجہ سے ہے۔

آج رات میں نے سوچا کہ اوصافِ شیعیان علیؑ کا ذکر کیا جائے پہلی بات کہ ان کو یاد کرنا حق کے رحمت کے نزول کا سبب ہے(۱) اور تمام لوگ استفادہ کر سکتے ہیں۔ دوسری بات کہ علیؑ کے شیعوں کی صفات بیان کرنے کے بعد اپنی طرف نظر کریں گے اور اپنے پیچھے رہ جانے کو درک کریں گے اور کوشش بھی کریں گے کہ اپنے آپ کو ان تک پہنچا سکیں۔ تیسری بات کہ اگر

(۱) عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة (سفینۃ البحار جلد ۱، صفحہ ۳۴۷)

سمجھ لے کہ یہ صفات ہم میں ہیں تو کم سے کم عُجب میں مبتلاء نہیں ہوں گے اور اپنے آپ کو دھوکا نہیں دیں گے کہ علیؑ کے شیعوں میں سے ہیں۔

شیعوں کی علامات خود امیر المومنینؑ کی زبانی

اس روایت کے مطابق جو بحار الانوار میں نقل ہوئی ہے ایک رات چونکہ نورِ مہتاب سے منور تھی مولائے متقیان حضرت امیر المومنینؑ اپنے گھر سے باہر تشریف لاتے ہیں، ایک جماعت کو دیکھتے ہیں جو کہ حضرتؑ کے پاس آئے ہیں۔ حضرتؑ نے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو انہوں نے عرض کی مولاؑ آپؑ کے شیعہ ہیں۔

حضرت نے فرمایا کیا ہوا کہ میں تمہارے پاس اپنے شیعوں کی علامت نہیں دیکھ رہا ہوں ان لوگوں نے پوچھا کہ شیعوں کی علامت کیا ہیں؟ حضرت نے فرمایا میرے شیعہ وہ لوگ ہیں جو اس قدر روزہ رکھتے ہیں اور اس قدر بھوکے رہتے ہیں جس سے ان کے پیٹ کی کھال آپس میں چپک گئی ہے اور اس قدر شبوں کو اپنے قدموں کے ساتھ کھڑے رہتے ہیں کہ ان کی کمر خمیدہ ہوگئی ہے اور اتنا ذکرِ خدا میں مشغول رہتے ہیں کہ ان کے لب خشک ہوگئے ہیں اور اس قدر امیدالٰہی کے ساتھ گریا کر چکے ہیں کہ ان کی آنکھوں میں پانی جمع ہوگیا ہے اور ان چہروں سے خشوع آشکار ہے۔(۱)

(۱) سفینۃ البحار جلد ۱، صفحہ ۹۳۰

خطبہ شریفہ ہمام جو نہج البلاغہ میں منقول ہے جس میں امیر المومنین علیؑ پرہیز گاروں کی صفات کی تشریح فرماتے ہیں جو کہ اصل میں شیعیان علیؑ ہی کی صفات ہیں اور ہم اپنے معروضات کی تکمیل کی خاطر ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

علیؑ کے شیعہ گناہوں سے دور رہتے ہیں

منطقهم الصواب و ملبسهم الاقتصاد و مشيهم التواضع

ان کی گفتار (کلام) صحیح راستے پر ہے اور ہر قسم کی گندگی سے پاک یعنی غیبت، جھوٹ، تہمت، بغیر علم کے کلام مومن پر الزام تراشی کرنا، راز مومن کو فاش کرنا اور اسی طرح ان کا کلام دشنام اور قذف سے مبرّا ہوتا ہے۔ اور لباس کے پہننے میں متوسط حد کو اختیار کرتے ہیں اور ان کے راہ چلنے کا انداز فروتنی اور متواضع (منکسر المزاج) ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی اپنی آنکھوں کو حرام سے بچاتے ہیں اور اس گفتگو کی طرف جو ان کے لئے مفید ہوسکتے ہیں اور یاد کرتے ہیں اگر ان کی موت کا دن معین نہ ہوتا تو پلک جھپکتے میں ان کی جان بدن کے قلب سے آزاد ہو چکی ہوتی۔ ڈر اور خوف اور یادالٰہی کے شوق، یعنی اگر اجل (موت کا ایک دن معین نہ ہوتا تو کب کا، با امیدِ خدا پیش بارگاہِ خداوندی میں پہنچ چکے ہوتے۔

صرف خدا کی ذات ان کے نزدیک بڑی ہے

عظم الخالق فی انفسهم و صغر ما دونه فی اعینهم........

ان کے نزدیک خدا کی ذات سب سے بڑی ہے جب کہ اس کے علاوہ ہر چیز ان کی نگاہوں میں چھوٹی ہے خدا نے ان کی جانوں میں تاثیر ڈال دیا ہے اسی وجہ سے خدا کے علاوہ ہر چیز ان کی نگاہوں میں بے قیمت و بے وقعت ہے یہ لوگ بہشت کے اعتبار سے وہ لوگ ہیں جو اسے دیکھے ہیں اور اس کی نعمتوں سے بہرہ مند ہیں اور جہنم کی نسبت سے ایسے ہیں گویا اس کو دیکھ رہے ہیں اور اس کے عذاب سے ناراحت ہیں۔

اپنے آپ سے نالاں اور اپنے اعمال سے ڈرتے ہیں

وهم لانفسهم متهمون ومن اعمالهم مشفقون

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ سے نالاں ہیں اور اپنے آپ کو تہمت لگاتے ہیں مثلاً اگر بہت زیادہ خیرات دیں پھر بھی کہتے ہیں ہمارا ہاتھ نیک اعمال سے خالی ہے بلکہ اپنے اعمال سے بھی ڈرتے ہیں کیونکہ اپنے کام سے راضی رہنا جہل نادانی ہے جب کہ شیعان علیؑ اہلِ علم ہیں۔

علیؑ کے شیعہ اگر ان کے کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں اپنے اعمال کا تقابل اپنے امام حضرت علیؑ کے اعمال سے کرتے ہیں (السلام علی میزان الاعمال) اور کہتے ہیں ہم کہاں اور ہمارے مولا علی کہاں اگرچہ اچھے اعمال ہیں لیکن پھر بھی خوفناک ہیں۔ برے لوگ دوسروں کو تہمت لگاتے ہیں جب

کہ متقین پرہیز گار لوگ اپنے آپ پر تہمت لگاتے ہیں اور اپنے آپ سے بدگمان رہتے ہیں۔

حضرت سلمانؓ موت کے وقت کیوں گریہ کررہے تھے

سلمان فارسیؓ پہلے علیؑ کے شیعہ ہیں کتاب عدۃ الداعی میں ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ ایسے مرد جو کہ عجیب و غریب علوم کے ماہر اور آنے والے اور گذشتہ واقعات سے آگاہ اور ان کی کرامت فوق العادت تھیں اس قسم کے آدمی بھی موت کے وقت گریہ کررہے تھے۔ ان سے گریہ کے سبب کو معلوم کیا گیا تو جواب میں کہا کہ ڈرتا ہوں کہ کہیں پیغمبرؐ کی وصیت پر عمل نہ کرسکا ہوں۔

حجۃ الوداع میں رسول خداؐ نے گرد کعبہ کو پکڑ کر ہماری طرف رخ کرکے فرمایا تھا کہ اے مسلمانوں ایک سوار کی مانند زندگی گزارو اور ایک سوار کتنا سامان لے جاسکتا ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں اس وصیت پر عمل نہ کیا ہو جب کہ حضرت سلمانؓ کے گھر میں ایک گوسفند کی کھال کے اور برتن اور ایک لوٹے کے سوا کچھ بھی موجود نہ تھا پھر فرمارہے ہیں کہیں پیغمبر کی وصیت پر عمل پیرا نہ ہوسکا ہوں۔

ان بزرگوار اور عظیم شیعہ کے حالت کو پڑھ کر ہمیں شرم محسوس ہوتی ہے کہ ہم کس علیؑ کے شیعہ ہیں؟

پرہیز گاروں کی خوشیاں اور غم کس وجہ سے ہیں

یمسون خزنا و یصبحون فرحاً.........

رات کو غمگین رہتے ہیں اور صبح کو خوش ہو جاتے ہیں ان کے راتوں کو غمگین رہنے کی وجہ یہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہوں کہ ان کی عادت چھوٹ جائے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ ان شبوں کی برکت اٹھ جائے اور وقتِ سحر کیونکہ آخرت کا سامان مہیا اور اکٹھا کرنے کا وقت ہے اس وجہ سے غمگین ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہیں سو جائے اور سحر کے وقت تک بیدار نہ ہو سکے اگر بیدار بھی ہو جائے تو دعا کی طرف توجہ بھی قائم رکھ سکے یا نہ رکھ سکے۔

شب مردان خدا را روزِ جہان امروز است
روشنان را بہ حقیقت شب ظلمانی نیست

جب کہ صبح کے وقت شادماں اور خوش ہو جاتا ہے کہ خدا کا شکر ہے رات کو موفق اور کامیاب رہا اور خدا کا شکر کہ رات کو بیدار تھا تا کہ آخرت کے سامان کو باندھ سکے۔

لیکن ہماری کیا حالت ہے کیا ہماری خوشیاں اور غم، دنیاوی امور کے لئے ہیں۔ ہمارا غصہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ کوئی دنیاوی کام خراب ہو گیا ہو اور ہماری خوشیاں اس وقت ہوتی ہیں جب کوئی دنیاوی کام اچھا ہو گیا ہو۔

درس ۲۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا صحاب الیمین ثلۃ من الاولین و ثلۃ من الاخرین

نفسانی عیوب، زیرِ خاک چھپی ہوئی چنگاری ہے

ہماری گفتگو علیؑ کے شیعوں کی صفات کے بارے میں تھی آج کی رات بھی ہم تبرک کے طور پر امام علیؑ کے فرمان کا ایک یا دو فقرہ جو کہ ہمام کے خطبے میں مذکور ہے بیان کریں تا کہ اس کی بو بھی ہمارے اندر پیدا ہو سکے۔

وھم لانفسھم متھمون۔ ہم نے کہا کہ علیؑ کے شیعہ خود پر تہمت لگاتے ہیں نہ کہ دوسروں پر اپنے آپ سے بدظن ہیں اور نالاں ہیں نہ کہ دوسروں سے کیونکہ یہ لوگ اہلِ علم ہیں اور نفس کے عیبوں کو جانتے ہیں کہ نفس کے عیب آشکار نہیں رہتے کبھی کبھی خود انسان بھی اشتباہ کرتا ہے۔ کبھی ممکن ہے کہ چند سال بعد سمجھے کہ فلاں عیب ابھی تک اس میں موجود ہے جیسا کہ راکھ میں دبی ہوئی چنگاری ممکن ہے کہ چھپی ہوئی ہو لیکن جب بھی اس کو اپنی شرائط میسر آ جائیں اپنا کام کر جائے گی اور انسان کو ہلاک کر دے گی۔ اس وجہ سے علیؑ کے شیعہ اپنے آپ کو صحیح نہیں جانتے کیونکہ اہلِ علم ہیں اور جانتے ہیں ہم مختلف عیوب رکھتے ہیں اور معلوم نہیں ہے کہ اس سے پاک ہو گئے کہ نہیں؟

علم اخلاق خود پر منطبق کرنا ہے

اخلاق پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں اور اخلاق کے استاد بھی ہیں جو علمِ اخلاق کو سکھاتے ہیں لیکن وہ چیز جو اس علم میں اہم ہے اپنے کو اخلاقی بنانا ہے اگر چہ اخلاق کا دورہ مکمل کرلیا ہو اور کتنی اخلاقی کتابیں یاد کرلی ہوں لیکن پھر بھی خود کو ابھی تک نہ پہچان سکا ہو کہ کون سی خرابیاں اور برائیاں اس میں باقی ہیں کیونکہ جب اپنی برائیاں جان لے گا تو اس کے علاج کی طرف متوجہ ہوگا پس علم اخلاق دینے آپ حقائق کو منطبق کرنے کا نام اور اپنے عیب کو پہچان لینے کے بعد اس کا علاج کرے تا کہ اس کی جگہ پر اچھی عادت جاگزین ہو سکے۔

نہج البلاغہ میں امام علیؑ فرماتے ہیں مومن صبح سے شام تک خود سے بدگمان رہتا ہے اور خود کے ساتھ چوں و چرا (اپنا محاسبہ) کرتا ہے کہ کیوں اس طرح سے کیا؟ اور کیوں اس طرح نہ کیا؟ (۱)

کیونکہ یہ اہلِ دانش ہیں اور جانتے ہیں کہ ممکن ہے کہ نفس میں عیوب ہوں اور انہیں خبر تک نہ ہو اور بعد میں سمجھیں۔

بدی سے زیادہ نیکیوں سے ڈرنا

ومن اعمالھم مشفقون یہ لوگ اپنے کاموں سے ڈرتے ہیں اگرچہ پاک ہیں اور ہر گناہوں سے دور ہیں پھر بھی اپنے اعمال سے ڈرتے ہیں۔

(۱) انّ المومن یصبح و یمسی و نفسہ ظنون عندہ ولا یزال ضاریاً علیہا و مستزیداً لھا (نہج البلاغہ)

کتاب ارشاد القلوب میں دیلمی لکھتے ہیں سابقین کا خوف ان کے خیرات سے زیادہ ہے۔ ہمارا خوف گناہوں کی وجہ سے ہے جب کہ سابقین کا خوف اچھے اعمال کی وجہ سے ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو ان کے اعمال میں عجب اور ریا کاری اور طمع شامل ہوگئی ہو اور کہیں غرور اور اپنے اعمال پر بھروسہ کرنا یہ سب باتیں کہیں شامل نہ ہوگئی ہوں۔ خلاصہ وہ ہر چیز سے جو کہ اعمالِ صالح کو خراب اور گناہوں میں اضافہ کا موجب ہے ان سے ڈرتے اور خوف کھاتے ہیں۔

اپنی تعریف سن کر خوشحال نہیں ہوتے

ی ,حـخم خاف مما یقال له

جب ان کی تعریف کردی جائے تو ان باتوں کی وجہ سے جو کہی گئی ہیں ڈرتا ہے، اور کہتا ہے میں اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر جانتا ہوں اور خدا مجھ سے بہتر مجھے جانتا ہے اور خداوند کریم مجھے ان لوگوں میں جن میں یہ لوگ کہتے ہیں شامل نہ کر بلکہ اس سے بڑھ کر جو یہ کہتے ہیں قرار دے اور ان گناہوں سے جس کو تو جانتا ہے بخش دے۔

رائج ہے کہ مومنین ایک دوسرے کے ساتھ تکلفات سے کام لیتے ہیں اور ایک دوسرے کی تعریف مدح کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں خدا آپ جیسوں کو زیادہ کردے آپ جیسے افراد کم ہیں۔ یہ سب باتیں علیؑ کے شیعوں

کے لئے موثر نہیں ہیں بلکہ اس قسم کی تعریف سے خوف کھاتے ہیں کہ یہ لوگ میرے ظاہر کو دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ میں اچھا آدمی ہوں لیکن میں اپنے آپ کو بہتر جانتا ہوں اور خدا کے فضل سے اپنے نفس کے عیوب کو سمجھ گیا ہوں ابھی توحید پرست نہیں ہوا ہوں ابھی توکل، خوف اور رجاء میرے تجربے میں نہیں آئے ہیں ابھی مقام تسلیم و رضا تک نہیں پہنچا ہوں۔

اور جتنا بھی خود کو پہنچان لوں، خدا اس سے بہتر جانتا ہے، اے خدا تو میرے بارے میں جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں اس پر قہر اور ناراض نہ ہو عذاب نہ کر۔

پھر بھی اس کی امید اور تکیہ فضلِ خدا پر ہے اس بناء پر درخواست کرتا ہے کہ جتنا یہ لوگ میرے بارے میں گمان کرتے ہیں اس سے بھی بڑھ کر قرار دے اور میرے ان گناہ کو جس سے آگاہ نہیں ہوں بخش دے یہ باتیں دل میں ایمان کے نور طلوع ہونے کا نتیجہ ہیں کہ لفظ سے بالا ہو کر واقعیت کو پالیتا ہے۔ لوگ کہیں کہ بہت اچھے ہو، یا برے، اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ واقع میں خدا خوب بنا دے ورخدا پاک فرمادے۔

دینی توانائی، میانہ روی اور بردباری کے ساتھ

ومن علامة احدهم انک له قوة في دين..........

اور اہلِ تقویٰ کی علامت یہ ہے کہ اس کی توانائی ہو اور دینداری میں کوئی چیز اسے نہ روک سکے، بلکہ متزلزل بھی نہ کر سکے، بہتر ہے کہ دین کی

توانائی اور بلاؤں میں ثابت قدمی کے بارے میں حضرت امام علیؑ کے شیعہ میں کسی کی داستان نمونے کے طور سے بیان کرو تا کہ یادآوری ہو سکے۔

جناب محمد بن ابی عُمیر جو اصحاب اجماع اور دونوں فریقین کے پاس موثق ہیں اس طرح سے کہ ان کے مرسلات کو مسندات کے حکم میں مانتے ہیں۔ بہت سالوں تک ہارون کے زندان میں علیؑ کے شیعہ ہونے کے جرم میں گرفتار رہے۔ ان سے باز پرس کرنے کے لئے ان سے شیعیان علیؑ کا نام پوچھا گیا لیکن انہوں نے جواب نہ دیا تو انہیں ہزار تازیانے مارے گئے کہ وہ بے ہوش ہو گئے۔ ایک معتبر تاجر اور دولت مند ہونے کے باوجود زندان میں رہنے کی وجہ سے تہی دست ہو گئے اس طرح سے کہ زندان سے رہا ہونے کے بعد کچھ موجود نہ تھا۔

اپنی ثروت مندی کے ایام میں ایک آدمی کو دس ہزار درہم قرض دیئے تھے اتفاقاً اس مقروض کی بھی حالت اچھی نہیں ہے اور وہ خانہ نشین ہو گیا ہے۔ جب اس نے سنا کہ جناب ابن ابی عمیر مفلوک الحال ہو گئے ہیں تو اپنے گھر کو فروخت کر کے دس ہزار درہم ابن ابی عمیر کی خدمت میں لاتا ہے اور جب ابن عمیر کو دیکھتا ہے چاہتا ہے کہ ان کا پیسہ پلٹا دے ابن ابی عمیر اس سے کہتے ہیں سنا ہے مجھے بھی خسارہ ہو گیا ہے تو بھی فقیر ہو گیا ہے اس نے جواب دیا ہاں لیکن اپنا گھر بیچ کر آپ کی خدمت میں یہ پیسے لے کر آیا ہوں۔

ابن ابی عمیر نے جواب دیا کہ زریح محاربی تو نے کیا کہ میں نے خود اپنے آقا اور مولا حضرت جعفر بن محمدؑ سے سنا ہے فرماتے ہیں اگر کسی شخص کا کوئی مقروض ہو جائے اور وہ اس کے گھر سے اور وہ چیزیں جو کہ اس کی ضروریاتِ زندگی میں سے ہیں نہیں نکال دینا اور تمام وہ ضروریات کی چیزیں جو اس کی زندگی کے لئے ضروری ہیں اس کے پاس رہنے دینا ہے۔ پھر فرمایا کہ اپنے مولاؑ کی جان کی قسم ان پیسوں میں سے ایک درہم بھی نہیں لوں گا اگر چہ ان میں سے ایک ایک درہم تک کا محتاج ہوں۔

دینی توانائی اس ایک نمونے سے آشکار ہو جاتی ہے کس طرح سے ایک ہزار تازیانے کے مقابلے میں مقاومت کرتے ہیں اور اسے کسی شیعہ بھائی کا نام تک نہیں لیتے۔ اپنے لئے زحمت کو ہموار کرتے ہیں تا کہ دوسرا مومن بھائی زحمت سے محفوظ رہے۔ دوسرے یہ کہ امام موسیٰ بن جعفرؑ کی راہ میں تمام مال واسباب لٹا دیتے ہیں اور امامؑ کے فرمان کے مطابق اپنے مال کو طلب کرنے سے اظہارِ بے نیازی کرتے ہیں۔

وتحملاً فی فاقه و قصداً فی غنی ...... و صبراً فی شده

تنگ دستی میں تحمل اور تونگری میں فراخ دلی اور راحت وسکون میں میانہ روی کرتے ہیں۔ کوئی اسراف نہیں کرتے اور زحمات اور مشکلات میں بردباری سے کام لیتے ہیں اور پروردگار کی طرف سے آسانی کے منتظر رہتے ہیں۔

کم کھانے والے غصے کو روکنے والے......

غرض کہ بعض متقین کی صفات کی طرف اشارہ ہے کی شرح کی تفصیل مقصد نہیں ہے فرماتے ہیں۔ قلیلاً اکلة قانعة نفسه خاشعاً قلبه مکظوماً غیظه سهلاً امره) پرہیز گاروں کی علامت یہ ہے کہ ان کی خوراک کم ہے اور ان کے نفس قانع ہو چکے ہیں، حرص نہیں کرتے ہیں ان کے کام آسان ہیں یعنی دنیاوی کاموں اور مادی امور سخت نہیں ہیں۔ اچھا گھر یا اعلیٰ قسم کا فرش نہ بھی ہو تو اس کو اہمیت نہیں دیتے بعض تو اس قدر مقید ہیں کہ خود کو ایک کٹہرے میں مادہ اور مادیات میں محدود کر لیتے ہیں لیکن علیؑ کے شیعہ آزاد ہیں اور نفس اور ہوائے نفسانی کی ان پر حکومت نہیں ہے۔

مکظوماً غیظه۔ اپنے غصے کو ضبط کرتے ہیں اپنے حیوانی غصے پر قابو رکھتے ہیں اور یہ تمام غیر سزاوار امور جو کہ مصیبت کے مقابلے میں ہیں، غضب حیوانی کو قابو میں رکھتے ہیں۔ لیکن علیؑ کے شیعہ کا غصہ بھی خدا کی خاطر ہے اگر غصہ کرتے بھی تو خدا کی خاطر اور منکرات کے مقابلے میں اور انسانی شان حلم سے اور یہ لوگ حلم وعلم کے ساتھ گھل مل گئے ہیں۔

شہوات اور واہیات آرزئیں ان کے نزدیک مردہ ہیں (میتاً شهوته) شہوات مختلف قسم کی ہیں بیوی، مال، مسکن، اسی طرح سے دوسری بہت سی شہوات خاشعاً قلبه ان کے دل خدا کے لئے خاشع ہیں ان کی

حرکات اور سکنات خدا کی خاطر ہے۔ بعض نے فرمایا کہ شیعہ شعاع سے ہے۔ اصل نور آلِ محمدؐ کا ہے اور شیعہ ان کے پرتو ہیں اور ولایت کا نور ہر دل میں منور ہے اور ہر دل ان کے آثار خیر سے منور ہے۔

علیؑ کے شیعوں سے ہر خیر کی امید ہے

الخیر منه مأمول ولاالشر منه مامون۔ علیؑ کے شیعہ وہ ہوں جن سے ہر خیر کی توقع اور امید ہے یعنی لوگ ان سے خیر کی امید رکھتے ہیں اور ہر برائی ان سے دور ہے اور کوئی ان سے شر کی توقع نہیں رکھتا۔

یہ خود کو آخرت کی خاطر زحمت میں ڈالتے ہیں اور دوسروں کو اپنے شر سے محفوظ رکھتے ہیں۔

یعفو عمن ظلمه و یعطی من حرمه ویصل من قطعه

اور وہ جو ان پر ظلم کرے اور ستم ڈھائے اس سے درگزر کرتے اور جو کوئی ان سے سوال کرے اس کو عطا کرتے ہیں اور جو ان سے قطع تعلق کرے اس سے مل کر رہتے ہیں۔

یہ محض خیر ہیں نہ صرف کسی پر تجاوز اور ظلم نہیں کرتے بلکہ وہ لوگ جو ان پر ستم کرتے ہیں انہیں بخش دیتے ہیں ان میں انتقام کی حس نہیں ہے بلکہ وہ خدا پر چھوڑ دیتے ہیں تاکہ وہ انتقام لے۔

اور وہ جو انہیں محروم رکھے یہ لوگ ضرورت پڑنے پر اس کے کام آتے

ہیں اور برائی کا جواب نیکی کی صورت میں دیتے ہیں اگر کوئی ان کے گھر نہ آئے یہ ان کے دیدار کو جاتے ہیں۔

ضمناً یہ کہ کوئی مایوس نہ ہو ہم کہتے ہیں کہ یہ سب عالی مرتبہ اور اونچے مقام کی باتیں ہیں اور کوئی بھی اس بارگاہ سے محروم نہیں ہے اور ہر کوئی اپنے اندازے کے مطابق ولایت سے فیض حاصل کرتا ہے انشاء اللہ ہم سب اہل بیتؑ کی برکت سے اہلِ نجات میں سے ہیں لیکن (یاد رہے) کہ مقامات اور درجات کے بھی مرتبے ہیں۔

اور اس روایت کے مطابق جو کہ بحار الانوار میں حضرت امام محمد باقرؑ سے منقول ہے آپؑ فرماتے ہیں ام ایمن جو کنیز حضرت زہراؑ ہیں رسول خداؐ کی گواہی کے مطابق اہلِ بہشت میں سے ہیں لیکن وہ معرفت امامت کے بارے میں جو آپ لوگ رکھتے ہیں ان کے پاس نہیں۔ یعنی اصحاب یمین میں سے ہے نہ کہ سابقین میں سے۔ جب کہ شیعیانِ اہل بیتؑ، سابقین میں سے ہیں جب کہ ان کے دوست اصحابِ یمین میں سے ہیں اور ان کا مقام بہشت ہے اور کوشش کرنی چاہئے اپنی سی بھرپور کوشش کریں بلکہ جب تک عمر باقی ہے ولایت علیؑ سے کافی اور وافی مقدار میں بہرہ مند ہوسکیں۔

درس ۲۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واصحاب الشمال ما اصحاب الشمال فی سموم وحمیم
و ظلّ من یحموم لا بارد ولا کریم

گرم ہوا اور کھولتا ہوا پانی اصحاب الشمال کے لئے

پروردگار نے سابقین کے حالات کے ذکر کرنے کے بعد ہر ایک کے درجات اور نعمتیں بھی بیان فرمادیں پھر اصحابِ شمال کے حالات بیان کرتا ہے اصحابِ شمال وہ ہوں گے جن کے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو عرش کے اُلٹی سمت پر ہوں گے۔ بائیں طرف والے کیا بائیں طرف والے اصحاب الشمال ما اصحاب الشمال۔ ان کی حالت اذیت ناک اور بری ہوگی یہ وہ لوگ ہوں گے جو بے ایمان دنیا سے کوچ کر گئے ہوں گے۔ اگر باایمان مرے ہوں گے تو ان کی برائیاں ان کی نیکیوں سے زیادہ ہوں گی۔

فی سموم وحمیم۔ سموم کو اس طرح بیان کیا گیا ہے (التی تدخل مسام البدن فسحرق الاجساد والاکباد) کہ ایسی زہریلی ہوا جو بہت گرم ہوگی اور بدن کے مسام (سوراخوں) سے گرم ہوا داخلِ بدن ہو کر بدن

اور جگر کو جلا دے گی۔

حمیم کا بھی اسی طرح معنٰی بیان کیا گیا ہے کہ ایسا پانی جو کہ بہت گرم ہوگا۔ ظل من یحموم ظل سایہ کے معنی میں ہے جب کہ یحموم گرم دھوئیں کے معنی میں ہے اور حمم کے مادہ سے ہے جس کا مطلب تاریکی ہے یعنی سیاہ آگ مفسرین نے کیا ہے۔ یحموم ایسا پہاڑ ہے جو آتش کے درمیان ہوگا اور جس کی طرف جہنمی لوگ پناہ چاہیں گے۔

دوزخ میں بھی ہے تاریکی ہے وہاں کی آگ بھی سیاہ ہے۔

سیاہ آگ تین ہزار سال پھونکنے کے بعد

حدیث میں اس طرح سے وارد ہوا ہے کہ ایک روز جبرائیلؑ حضور کی خدمت میں مشرف ہوئے جب کہ جبرائیلؑ غمگین حالت میں تھے پیغمبرؐ نے جبرائیلؑ سے پوچھا کیوں گریہ کر رہے ہو؟ عرض کی کہ اب منافخ جہنم ختم ہوگئی۔

آپؐ نے فرمایا منفخ کیا ہے؟ کہا کہ جب خدا نے جہنم کو خلق کیا ہزار سال اس میں پھونکا گیا یہاں تک سرخ ہوگئی پھر ہزار سال میں پھونکتے رہے یہاں تک سفید پڑگئی پھر ہزار سال پھنکتے رہے کہ وہ سیاہ ہوگئی اب اس کے پھونکنے سے تاریک (سیاہ) ہوگئے ہیں۔(۱)

(۱) بحار الانوار جلد ۳

اہل جہنم سب کے سب سیاہ ہیں اور ان کے آگ سے بنے ملبوسات بھی سیاہ ہیں۔ (ظلمات بعضها فوق بعض) جب کہ بہشت میں سیاہی نہیں ہے صرف سیاہی آنکھ، آبرو اور پلکوں کی ہوگی جو کہ ان کے حسن میں اضافہ کا سبب ہے۔

باقی حدیث کو عرض کروں۔ جبرائیلؑ کی بات یہاں تک پہنچی تو رسول خداؐ گریا کرنے لگے۔ وحیٔ الٰہی نازل ہوئی یا محمدؐ تمہیں اور جبرائیلؑ کو بچاؤں گا گناہوں سے تاکہ تم لوگ جہنم کی سزا سے بچ سکو۔ لیکن اسی حالت میں میرے عذاب سے ڈرتے رہو۔

یعنی اگر خدا تمہیں بچالے گا لیکن خوف اور جہنم کے عذاب سے ڈرنا بھی لازم ہے کہ کہیں انجام وظیفہ میں کوتاہی نہ ہو اور کہیں خدا انہیں ان کی حالت پر نہ چھوڑ دے۔ بحرحال جہاں پر محمدؐ ڈریں تو ہمیں اور تمہیں کیا کرنا چاہئے جب کہ یقینی طور سے معصوم ہیں جب کہ ہم قطعی طور پر گناہ گار تو اس عذاب سے کیوں بے باک ہیں۔

تو یہ وحشت ناک خبر کس کے لئے ہے اس طرح خداوند کریم اپنے بندوں کو ڈراتا ہے(۱) یہ ڈرانے کے لئے ہے اور سب کو ڈرنا چاہئے۔ شیخ شوستری کہتے ہیں نہیں جانتا ہوں کہ شیطان نے ان کے کانوں میں کیا پڑھ دیا

---

(۱) ذلک الذی یخوف اللّٰہ بہ عبادہ یا عباد فاتقون (سورہ ۳۹: آیت ۱۷)

ہے کہ مطمئن ہیں کہ یہ عذاب ان کی خاطر نہیں ہو سکتا ہے؟

اور شیخ بہائیؒ کے فرمودات کے مطابق

نہ اشکِ روان رخ زردی
اللہ اللہ کہ چہ بیِ دردی
از موطن اصل خود ناری یاد
پیوستہ بہ لھو و لعب دشاد

خلاصہ کے طور پر چاہے ڈرو یا نہ ڈرو لیکن ان خوفناک و ہولناکیوں سے گزرو اور اگر صحیح میں ڈرو گے تو خداوند عالم نے اس کا وعدہ دیا ہے البتہ اس کے لئے جو ڈر کر اپنا علاج کرے اور ہر قطرہ آنسو، خدا جانتا ہے کہ کتنی مقدار آتش جہنم کو خاموش کرتا ہے۔

اور دوزخ کا ہر شعلہ اونٹ کی طرح ہے

آتش کے شعلوں کے بارے میں جو چمک آسمان کے ستاروں کے عدد کے برابر ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ ہر شعلہ کسی محل کی مانند یا بڑے درخت کی مانند ہے اور دور سے زرد رنگ کے اونٹ کی مانند ہے۔(۱)

یہ ہماری سوچ سے بڑھ کر اور ہمارے ادراک سے بالاتر ہے اور وحی کے علاوہ قابل ادراک نہیں ہے اور جتنا بھی خیال کیا جائے اس سے بڑھ کر

---

(۱) انها ترمی بشرر کالقصر کانه جمالة صفر (سورہ ۷۷: آیت ۳۲)

ہے۔

شیخ شوستریؒ اپنے وعظ میں کہتے ہیں (نار حامیہ) جہنم کی آگ گرم ہے اور اس کے مقابلے میں دنیا کی آگ گرم نہیں ہے۔

اسی طرح حمیم بھی یعنی گرم پانی لیکن اس مقابلے میں دنیا کا گرم پانی گرم نہیں ہے اسی طرح کہ روایت میں منقول ہے کہ اگر ایک قطرہ حمیم کا اس دنیا میں گر جائے تو تمام عالم کو آگ لگا دے گا اور اگر ایک عذاب، عذاب جہنم میں سے اس دنیا میں کسی پہاڑ پر گزار جائے تو زمین کے آخری گہرائی تک جلا ڈالے گا اور ایک قطرہ زقوم کا زمین کے دریاؤں میں ڈالا جائے تو تمام دریاؤں کو گندا کر دے گا۔

سچ ہے کہ جب تک آدمی یقین نہ کرے کہ ان عذاب سے امان میں ہے چاہئے کہ سکون سے نہ بیٹھے اور اپنے اوپر آرام کو حرام کرے تا کہ مرتے وقت استغفار کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔

سانپ کے ڈنکوں سے آگ کے پانی کی طرف پناہ چاہیں گے

حدیث شریف جو کہ کتاب کفاتۃ الموحدینؒ میں آیت فان جھنم لموعدھم اجمعین لھا سبعۃ ابواب لکل باب منھم جزء مقسوم (۱) کے ذیل میں نقل ہوا ہے کہ آیت کا ترجمہ اس طرح سے ہے کہ "بس دوزخ ان

(۱) سورۂ حجر ۱۵: آیت ۴۴ اور ۴۵

کے وعدہ کی جگہ ہے جس کے ۷ سات دروازے ہیں اور ہر دروازے کو تقسیم کیا گیا ہے۔" فرماتے ہیں اور ہر دروازے کے پاس ۷۰ ہزار پہاڑ اور پہاڑ میں ۷۰ ہزار شگاف ہیں اور ہر شگاف میں ۷۰ ہزار وادیاں ہیں اور ہر وادی میں ۷۰ ہزار گھر میں اور ہر گھر میں ۷۰ ہزار سانپ ہیں اور ہر سانپ کی لمبائی تین روز کی مسافت ہے اور ہر سانپ کا ڈنگ (پھن) درخت کھجور کے برابر ہوگا وہاں پر ایک دریا ہوگا کہ جہاں پر پانی ان (سانپ وغیرہ) چیزوں سے مس ہوگیا ہے جب جہنمیوں پر عذاب ہوگا تو وہ شدتِ غم کی وجہ سے اپنے آپ کو اس دریا میں ڈال دیں گے اور کس قدر تکلیف میں ہوں گے کہ سانپوں اور بچھوؤں کے ڈنک کا مس شدہ پانی کی طرف پناہ مانگیں گے۔

اصحاب کا تاثر عذاب کی آیۃ کی وجہ سے

علامہ مجلسیؒ بحار الانوار کی دسویں جلد میں نقل کرتے ہیں کہ جب آیۂ شریفہ نازل ہوئی تو رسول خداؐ کا ملا پریشان اور نالا اور غمگین اور اپنے کمرے سے باہر نہ آئے۔ اصحاب بھی جرات نہ کر سکے کہ کوئی بات کریں کہ کہہ کر اس کی وجہ دریافت کر سکیں۔

سلمان فارسیؓ نے اس کا حل اس طرح تلاش کیا کہ حضرت زہراؑ کے گھر تشریف لائے اور عرض کی آپؐ کے والد گرامی مضطرب ہیں اور کوئی ان سے پوچھنے کی جرات نہیں رکھتا اگر ممکن ہو آپ ان سے اس کا سبب دریافت

کریں کہ کیوں مضطرب ہیں۔

حضرت زہراؑ نے چادر اوڑھی اور باہر آئیں اور سلمان کہتے ہیں کہ چادر ۱۲ جگہوں سے سلی ہوئی تھی اور قسم ہے کہ میں (دیکھ) کر رونے لگا۔

اور حضرت زہراؑ کے دیکھنے کے بعد رسول خداؐ شادمان ہوگئے کیونکہ بہشت کی خوشبو آ رہی تھی۔ حضرت زہراؑ نے احوال پرسی کی رسول خداؐ نے فرمایا آیت (وان جهنّم لموعدهم اجمعين) نازل ہوگئی ہے۔

حضرت زہراؑ اس آیت کو سن کر منہ کے بل گر گئیں اور فرمایا کہ وائے ہو ان پر جو ان دروازوں سے وارد ہوں گے۔ سلمان فارسیؓ نے کہا کہ اے کاش میری ماں نے مجھے پیدا نہ کیا ہوتا اور اس طرح کی خطرناک خبر نہ سنی ہوتی۔

ابو ذرؓ نے کہا کہ اے کاش میں پرندوں میں سے ہوتا اور بشر نہ ہوتا۔

علیؑ بھی نالہ کر رہے تھے اور اقله زاد یعنی اے زادراہ کی کمی۔

لیکن ہم اور آپ بے خبر ہیں خود کو ان عذاب سے کنارے سمجھتے ہیں آہ ہمارا دل کتنا قساوت سے بھرا ہوا ہے۔

درس ۲۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واصحاب الشمال ما اصحاب الشمال في سموم وحميم و ظلّ من يحموم لا بارد ولا كريم انهم كانوا قبل ذالك مترفين و كانوا يصرون على الحنث العظيم

جہنم کا پانی چہرے کو جلا دے گا

اصحاب الشمال اور جہنمیوں کے عذاب کے سلسلے میں جو باتیں ان آیات مبارکہ میں نقل ہوئی ہیں۔ (في سموم و حميم) کے ذیل میں پہنچی ہیں وہ ہے کہ ایسی گرم ہوا جو کہ انسانی مسام سے گزر کر پیٹ تک پہنچ جائے گی اور جگر کو جلا دے گی اور یہ گرم ہوا سموم ہے۔

دوزخ میں چند قسم پر مشتمل پانی ہوگا۔ غساق، غسلین، مہل، حمیم، صدید، ان تمام کا قرآن مجید میں ذکر ہوا ہے حمیم یعنی حد درجہ کھولتا ہوا پانی۔ اور روایت کے مطابق جو تعبیر نقل ہوئی ہے یہ ہے کہ اگر اس کا ایک قطرہ پہاڑوں پر ڈال دیا جائے تو پہاڑوں کے ساتویں طبقہ تک جلا دے گا۔ (۱)

اور جب یہ پانی لبوں تک نزدیک لایا جائے گا تو چہرے کے گوشت

(۱) بحار الانوار جلد ۳

گل کر گر جائیں گے اور جب پیٹ میں جائے گا تو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔

جہنمیوں کے سموم اور حمیم سے جلانے کے بعد واضح سی بات ہے کہ جلا ہوا سایہ کے تلاش میں حرکت کرتا ہے تو اس ایک سیاہ دھواں جہنم میں نظر آئے گا تو وہ سب لوگ کہیں گے چلو اس کے سائے میں پہنچتے ہیں جب یہ لوگ اس کے نزدیک پہنچیں گے تو روایت کے مطابق اس سیاہ دھویں سے ان پر آتش کی بارش کی جائے گی۔ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ حموم ایک آگ کا بنا ہوا سیاہ رنگ کا پہاڑ ہے جس کی پناہ میں جہنمی افراد ہوں گے۔

لا بارد ولا کریم یہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ اس میں کوئی فائدہ ہوگا۔

ایسا سایہ جو کہ فائدہ مند نہیں ہے

جب دنیا میں کسی آدمی کو گرمی لگے تو وہ سائے کو تلاش کرتا ہے بعض سائے جیسے گھنے درختوں کا سایہ جو کہ نہ صرف گرمی سے بچاتا ہے بلکہ ٹھنڈک بھی فراہم کرتا ہے جیسے بید و نیم کے درخت کا سایہ اسی طرح بعض سائے ایسے ہیں جو کہ صرف دھوپ سے محفوظ رکھتے ہیں۔ بعض ٹھنڈک فراہم نہیں کرتے جیسے سخت گرمی میں چھت کے نیچے کا سایہ یہ اگر دھوپ کی شدت سے اور گرمی کے محفوظ رکھتا ہے لیکن ٹھنڈا نہیں ہوتا تو اس کو ٹھنڈک نہیں کہیں گے لیکن اس کے باوجود یہ نفع بخش ہے۔ دوزخ میں جو سایہ ہوگا وہ نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ ہی گرمی سے بچائے گا و**لا بارد و لا کریم** اور اس کے ساتھ ساتھ آتش بھی

برسائے گا اور آسمانی بجلی کی طرح چمک اس سے جدا ہو کر اس آگ میں افزائش پیدا کر دے گی۔ کیونکہ اس پاداش اصحاب شمال کے لئے ہے اس کی وجہ بعد والی آیت میں یہاں فرما دی گئی ہے۔

صعوبتیں دنیا کی خوشبوؤں میں غرق ہونے کا نتیجہ ہیں

انھم کانوا قبل ذٰلک مترفین کیونکہ یہ لوگ دنیا میں حد سے زیادہ خوشبوؤں میں غرق رہے۔

مترف: مادۂ ترفہ سے تنعم اور ناز و نعمت میں ڈوب جانے کے معنی ہے اور اس طرح کے عذاب کی وجہ جو بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کیونکہ یہ لوگ دنیا کی خورد و نوش اور شہوات میں اس قدر کھو گئے تھے کہ وہ دنیا کو حقیقت اور آخرت کو افسانہ خیال کرتے تھے۔ اور ان کے غم و خوشیاں سب دنیا کے لئے ہو گئی تھیں اور جب سوتے تو دنیا کی فکر میں اور جب اٹھتے تب دنیا اور فکرِ مال و دولت اور جاہ خوشی کی فکر میں اٹھتے۔

مترف وہ لوگ ہوں گے جو صرف دنیا میں خوش ہوں گے اور ان کا حلال و حرام سے واسطہ نہ ہوگا ان کی خوراک کس سے بنی ہے کہیں دھوکے بازی یا سود خوری، مال مظلوم اور یتیم کے مال یا وقف شدہ چیزوں سے حاصل کی گئی ہے اس کی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ صرف اپنے پیٹ بھرنے کی فکر کرتا ہے اور اسے کسی بھی قسم کی پرواہ نہیں ہے۔

اور بہشت اور دوزخ اس کے نزدیک افسانے سے زیادہ نہیں ہے کیا اس کے سامنے بھی موت کا نام لیا جاسکتا ہے۔

دنیا نادانوں کو فریب دیتی ہے

لیکن اہلِ ایمان مترفین کی ضد ہیں اور صحیح میں وہ سمجھ چکے ہیں کہ دنیا کی خوشی زائل ہونے والی اور عارضی ہے۔ اور اپنے نفس کو لگام دیتے ہیں اور اپنے آپ کو مقید تصور کرتا ہے حدودِ الٰہی کا پابند سمجھتا ہے اور خوشیوں کو قبر اور برزخ اور بہشت کے لئے رکھتا ہے دنیا اس سے بھی حقیر ہے کہ کوئی اس سے دل لگائے اور اس سے بھی چھوٹی ہے کہ کسی صاحبانِ ہمت کے دل کو اسیر کرے اور وہ یگانہ صفت کے مالک ہوتے ہیں جو دنیا کی خوشیوں میں گرفتار ہوجاتے ہیں وگرنہ زندہ دل سمجھ جاتے ہیں کہ موت عنقریب آنے والی ہے اور لباس تقویٰ اختیار کرنا چاہئے اور وہ جانتا ہے کہ اسے جلد ہی قبر میں اتار دیا جائے گا جی ہاں؟ اب کوئی چارہ بھی نہ ہوگا اور اسے لے جایا جائے گا نہ کہ خود جائے گا۔ اس سے پہلے کہ اب وقت سفر آخرت کی فکر اور یادِ آخرت کی فکر کرنی چاہئے۔

دنیاوی خوشیوں کے بارے میں حضرت مسیحؑ کی گفتگو

عجیب بات ہے کہ دنیاوی خوشی بہت سی ناہمواریاں اپنے اندر رکھتی ہے اور ہزاروں کثافتیں ہیں جو کہ اس خوشی میں یہاں ہوتی ہے اور ہر خوشی

کسی نہ کسی تکلیف کے ساتھ اور ہر خوشی غم کے ساتھ ساتھ ہے۔

اور حضرت عیسیٰؑ کی تفسیر کے مطابق گھاس پر زندگی کرنا اور سوکھی روٹی کھانا اور صحراء کی نباتات سے استفادہ کرنا نعمتوں میں گھر کے اسی کا ہونے سے بہتر ہے اور خدا نہ کرے اسی حالت میں مرجائے کہ اس کا دل یادِ خداوندی سے غافل ہو اور مترفین کے عذاب میں گرفتار ہوجائے۔

جب کہ اصل روایت بھی سننے سے تعلق رکھتی ہے۔

وہ روایت کے بحار الانوار میں نقل ہوئی ہے حضرت عیسیٰؑ اپنے حواریوں کے ساتھ سیر و حرکت میں تھے کہ ایسے شہر کی طرف پہنچے جو کہ ملیامیٹ ہوگیا تھا (خاوية على عروش) ایسا لگتا تھا کہ کسی بلد کے زیر اثر ان کا گھر اپنی پر ڈھے گیا تھا۔ اس وقت حضرت مسیحؑ نے اپنے چہرہ مبارک اپنے حواریوں کی سمت کیا۔ اور فرمایا معلوم ہوتا ہے اس قریہ کے لوگ عذابِ الٰہی کے زیر اثر ہلاک ہوگئے ہیں اور سب کے سب ایک ساتھ ہلاک ہوگئے تھے اور اگر ایک ایک کر کے مارتے تو ایک دوسرے کو دفنا دیتے اسی اثناء میں حواریوں میں ایک حضرت روح اللہ المسیحؑ سے درخواست کرتا ہے کہ وہ باذنِ الٰہی ان میں کسی ایک کو زندہ کریں تاکہ اس سے کچھ سوالات کئے جاسکیں حضرت مسیحؑ نے دعا فرمائی اور ان میں سے ایک زندہ ہوگیا تو حضرت مسیحؑ نے ان سے اس قریہ کے حال و احوال دریافت کئے۔

تو اس نے عرض کی کہ ہم جب صبح اٹھتے تو انتہائی خوشی وخرمی میں اور امن وسکون میں لیکن رات کو ایسی بلا نازل ہوئی کہ جس سے تمام شہر زیر وزبر ہو گیا اور ہم لوگ عذابِ الٰہی میں مبتلا ہو گئے اس موقع پر حضرت مسیحؑ نے اس عذاب کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا: دنیا پرستی، ہم دنیا سے علاقہ رکھتے جیسا کہ ایک بچہ شیر مادر اور پستان مادر سے علاقہ مند ہوتا ہے۔

جیسا کہ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں بچہ جتنی بھی پریشانی میں مبتلا ہو جیسے ہی اسکے منہ میں شیرِ مادر آجائے آرام وسکون محسوس کرتا کیونکہ اس کی انتہا خوشی مادر میں ہے مترفین بھی اسی طرح اس کے تمام ہم وغم اس دنیا کی نسبت سے ہے اور آخرت وجہنم کی فکر میں نہیں پڑتا۔ بلکہ اس کی تمام خوشی اور نالہ و فریاد دنیا کی خاطر اور اس کی خوشیاں اور گریہ مادیات کی خاطر ہے اب ہم بقیہ روایت کو ذکر کرتے ہیں۔

ہمارا دوسرا جرم یہ تھا کہ ہم طاغوت کی عبادات کرتے تھے طاغوت، طاغی کا مبالغہ ہے جس کے معنی گردن کشی، نافرمانی حکام کے ہیں اور ایسے حکام ہم پر حکومت کرتے تھے اور ہم ان کی پیروی کرتے تھے۔ حضرت مسیحؑ نے فرمایا کہ کیا وجہ تھی اتنے سارے لوگوں میں تو نے میرے سوالات کا جواب دیا تو اس نے فرمایا میں ان افراد میں شامل تھا لیکن میرے اعمال ان کی طرح نہیں تھے اور میں اپنے بالوں سے لٹکایا گیا ہوں قیامت تک کیا ہو گا معلوم نہیں ہے۔

شاید میرے اس عذاب میں مبتلا کی وجہ یہ تھی کہ نہی عن المنکر نہیں کرتا تھا جو کہ خود ایک گناہ کبیرہ ہے تو اس وقت حضرت مسیحؑ نے اپنے حواریوں کی طرف رخ کر کے فرمایا روکھی روٹی کھانے اور صحراؤں کی سبزی اور مزبلہ میں زندگی کرنا ایسی نعمتوں سے بہتر ہے جن کی پاداش اور عاقبت اس طرح تھی اور دنیاوی خوشی کا نتیجہ اپنے دل کو اس دنیا میں لگانے کی وجہ سے ہے اور دنیاوی لذّت اور اس کی عاقب اس طرح کی ہو کہ اے کاش علف، صحراء کی گھاس پھوس کھانا اور جہنم کے حمیم اور زقوم سے دور رہنا۔ (مرد آخربین مبارک بندہ است)

سچ ہے کہ گناہ چشم حقیقت کو اندھا کر دیتے ہیں اور وہ ایسی واضح ناپائیداری دنیا کو بھی نہیں دیکھ پاتا۔

مترفین کا کامل نمونہ یزید پلید ملعون ہے جس نے اپنے دل کو فقط دنیا کی تین سالہ حکومت میں خوش کر لیا۔ یزید بھی چلا گیا اور امام حسینؑ سید الشہداء بھی چلے گئے لیکن معلوم ہو گیا!

الا لعنة الله علی القوم الظالمین

درس ۲۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انھم کانو قبل ذالک مترفین

مترف کے معنی کے بارے میں طبرسی" کا قول

محقق طبرسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مترف وہ شخص ہوتا ہے جو خوش رہنے کی خاطر اپنے واجبات فریضہ کی انجام دہی اور محرمات سے پرہیز کرنے سے دوری کرتا ہے۔ مثلاً صبح کی نیند بہت شیرین ہوتی ہے لیکن صبح (فجر) کی نماز بھی واجب ہے اب جو مترف ہوگا وہ نماز صبح کے بجائے نیند کو اہمیت دے گا۔

یا جیسے خانہ خدا کا حج کرنا واجب ہے اور عربستان (مکہ) کی ہوا گرم ہے اب شخص مترف حاضر نہیں ہے کہ واجباتِ الٰہی کے مقابلے میں گرم ہوا کو تحمل کرے۔ (گرم آب وہوا کو دین کی خاطر برداشت نہیں کرے گا)۔

پس جو بھی واجبات کو ترک کرتا ہے اور حرام کو انجام دیتا ہے دنیاوی خوشی کی خاطر مترف ہے اور نفس پرست ہے اس کا ہدف صرف اور صرف دنیاوی خوشی ہے۔

سخت دل خوش گزاری کا اثر ہے

خوش گزاری کے مسلمات اثرات میں سے ایک غفلت میں پڑنا ہے

جس کے نتیجے میں قساوت قلب پیدا ہوتا ہے اور جو بھی جتنی نفس کی پیروی کرے گا اتنا ہی اندھا ہوتا جائے گا۔ اسی وجہ سے تمام پیغمبران کی یہ سیرت رہی ہے کہ اور اسی طرح لوگوں کی جو دین کا درد رکھتے ہیں ان کی بھی یہی سیرت رہی ہے کہ اپنے آپ کو نفسانی نعمات سے دور رکھتے تھے کیونکہ یہ غفلت آور ہے اور نتیجۃً دل کی سختی کا سبب بن جاتی ہیں۔

جیسے کہ چربی دار خوارک اور شیرینی حلال اور مباح ہیں لیکن اس سے دوری کرنی چاہئے تا کہ اپنے نفس کے ساتھ سختی کرے نہ کہ زیادہ کھائے اور نفس کو تقویت پہنچائے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں" ہمام سے پرہیز گاروں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے نفس کو آخرت کی خاطر زحمت میں ڈالتے ہیں"(۱)

پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ وسلم کچھ دیر زیادہ سو گئے

بحار الانوار کی چھٹی جلد میں رسول خداؐ کے حالات میں یہ حدیث وارد ہوئی، رسول اکرمؐ کا بستر ایک ایسا کپڑا تھا جسے دھرا کر کے رسولؐ آرام فرماتے تھے اپنی آخری عمر میں کہ جب آپ کا بدن شریف، ضعیف ہو گیا اور زندگی کے ساٹھ سال گزرنے کے بعد خصوصاً سورہ ہود اور واقعہ کے نازل

(۱) خطبہ ہمام نہج البلاغہ

ہوجانے کے بعد رسولؐ پر پیری کا اثر بیشتر ہوگیا تو رسولؐ کے ازواج نے کہا کہ پیغمبرؐ ضعیف ہوگئے ہیں تو اس وجہ سے ان کے سونے کے کپڑے کو دورا کرنے کے بجائے چارتہہ کردیا اس روز رسول خداؐ دیر سے سوکر اٹھے اور متوجہ ہوئے کہ یہ اس نرمی کا اثر جو زیر بدن کپڑے رکھنے کی وجہ سے بھی (یہ نرمی ان گزشتہ دنوں کی نسبت سے تھی جب کپڑا دھرا تھا) ورنہ واضح ہے کہ چارتہہ کرنے کے باوجود بھی نرمی کہاں آتی ہے تو اس وقت پیغمبرؐ نے کہا کہ کس نے مجھ پر یہ ظلم کیا اور میرے لئے وہی دھرا کپڑا ہی کفایت کرتا ہے عرض پیغمبران اور ائمہؑ کی روش یہی تھی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا جواب

روایت کہ ایک آدمی حضرت امام جعفر صادقؑ پر اعتراض کرتے ہوئے کہتا ہے کہ آپ نے کس طرح اتنا قیمتی لباس زیب تن کیا ہوا ہے تو آپ نے اس شخص کو قریب بلایا اور اپنے پیراہن کو کھول کر اس پیراہن کے نیچے موجودہ بوسیدہ لباس کو دکھایا جو کہ حضرت کے بدن سے چپکا ہوا تھا حضرت امام صادقؑ نے اس شخص کو جواب دیا یہ لباس میں نے خدا کے لئے پہنا ہے جبکہ اوپری و ظاہری لباس تیرے اور تجھ جیسے افراد کے لئے پہنا ہوا ہے (یعنی اپنے ظاہر مقام کو محفوظ رکھنے کے لئے تاکہ حضرت کی اہانت) نہ ہو۔

البتہ کوئی یہ نہیں کہتا ہے کہ حلال نعمتوں سے بہرہ مند ہونا حرام ہے اور

قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ کہو کہ کون ہے جس نے اللہ کی زینتوں کو جس نے لوگوں کے لئے فراہم کی ہیں حرام قرار دیا ہے۔(۱) بلکہ ہماری گفتگو یہ ہے کہ خوشی میں ڈوب جانے اور ہوائے نفس کی طرف میل رکھنا آخرت سے غفلت کا سبب بن جاتا ہے جس کے نتیجے میں انسان میں قساوت قلبی آجاتی ہے اور یہاں تک بات پہنچ جاتی ہے کہ اس کے نزدیک آخرت کے امور کم اہمیت اور خدا نکردہ بے روش رہ جاتے ہیں۔

ایسی شراب کہ جس سے تمام لوگ پیاسے اور محروم رہتے ہیں

حیرت کی بات ہے کہ سب لوگ دنیاوی خوشی کی تلاش میں رہتے ہیں جب تک وہ لوگ نہیں پہنچ سکتے ہیں اگر پہنچ بھی جائیں تو انتہائی زحمت کے بعد اور جلد ہی اس سے سیر ہوجاتے ہیں واقعی یہ ایسی شراب ہے جو اپنے مشتاق لوگوں کو تشنہ کام اور محروم رکھتی ہے کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ اس کی آخرت کی فکر کریں اور ہمیں چاہیے کہ اسے چھوڑ دیں اور گزر جائیں اور ایک عمر تک دل لگانا پھر اس سے دل موڑ لینا کتنا سخت ہے کتنی اچھی بات کہی ہے کسی شاعر نے:

جہاں آن بہ کہ عاقل سخت گیرد
کہ سیر من زندگانی سخت میرد

جو شخص زیادہ خوش گزار ہو اس کا دل سخت تر ہوجاتا ہے اور واقعی (دنیاوی

(۱) سورہ ۸: آیت ۳۲

لذات) کچھ ارزش نہیں رکھتی ہیں۔ انسان کی عمر کتنی ہے اور کتنے سال اور زندگی کے باقی ہیں اور پیٹ کے لئے جس میں جو بھی ڈالا جائے اور جو بھی کھا لیا جائے بھوک کو ختم کر دیتا ہے تو پھر ہم کیوں اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے خطرے میں ڈالیں۔

اسکندر کی داستان اور اس کی چین کے بادشاہ سے گفتگو

علامہ دمیری نے اپنی کتاب حیواۃ الحیوان میں ایک عجیب داستان اسکندری اور اس کے چین میں جانے کے بارے میں حکایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ اسکندر کے چین کو مسخر کرنے کے بعد وہ چین کی طرف آیا اور سرحد پر خیمہ لگا دیئے گئے اسی اثناء میں خیمہ کا چوکیدار آتا ہے اسکندر سے عرض کرتا ہے کہ چین کے بادشاہ کا قاصد آپ سے ملنا چاہتا ہے اسکندر کہتا ہے اجازت ہے۔ قاصد آنے کے بعد عرض کرتا ہے کہ خصوصی پیغام ہے اسکندر دستور صادر کرتا ہے کہ دربان کے علاوہ سب باہر چلے جائیں۔

قاصد کہتا ہے دربان بھی موجود نہ رہے سکندر کہتا ہے پہلے اس قاصد کی تفتیش کی جائے کہ کہیں اس نے پاس اسلحہ وغیرہ تو نہیں ہے اس کی تلاش لینے کے بعد کہا گیا ہے کہ نہیں کچھ اس کے پاس نہیں ہے اس وقت وہ اپنا اسلحہ لیتا ہے کہ کہیں اگر حملہ کرے تو اپنا دفاع کیا جائے۔

جب سب چلے گئے تو وہ قاصد کہتا ہے میں خود چین کا بادشاہ ہوں نہ کہ

اس کا بھیجا ہوا قاصد اسکندر کہتا ہے تو کس جرأت کے ساتھ تنہا بغیر اسلحہ کے یہاں آیا ہے؟

تو اس نے جواب دیا میری جرأت اس لئے ہوئی کہ میری تجھ سے پہلے کبھی دشمنی نہیں تھی اور میں نے سنا ہے کہ تو عاقل آدمی ہے اور علم دوست ہے لہٰذا مجھے تو بغیر کسی قصور کے قتل نہیں کرے گا اور اگر مجھے قتل کر بھی دے تو ایک آدمی میرے مقام پر نصب کر دیا جائے گا جو تجھ سے جنگ کرے گا اور تجھے قتل کر دیگا تو تجھے بدنامی اور بدگوئی کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔

اس نے کہا کہ اس لئے آیا ہوں تاکہ معلوم کرسکوں کہ آپ میری مملکت سے کیا چاہتے ہیں اور جنگ کیوں کرنا چاہتے ہیں؟

اسکندر نے کہا کہ مملکتِ چین کی چھ سالہ مالیات نقدی کی صورت میں مجھے دی جائے اور اس کے بعد بھی مجھے ہر سال چین کے مالیت کی نصف مالیات مجھے دے دی جائے۔ چین کے بادشاہ نے کہا کہ اگر چھ سال کی مالیت دینے کے بعد ملک ضعیف ہو جائے گا اور خارجی اور داخلی لحاظ سے ملک زحمت میں پڑ جائے گا۔ اسکندر نے کہا تو دو سال کی مالیت مجھے دی جائے چین کے بادشاہ نے کہا کہ اگرچہ اتنی زحمت تو نہیں ہوگی جتنی چھ سال کی مالیت دینے کے بعد تھی لیکن پھر بھی بہر حال زیادہ ہے آخرکار ایک سال کی مالیت میں موافقت ہوگئی۔

پھر اس وقت چین کے بادشاہ نے کہا یہ کام مذاکرت اور صلح کے ساتھ طے

پایا ہے اور ہمارے لئے سزاوار نہیں ہے کہ آپ کو اور آپ کے لشکریوں کو بغیر مہمان بنائے جانے دیا جائے لہٰذا کل آپ لشکریوں کے ساتھ مہمان ہوگے اس دعوت کو اسکندر نے بھی قبول کرلیا۔

دوسرے روز جب اس مقام پر اسکندر کا لشکر پہنچا جہاں دعوت کی گئی تھی تو دیکھا کہ تمام صحرا کو چین کے لشکر نے پر کر دیا ہے اور ان کے لشکریوں کی تعداد اسکندر کے لشکریوں سے زیادہ ہے۔ اسکندر نے پہلے سوچا اسے دھوکہ دیا گیا ہے لہٰذا اس وجہ سے اس نے لشکر کو آمادہ رہنے کا حکم دیا لیکن پھر اس نے مشاہدہ کیا کہ چین کا بادشاہ ہاتھی پر سوار ہو کر اسکندر کے پاس آیا اور ادب و احترام سے پیش آیا۔

اسکندر نے پوچھا: کیا تم نے مجھے دھوکہ دیا ہے اور اپنے لشکر کے ساتھ میرے پاس ہو۔ بادشاہ نے جواب دیا نہیں ایسی بات نہیں ہے میں تو صرف اس وجہ سے اس طرح آیا ہوں تا کہ آپ کو بتا سکوں کہ کل رات جو میں آپ کے پاس آیا تھا وہ میرے ضعیف ہونے کی وجہ سے نہیں تھا۔ میں تو صرف اس لئے آپ کی پاس آیا تھا کہ خونریزی نہ ہو اور جب کام جواہر اور پیسے سے پورا ہو سکتا ہو تو پھر کیوں خونریزی ہو۔

اسکندر نے جواب میں کہا: میں نے جتنے بھی ممالک کو فتح کیا کسی ملک کا بھی بادشاہ تجھ سے عاقل تر نہ دیکھا۔ آخر میں جب دستر خوان لگایا گیا تو اس وقت اسکندر اور بادشاہ کے لئے مخصوص دستر خوان لگایا گیا اور خوبصورت پوش سے

دستر خوان پر رکھے ہوئے ظروف کو ڈھانک دیا گیا۔ جب اسکندر نے پوش ظروف کو اٹھایا تو دیکھا کہ ایک ظرف یاقوت سے بھرا ہے دوسرا پوش اٹھایا دیکھا کہ زمرد سے پر ہے اسی طرح باقی میں طلاء (سونا، اور اسی طرح انواع اور اقسام کے جواہرات سے بھرا ہوا جو کہ دوسری جگہوں میں کمتر پائے جاتے ہیں۔

پھر چین کے بادشاہ نے کہا کہ: آپ کیوں تناول نہیں فرمارہے ہیں؟۔

اسکندر نے کہا: یہ تو خوراک نہیں ہیں کس چیز کو کھائیں!

چین کے بادشاہ نے کہا: کیا آپ کی خوراک نایاب جواہرات نہیں ہیں؟

اسکندر نے کہا کہ: نہیں میری خوراک بھی دوسرے لوگوں کی طرح غذا ہے۔

بادشاہ نے کہا کہ: عجیب بات ہے میں تو سمجھ رہا تھا کہ آپ کی خوراک نایاب جوہرات ہیں جس کی وجہ سے آپ یونان سے یہاں تک آئے ہیں۔

اس وقت اسکندر شرمسار ہوگیا اور کچھ جواب نہ دے سکا۔

افسوس! مخلوق اپنا راستہ بھول چکی ہے اگر ایک ملین بھی رکھ دیا جائے تو کیا کوئی ہے جو پیسے کو کھائے آپ کی عمریں کتنی باقی ہیں۔ نعمتوں میں پڑ جانے سے انسان چکر میں پڑ جاتا ہے اور یہ ادراک کو ضعیف کر دیتی ہیں اور قساوت پیدا کر دیتی ہیں اور وہ پھر عبرت نہیں پکڑتا اور فرمان امام علیؑ کے مطابق (ما اکثر العبر و اقل الاعتبار) کہ عبرت کے اسباب زیادہ ہیں لیکن عبرت کم ہی حاصل کرتے ہیں۔

یزید بدبخت نے دیکھا کہ اس کے باپ نے امام علیؑ سے جنگ کی اور

امام حسنؑ کو شہید کر دیا لیکن اب اس کا باپ کہاں گیا؟ اور اس کی عمر اور تمام افعال کا نتیجہ بھی دیکھا لیکن اس سے عبرت پکڑنے کے بجائے تا کہ قاتلِ امام حسینؑ نہ بنے بلکہ اس نے تو اپنے باپ کی وصیت کہ دیکھو تو حسینؑ ابن علیؑ سے اپنی حکومت کی خاطر جھگڑنا نہیں۔ اس یزید ملعون نے اس وصیت کا بھی لحاظ نہیں کیا۔

درس ۲۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انھم کانوا قبل ذالک مترفین و کانوا یصرون علی الحنث العظیم

کچھ تشریح اصحابِ شمال اور اصحابِ یمین اور سابقین کی

دوسری بعض وجوہ جو دوسرے مفسرین نے بیان کی ہیں (اس میں کچھ زیادہ ہی دقت کی ضرورت ہے) وہ بیان کرتے ہیں دنیا میں تین گروہ ہوں گے۔ پہلا گروہ وہ ہوگا جو دنیا سے فریفتہ ہوگا اور ظاہری دنیا سے دل لگائے گا اور اس گروہ کے تمام ہم و غم دنیاوی لذات و شہوات کی خاطر ہے۔ اور اسے کسی حلال یا حرام سے کام نہیں ہوگا یہ گروہ اچھی خوراک اچھے گھر، زیبا لباس اور شہوت جنسی کے پیچھے ہوں گے اور اس طرح کے لوگ اصحابِ شمال ہوں گے جو آخرت سے بے خبر ہوں گے اور مترف بھی ایسے اشخاص کو کہتے ہیں جو ناز و نعمت میں ڈوبا ہوا ہو جس کے دل میں خدا کی محبت کے بجائے دنیا کی محبت نے گھر کر لیا ہو۔

مجمع البیان میں مترف کا معنی (الذی یصنع مایشاء) کہا گیا ہے یعنی مترف وہ ہوتا ہے جو دل میں آتا ہے کرتا ہے اس طرح قاموس اللغت

میں مترف کے معنی یہ ہے کہ مترف وہ شخص ہے جسے حرام وحلال کے بارے
میں یہ نہیں کیا جاسکتا ہے کہ یہ کام حرام ہے یا حلال یا خلاف شرع کیونکہ اس
کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو جانتے ہیں کہ اس عالم کا کوئی مالک
ہے اور یہ عالم خود سے نہیں بنا ہے بلکہ اس کا بنانے والا کوئی ہے اور یہ بھی
جانتے ہیں کہ مالک کی اجازت کے بغیر اس کی چیزوں میں دست درازی نہیں
کرنا چاہئے۔ خلاصہ کے طور پر وہ لوگ اپنے کاموں کو شرع کے مطابق انجام
دیتے ہیں اور یہی لوگ صحابِ یمین میں سے ہیں اور آنکھ، کان، اور کان کے
اعتبار سے ہاتھ اور پاؤں اور زبان کے اعتبار سے بھی اس شریعت کی حدود
کے پابند ہیں جسے خاتم الانبیا حضرت مصطفیؐ نے معین فرمایا ہے اور خدا کی محبت
اور آخرت کی محبت نے ان کے دل میں جگہ کرلی ہے۔

تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جنھوں نے دنیا کے مالک حقیقی کے کمالِ
علم اور قدرت کو اپنی ظرفیت کے مطابق درک کرتے ہیں اس وجہ سے وہ اس
معنی میں غرق رہتے ہیں اور زرہ برابر بھی دنیاوی نعمتوں سے علاقہ مند نہیں
رہتے یعنی وہ نعمت کو نہیں دیکھتے بلکہ صاحب نعمت کو دیکھتے ہیں یعنی اس کے
دل میں صاحبِ نعمت (اللہ) کی محبت اتنی گھر کرچکی ہے کہ دل میں غیر خدا
کی محبت کے لئے جگہ باقی نہیں رہ گئی ہے۔

مترفین اور اصحابِ یمین کی موت

اس طرح جان نکلنے کا اصحاب شمال (مترفین) کا ا اب یمین سے
عالم مختلف ہوگا جس شخص نے ایک عمر تک مال جمع کیا ہو اور اسی سے دل لگایا ہو
اور دیکھے کہ اب اسے غسل دے کر لباس کفن پہنا کر لے جایا جارہا ہے وہ سمجھ
جائے گا کہ یہی موقع فراق (اپنی محبوب دنیا سے چھڑایا جارہا ہے) اور خدا کی
پناہ وہ ایسے عالم میں لے جایا جارہا ہوگا کہ اس کے دل میں خدائی دشمنی ہوگی۔
لیکن اصحابِ یمین نے دنیا میں کبھی مالکانہ نظر سے اس دنیا میں نگاہ نہ کی ہوگی
اور وہ ہر چیز کا خدا کو مالک سمجھتا ہوگا اور اس میں تصرف خدا کی مرضی سے کرتا
ہے اور اسے یقین ہے۔ (کہ اس سے اچھے جہان لے جایا جارہا ہے۔)

واللہ مالک السموات والارض، للہ مافی السموات
والارض، وللہ میراث السموات والارض

"جب اسے احساس ہوجائے کہ مالک حقیقی (خدارب العزت) یہ امانت اس
سے لینا چاہتا ہے وہ بغیر کسی اعتراض کے یہ نعمتیں خدا کے سپرد کردیتا ہے۔"

ان جان عاریتکہ بحافظ سپردہ دوست
روزی رخش بینم وتسلیم وی کنم

انانیت (فرعونیت) کا دعویٰ کم وبیش سب میں موجود ہے
اصحاب یمین ملکیت کا دعویٰ نہیں کرتے ہیں کہ وہ کہیں کہ (میں مالک

ہوں جس طرح کی فرعون نے کہا کہ کیا میرے لئے ملک مصر نہیں ہے؟(۱)

فرعون بدبخت نے ملک مصر کے خاطر اپنا مستقل مالک اور انانیت کا دعویٰ کیا، لیکن میں اور آپ ایک خراب گھر کی خاطر یا پرانے فرش اور بوسیدہ ہو جانے والے قالین کی خاطر (خدا نہ خواستہ دعویٰ انانیت کر بیٹھیں) اگر فرعون سے ڈر کر مصری لوگ دھوکہ کھا گئے یا ڈر کی وجہ اسے خدا سمجھتے تھے۔ بعض لوگ اپنے بیوی بچوں کی وجہ سے دعویٰ خدائی کر بیٹھتے ہیں اور حیرت کی بات کہ اس طرف متوجہ بھی نہیں ہوئے۔

اسی وجہ سے کہ فرعون نے انا ربکم الاعلیٰ کہ میں تمہارا برتر پروردگار ہوں ان لوگوں کو بھی اسی طرح کے عذاب کی توقع رکھنی چاہئے۔

ہارون اور مصر کی حکومت

ہارون عباسی خلیفہ تھا کہ جس کی حکومت میں مصر ایک صوبے کی حیثیت رکھتا تھا اس نے جب قرآنِ مجید میں تلاوت کی (الیس لی ملک مصر) کہ کیا مصر میرا ملک نہیں؟ تو اس نے تعجب کیا اور اپنے وزیر سے کہا تو پست تر آدمی کو میرے پاس لا، وزیر نے کہا اچھا اور ایک ایسے آدمی کو پیش کیا جو کسی خراب اور گندی جگہ پر کتے کے بچے سے کھیل رہا تھا ہارون نے اس بہت آدمی کو دیکھ کر کہا کہ اگر میں تجھے ملک مصر کا حاکم بنا دوں تو کیا اسے

(۱) سورہ ۴۳: آیت ۵۱

چلا سکتا ہے اس نے کہا "ہاں" ہارون نے کہا میں تجھے فرعون کے دعوائے خدائی کرنے کی وجہ سے حاکمِ مصر قرار دیتا ہوں تا کہ یہ بات فرعون کیلئے اور بھی زیادہ شرمساری کا باعث بنے۔ اس شخص کے بعد اس کے بیٹے کو بھی مصر کی حکومت ملی۔

کوئی نہیں تھا جو کہ ہارون سے کہتا کہ تو اگر زبانی خدا کا دعویٰ نہیں کر رہا تھا لیکن عمل اور فکر کے اعتبار سے فرعون سے کم بھی نہیں تھا اس بات پر بہت سے ثبوت ہیں لیکن یہ بات ہماری بحث سے خارج ہے۔

بہت کے درجات تفضل کی بناء پر ہیں، احقاق کی بناء پر نہیں

بعض مفسرین اس ضمن میں اس نکتہ کی طرف متوجہ ہوئے ہیں کہ خدا نے اصحابِ یمین کو کیوں نعمتیں دیں ہیں اس کی وجہ بیان نہیں کی جبکہ اصحابِ شمال کو کیوں عذاب دیا گیا! وجہ ان لوگوں کی بے خبری اور آزادی کو بیان کیا جبکہ اچھے لوگوں جنت میں جانے کی وجہ بیان نہیں گئی اور برے لوگوں کے جہنم میں جانے کی وجہ بیان ہوئی ہے۔

اس بات کا جواب یہ ہے کہ اس میں شک نہیں ہے کہ مقامِ بہشت تمام کا تمام تفضل الٰہی ہے اگر چہ صحیح ہے اس کہ ایمان وعمل وتقویٰ تھا لیکن یہ بھی فضلِ خدا کا نتیجہ ہے جس نے اسے توفیق عطا فرمائی۔ اس بات سے قطع نظر تمہارے عمل کی کتنی قیمت ہے؟ اگر اپنے اعمال کی قیمت سے حساب کرو تو

کتنی قیمت بنی چاہئے ایک گھنٹہ نماز پڑھی ایک شب بیداری کی۔

صاحب عدۃ الداعی کتنی لطیف بات بیان کرتے ہیں کہ اگر تو تمام رات جاگ کر (یادِ الٰہی میں بسر کرے) تو اس کی کتنی قیمت ہونی چاہئے یعنی ایک رات جاگنے کی کتنی اجرت ہونی چاہئے تو اس کے برابر یا اس سے دوگناہ زیادہ لے لے۔

یا اگر تم نے دس ہزار روپے راہِ خدا میں خرچ کر دئے تو سوچنا چاہئے کہ کس نے آپ کو توفیق عنایت کی کہ تم خرچ کر سکو اور کس نے تمہیں یہ دس ہزار روپے دیئے، کہاں سے لائے تھے؟ کیونکہ بہت سے ایسے افراد ہیں جو تم سے زیادہ دولت مند ہیں پھر بھی بخل کرتے ہیں بس یہ تمام کے تمام (عنایات) فصلِ خدا کی وجہ سے ہیں ورنہ کوئی ان نعمتوں اور مقام کا مستحق نہیں ہے۔

ستر (۷۰) سال عبادت اور روز کے دو انار

روایت میں ایک ایسے عابد کے بارے وارد ہوا ہے کہ جس نے ستر سال دنوں کو روزے رکھے اور شب کو افطار کے لئے صرف دو دانہ انار سے جو کہ اس کے نزدیک ہی تھے استفادہ کرتا تھا اسی طرح ستر سال عبادت میں سرگرم رہا اور اپنے اس عمل پر بہت نازاں تھا اور اس کے خیال کے مطابق وہ خدا سے بہت زیادہ کا طلبگار ہے بعد میں جب اس کے اعمال کا حساب کیا گیا

تو معلوم چلا کہ اس کے اعمال اس دو دانہ انار کے برابر بھی نہیں جسے وہ بغیر کسی زحمت کے حاصل کر لیا کرتا تھا۔ بلکہ روایت میں وارد ہوا ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا تم سب خدا کے فضل واحسان کی وجہ سے جنت میں جاؤ گے۔ عرض کی گئی کیا آپ بھی احسان خدا کی وجہ سے جنت میں جائیں گے فرمایا "جی ہاں" جی میں بھی۔

جی ہاں! خدا کا ہی فضل وکرم ہے جس نے بشر کو مٹی سے بنایا اور اس کو اتنا بلند کیا کہ آسمان سے بھی اوپر پہنچا دیا اس وجہ سے ہم تک دستور پہنچا ہے کہ فضل خدا سے مانگو اور دعا میں منقول ہے کہ جس میں کہتے ہیں خدایا اپنے فضل سے میرے ساتھ معاملہ کر نہ کہ اپنے عدل سے۔ اگر حساب عدل سے معاملہ ہو تو معلوم ہو جائے گا کہ انسان کے پاس کچھ نہیں ہے۔

اس بناء پر اصحابِ یمین اور بہشت کی نعمتوں کے اسباب کے بارے میں پروردگار نے کچھ ذکر نہیں کیا کیونکہ یہ تمام نعمتیں فضل پروردگار کی وجہ سے ہے لیکن اصحابِ شمال کے بارے میں اور ان پر عذاب ہونے کی وجہ عدل الٰہی ہے یعنی اصحابِ شمال پر عذاب ان کے استحقاق کی بناء پر ہے جس نے بھی برا فعل انجام دیا تو اس کا برا انجام ہوگا۔

اس وجہ سے ان لوگوں کی برائی کو بیان کیا گیا تا کہ ان کے عذاب کی وجہ بھی معلوم ہو جائے جیسے کہ آپ جوشن کبیر میں اسماء الحسنی کے ضمن میں

پڑھتے ہیں کہ پروردگار تو وہ ہے جس کے عدل سے ڈرنا چاہئے۔ سچ میں ہمیں ڈرنا چاہئے کہ کہیں پروردگار ہم سے عدل سے معاملہ نہ کرے۔

گناہ کے بعد پھر گناہ کرنا عذابِ الٰہی کا سبب ہے

کانوا یصرّون علی الحنث العظیم "یعنی وہ لوگ گناہوں کی تکرار کرتے ہیں" عذاب کی دوسری وجہ جو بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ یہ لوگ گناہ کبیرہ کو بار بار انجام دیتے تھے۔

حنث گناہ کے معنیٰ میں ہے یعنی پے در پے گناہ، گناہ کو کم اہمیت کر دیتا ہے اور اس کی وجہ گناہ پر بار بار سر ابھارتا ہے۔ حنث عظیم یعنی بڑے گناہ کے لئے تین وجہ ذکر ہوئی ہے۔

اول: شرک کرنا خدا کے ساتھ جیسے شرک عظیم مانند بت پرستی یا بشر پرستی یا شرک حقیقت اور پوشید شرک جیسے نفس پرستی ایسا معبود جو دشمن ترین ہے یہ نفس پرستی ہی ہے یعنی جو بھی دل خواہش کرے کرتا ہے اور حکم خدا کی پراہ نہیں کرتا۔

جملہ شرک میں جیسے ریاء ہے یعنی ایسا اعمال کو جو لوگوں کے دکھاوے کے لئے اور ان کی مدح ستائش کی خاطر انجام دیتا ہے۔

جھوٹی قسم کھانا گناہ کبیرہ ہے

دوسری وجہ حنث عظیم کے لئے جھوٹی قسم کھاتا ہے۔ یہ ایسا گناہ ہے

جس میں دنیاوی اثر اور آخرت کی عقوبتیں بھی شامل ہیں، جھوٹی قسمیں کھانا دنیا میں مالک کو اپنے ملکیت سے جدا کر دیتا ہے کبھی صاحب گھر کو بے گھر کر دیتا ہے۔ کفار کی صفات میں ہے کہ جھوٹی قسم کھاتا ہے۔ نہیں تو خدا پرست کبھی خدا کی جھوٹی قسم نہیں کھائے گا اور شاید یہ اشارہ اس طرف ہو کہ (کفار قیامت نہیں ہے کی قسم کھاتے ہیں)

تیسری وجہ یہ ہے کہ حنث عظیم سے مراد مطلق گناہ کبیرہ ہے یعنی تمام گناہ کبیرہ کو شامل کرتا ہے دروغ، غیبت، تہمت، زنا، کم فروشی کم تولنا یعنی یہ لوگ جو گناہ کو انجام دیتے ہیں کہ ریشم کا لباس پہننا مرد کے لئے گناہ صغیرہ ہے لیکن دوبارہ پہننا بار بار پہنے یا دو روز بعد پہنے روز پہنے کبیرہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر سونے کی انگوٹھی مرد کے لئے گناہ صغیرہ ہے لیکن یہی گناہ صغیرہ تکرار کے بعد کبیرہ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

سید جزائری رحمہ اللہ اس بارے ایک دلچسپ سی مثال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں اگر کسی پتھر پر کسی ناودان سے قطرہ قطرہ پانی گرتا رہے اگرچہ صبح سے شام تک اس پتھر کے نیچے ایک بالٹی پانی ہی گرا ہوگا لیکن یہ اس طرح سے گرنا اس پتھر میں سوراخ کر دیتا ہے حالانکہ کہ اگر یہی پانی اس پتھر میں ایک دفعہ ایک ساتھ ڈال دیا جائے تو بھی اس کا کچھ نہ بگڑے گا۔ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے ایک مرتبہ گناہ کبیرہ سرزد ہو گیا مثلاً خدانخواستہ جوانی میں

ایک مرتبہ زنا (نعوذ باللہ) کر لیا غفلت جو جاہلیت میں کیا تھا توبہ کر لیا خدا
اسے بخش دے گا لیکن ایک جھوٹے گناہ کو بار بار انجام دیا جیسے کہ اپنے والدین
سے تند انداز میں گفتگو یا ترش لہجے میں بات کرے (اگر یہ سب گناہ صغیرہ
کیوں نہ ہوں) یہ گناہ کی کئی مرتبہ تکرار کرنے سے اور اس پر اصرار کرنے سے
شدید تر گناہ میں شامل ہو جائے گا۔

یا جیسے ظروفِ طلائی کو استعمال کرنے سے اگر چہ یہ گناہ صغیرہ ہو لیکن
اس پر اصرار کرنے سے یہ کبیرہ ہو جائے گا۔ اسی طرح گناہِ کبیرہ استغفار
کرنے کی وجہ سے کبیرہ نہیں ہوگا اور قابلِ عفو اور بخشش ہے۔

گناہ صغیرہ کی تکرار ایک ہی قسم کے گناہ یا مختلف الانواع میں

یصرون علی الحنث العظیم کی مناسبت سے ایک نکتہ شہید
الثانی اور دیگر علماء نے ذکر کیا ہے جس کی آپ کے سامنے یاد دھانی کراتا
ہوں۔ گناہ صغیرہ پر اصرار ممکن ہے ایک نوع گناہِ صغیرہ یا دو نوع گناہ صغرہ کو
شامل کرے مثلاً خدانخواستہ کسی نے صبح کو اپنی ماں سے سختی میں کلام کیا پھر
چاندی کے برتن میں کھانا کھایا پھر جب گھر سے باہر نکلا کسی نامحرم عورت پر نظر
کیا اس نے تین قسم کے گناہ صغیرہ ایک کے بعد دوسرا پھر تیسرا انجام دیا اور
درمیان میں توبہ بھی نہ کی یا اس طرح ایک ہی گناہ صغیرہ مثلاً کسی اجنبی عورت پر
تین مرتبہ نظر کی اس طرح سے تکرارِ صغیرہ، گناہ کبیرہ میں بدل جاتا ہے۔

اسی طرح گناہ صغیرہ کو چھوٹا سمجھنے سے بھی یہ کبیرہ میں بدل جاتا ہے
اگر چہ یہ گناہ صغیرہ میں سے ہی کیوں نہ ہو پھر بھی گناہ کبیرہ میں تبدیل ہو جاتا
ہے اسی طرح گناہ پر خوش ہونے سے بھی یہ گناہ کبیرہ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔
جیسے کسی سے خوشحال ہو اور کہتا ہے کتنا اچھا کہا کہ میں نے اس سے کچھ نہیں
کھلایا اور دس باتیں بھی سنائیں مثلاً کسی شخص نے سامنے والے سے کچھ تیزی
بات سنی پھر اس کو دس سنائی اور اس طرح کے طرز عمل سے خوشحال بھی ہو اور
مثلاً کہ میں نے اس سے ایک بھی نہ سنی جبکہ دس مزید سنائی۔

اسی طرح وہ افراد جو کہ قابل اعتماد ہیں جسے کہ اہلِ علم ان کا گناہ صغیرہ
بھی دوسروں کے گناہ کبیرہ کی طرح ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے لوگوں کا
عقیدہ ضعیف اور احکامِ الٰہی سے بے اعتنائی کا سبب بنتا ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ یہ اہلِ جماعت اور اہلِ نماز ہے تو اب ہم لوگ
بھی کام کریں، مانع نہیں ہے۔

توبہ کا ترک کرنا گناہ پر اصرار ہے

اصولی کافی کی روایت میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اصرار کے
معنی کے بارے میں فرماتے ہیں یہ ایسا ہے کہ جیسے کوئی شخص گناہ کرے لیکن
اس گناہ کے ترک کرنے کا اردہ نہ کرے اور توبہ کی فکر نہ کرے اس بناء پر گناہ
پر اصرار کا علاج توبہ ہے اس وجہ سے بعض فقہاء نے اس طرح فرمایا ہے کہ

توبہ واجب فوری ہے اور شیخ بہائی کے فرمان کے مطابق جتنی بھی تاخیر کرے واجب کی، وہ بیشتر عذاب کا سبب ہے اگرچہ بندہ بارگاہ خدا میں توبہ کرے تو خدا اس کے تمام گناہوں کو بخش دیگا۔

روایت میں ہے کہ جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے اور توبہ کرتا ہے پھر واپس ہو گیا پھر توبہ کی پھر اسی طرح تیسری مرتبہ پھر توبہ کی تو ندا آتی ہے کہ ملائکہ دیکھو ہمارا بندہ کس طرح ہمارے گھر کو نہیں بھولتا اور جانتا ہے کہ اس کے لئے ہمارے سوا کہیں جائے پناہ نہیں ہے۔

درس ۲۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كانوا يصرّون على الحنث العظيم

شرک سے پاک ہونا بہت مشکل ہے

دوسری صفت جو اس گروہ کی ذکر فرماتا ہے یہ ہے کہ لوگ بڑے گناہوں پر اصرار کرتے تھے اس بات کا حنث عظیم کا قطعی مصداق شرک ہے اور شرک کی تکرار کی یہاں تک کہ مر گئے۔

جو شخص اپنے کسی کام میں غیر خدا پر ہی تکیہ کرے تو وہ بھی شرک کے کسی درجے میں مبتلاء ہے۔ مومن کو چاہئے صرف، خدا کی ذات پر تکیہ کرے یا من علیه معتولی کہ اے خدا جس پر میرا توکل ہے۔ اسی بناء پر اکثر لوگ لا الہ الا اللہ کہنے کے باوجود شرک میں مبتلاء ہیں۔ چنانچہ سورۂ یوسف میں ذکر فرماتا ہے کہ اکثر ان لوگوں میں سے ایمان نہیں لائے مگر یہ کہ مشرکین ہیں۔

علماء میں سے کوئی ایک تھے جو اکثر کہتے تھے میری حاجت یہ کہ مشرک نہیں مروں اور وہ افراد جو زیارت یا حج کے لئے جاتے تھے ان سے

التماس دعا کرتے تھے کہ خدا سے میرے بارے میں کہو کہ میں مشرک نہ مروں۔ یہ ہے کہ شرک سے پاک ہونا بہت مشکل ہے۔ اس کا کام یہاں تک پہنچ جائے کہ وہ خدا کے سواء کسی پر توکل نہ کرتے تھے اس کی امید صرف اورصرف خدا ہو۔ حتیٰ کہ اگر کوئی اس احسان کرے تو وہ خدا سے چاہے گا کہ اس کا عوض دے اور اگر کوئی اسے ناراحت کرے تو اس کی شکایت خدا کے پاس لے جائے گا (یا من الیہ شکوت احوالی) یا اس کا ایمان اس حد تک پہنچ گیا ہو کہ اگر وہ شب کو مالک دنیا تھا لیکن صبح کو اٹھا تو اس کے ہاتھ میں کچھ نہ ہو تو سوچے کہ گھاس کا خشک ٹکڑا تھا جو کہ اس کے کاندھے سے گر گیا ہے یہ مضمون روایت مومن کی صفات کے سلسلے میں ہے۔

آپ دیکھتے ہیں بچہ کی دلگرمی اور اس کی امید ماں کے ساتھ ہے اس کی غلطی بھی نہیں ہے کیونکہ خدا نے اسے اتنا ہی ادراک دیا ہے لیکن جب نور عقل آئے اور سمجھ جائے کہ اس کی اماں بھی خود سے کچھ نہیں ہے اس کے دل میں جو محبت ہے وہ بھی خدا ہی نے عطا کیا ہے اور ماں کی محبت خدا کی محبت کا ایک نمونہ ہے اور وہی نسبت جو کہ ماں سے بچہ کو تھی اس سے بیشتر محبت اسے خدا سے ہو جاتی ہے۔

مومن کبھی بھی جھوٹی قسم نہیں کھاتا

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ (حنث عظیم) سے مراد جھوٹی قسم کھانا ہے

البتہ یہ قابل یقین ہے جو شخص خدا پر ایمان رکھتا ہو جب وہ خدا کی جھوٹی قسم کھالے تو معلوم ہوتا ہے کہ اصلاً ایمان ہی نہیں لایا ورنہ کوئی شخص اگر خداوند عالم کو پہچان کر اسے حاضر و ناظر، علیم اور قدیر جان کر (ایمان لایا ہے) تو کس طرح اسی پروردگار کی جھوٹی قسم کھائے گا۔

دوسرے بعض افراد نے (حنث عظیم) سے مطلق گناہ کبیرہ مراد لی ہے اور مومن اور کافر میں فرق گناہ کے تکرار میں ہے مومن سے اگر کوئی لغزش سرزد ہو جائے تو پشیمان اور ناراحت ہو جاتا ہے۔ جبکہ کافر آخرت پر ایمان نہیں رکھتا ثواب اور عقاب کا قائل نہیں اس وجہ سے گناہوں پر اصرار کرتا ہے اور کسی قسم کا خوف نہیں رکھتا یہاں بعد والی آیت کی طرف

و کانوا یقولون أ اذا متنا و کنا ترابا عظاما ءانا لمبعوثون

کی طرف اشارہ کرتا چلوں

تشکیل بدن کا خاک سے ہونا، نطفہ کی مانند ہے

اصحاب شمال کی صفات میں سے ہے کہ جب بھی دنیا میں آخرت کا یا حساب و کتاب کی بات آجائے تو حیلہ بہانہ کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اگر کوئی مر جائے اور خاک ہو جائے اور گل جائے تو دوبارہ بشر کی صورت میں زندہ ہو گا؟

یہ وہ اعتراض تھا جو اسلام سے قبل بھی کیا کرتے تھے اور اس کا جواب

بھی اسی وقت دیا گیا ہے قرآن پاک میں بھی ان کے بہانے کا مختلف جگہوں پر جواب دیا گیا ہے۔

اگر انصاف سے کام لیا تو ایک نطفہ کا انسان بن جانے اور ایک مٹھی بھر خاک سے انسان بن جانے میں کیا فرق ہے؟

ہاں نطفہ سے انسان کا بننا عام مشاہدے میں ہے اسی طرح (نطفہ سے انسان بنتے ہوئے) زیادہ دیکھا گیا ہے لیکن خاک کی نسبت کیونکہ ایسا کم دیکھا گیا ہے۔ اس لئے اس پر تعجب کرتے ہیں وہی دستِ قدرت جس نے نطفہ سے انسان بنایا وہی دستِ قدرت دوبارہ ایک بوسیدہ انسان کو اپنی اصلی حالت میں لاسکتا ہے۔

نیند میں اور غفلت کی نیند میں فرق ہے

کوئی سویا ہوا ہو تو اسے آواز دے کر یا ہلا ہلا کر بیدار کیا جاسکتا ہے لیکن وہ شخص جس نے خود کے اوپر غفلت کی نیند طاری کرلی ہو وہ صدائے دھل سے بھی بیدار نہیں ہوگا کیونکہ وہ اٹھنا ہی نہیں چاہتا ہے۔

وہ افراد چونکہ قیامت کے منکر ہیں اپنے پاؤں کو ان فطرت اور مبہم پر رکھتے ہیں انکا یہ کہنا صرف استعجاب اور بہانہ بازی ہے وہ لوگ اپنے مدعا پر دلیل نہیں رکھتے کہ اصل مطلب کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے کہتے ہیں ہم مرنے کے بعد جب کہ ہماری ہڈیاں تک خاکستر ہو چکی ہوں گی دوبارہ زندہ

کیسے کئے جائیں گے۔ اگر وحی نہ ہوتی تب بھی عقل بخوبی سمجھ لیتی کہ دار آخرت وجزاء بھی ہونا چاہئے

پیغمبروں کا مردوں کو زندہ کرنا معاد کی دلیل ہے

حکماء (فلسفیوں) کے اقوال کے مطابق (اقوی دلیل امکان اسکا واقع ہے) خداوند عالم بعض پیغمبرانؑ کے ہاتھوں مُردوں کو زندہ کیا اور اس کو ان کے لئے معجزہ قرار دیا خصوصاً حضرت مسیحؑ کی نسبت جنہیں عالمگیرہ شہرت ملی خدا نے قرآنِ مجید میں اس کے بارے میں خبر دی ہے (۱) اکثر حضرت مسیحؑ (عیسیٰؑ) پرانے مردوں اور نئے مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے یہ ان کے لئے معجزہ بھی تھا اور معاد (قیامت) کی دلیل بھی تا کہ کوئی تعجب نہ کرے۔

حضرت مسیحؑ، حضرت نوحؑ کے بیٹے ہام بنی سام کی قبر پر آئے جن کو فوت ہوئے کئی ہزار سال گزر چکے ہیں اور اسے زندہ کیا اور لوگوں کے سامنے حضرت نوح کی کشتی کے بارے میں سوالات کئے اور اس نے جواب بھی دیا۔ اس طرح حضرت خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰؐ کے بارے میں کئی مرتبہ مردوں کا زندہ کرنا نقل ہوا ہے ہم بھی بطور نمونہ اور تبرک کی خاطر بحار الانوار کی چھٹی جلد سے نقل کر رہے ہیں۔

(۱) واحی الموتیٰ باذن اللہ (سورہ ۳: آیت ۴۹)

زندہ در گور کی جانے والی لڑکی پیغمبرؐ کے توسط سے زندہ ہوگئی

بعثت کے شروع میں مسلمانوں میں سے کوئی ایک پیغمبر کی خدمت
میں بیٹھا ہوا تھا اور اپنے زمانہ جاہلیت اور دوسروں کے حالات کے بارے میں
بیان کر رہا تھا۔ ان گفتگو میں سے ایک یہ تھی کہ کہتا ہے ایک مرتبہ میں مسافرت
پر گیا تھا جب واپس آتا ہوں تو دیکھتا ہوں ایک پانچ سالہ خوبصورت سی لڑکی
اپنے گھر کی صفائی ستھرائی میں مشغول ہے میں نے پوچھا کہ یہ لڑکی کون ہے تو
مجھ سے کہا گیا کہ تیری بیٹی ہے اور پانچ سال پہلے جب تو مسافرت پر گیا تھا تو
یہ پیدا ہوئی تھی اور میں نے کہا کہیں تو اسے قتل نہ کردے ایک دایہ کے سپرد
کر دیا جس نے اسے پالا اب جبکہ تم دیکھ رہے ہو کہ کتنی خوبصورت ہوگئی ہے تم
اسے اپنے پاس رکھو گے اور اسے قتل نہیں کرو گے۔

جب میں نے جان لیا کہ یہ بچی میری اپنی ہے تو میں نے اپنے غصے
کا اظہار نہیں کیا اور ایک مدت کے بعد میں نے کہا۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنی بیٹی
کو مہمانی کے لئے لے جاؤں۔ اسے اچھے لباس پہنچائے گئے میں اسے صحرا
میں لایا اور ایک چھوٹی سی قبر کھود اپنی بیٹی کو اس میں لٹا دیا اور اس کے اوپر
خاک ڈال دی۔

رسول خداؐ نے فرمایا کیا تو اس کی قبر کو پہنچانتا ہے اس نے عرض کی ہاں
جانتا ہوں سب لوگ وہاں پر گئے رسول خداؐ نے اپنے ہاتھ دعا کے لئے

بلند کئے پھر اس بچی سے خطاب کیا اور فرمایا کہ اللہ کی اجازت سے کھڑی ہو جا
مٹی پیچھے کو ہوگئی اور اس کی بچی اس حالت میں قبر سے بلند ہوئی تو رسول خداؐ
نے فرمایا کہ تیرے ماں اور باپ مسلمان ہوگئے ہیں اگر تو چاہتی ہے تو ان کے
پاس دوبارہ جا سکتی ہے اور اگر مائل نہیں ہے تو یہیں رہ سکتی ہے تو اس نے
جواب دیا کہ خداوند کریم میرے ماں باپ سے زیادہ مجھ پر مہربان ہے اس
وجہ سے میں پروردگار کی طرف جانے کے لئے مائل ہوں پھر وہ پیغمبرؐ کے
اشارے سے واپس چلی گئی۔

حضرت امام سجادؑ کا ایک بلخی خاتون کو زندہ کرنا

ہمارے ائمہ کے بارے میں بھی مردوں کو زندہ کرنے کے معجزے نقل
ہوئے ہیں اور نمونے کے طور پر میں آپ کے لئے ایک بلخی خاتون کا واقعہ نقل
کر رہا ہوں کہ جس کا شوہر ہر سال آپؑ کی خدمت میں تحائف پیش کیا کرتا
تھا تو اس کی خاتون نے بھی خواہش کی کہ میں چاہتی ہوں اپنے امام وقت کی
زیارت کروں اس کا شوہر اسے بلخ سے مدینہ کی طرف لایا اور امامؑ کی خدمت
میں پہنچا دیا اور عرض کی کہ میری بیوی آپؑ کی زیارت کی مشتاق ہے اور بڑی
زحمت برداشت کر کے اسے لایا ہوں لیکن وہ یہاں سے نزدیک ہی انتقال کر
گئی امامؑ نے فرمایا واپس جاؤ خدا نے اسے زندہ کر دیا ہے وہ واپس آیا دیکھا
کہ وہ خاتون صحیح سالم بیٹھی ہے اس کی بیوی نے کہا میری روح کو آسمان کی

طرف لے جا رہے تھے میں نے ایک بزرگوار کو دیکھا جنھوں نے فرمایا کہ اسے واپس لے جاؤ تو مجھے واپس کر دیا گیا۔

اس کے بعد میں اپنی بیوی کو امامؑ کی خدمت میں لے کر آیا تو حضرت امام زین العابدینؑ (سید سجادؑ) کو دیکھ کر میری بیوی نے کہا کہ:

"خدا کی قسم یہی وہ بزرگوار تھے جنھوں نے فرمان دیا کہ روح کو میرے بدن میں واپس کر دیں۔"

درس ۲۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كانوا يقولون ءَ اذا متنا كنا تراباً وعظاماً ءَ انّا لمبعوثون او آباؤنا الاولون قل انّا الاولين والآخرين لمبعوثون الىٰ ميقاتِ يومٍ معلوم ثمّ انكم ايها الضالون المكذبون لآكلون من شجر من زقّوم

"ہماری گفتگو اس آیت شریفہ میں بھی کہ کفار تعجب سے انکار کرتے ہوئے کہتے تھے جب ہم مر جائیں گے اور خاک اور ہڈیاں بوسیدہ ہونے کے بعد کیا دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور کیا ہماے باپ دادا بھی ہمارے سامنے زندہ ہوں گے حالانکہ یہ ہزاروں سال پہلے فوت ہوئے تھے"

یہ تھا ان منکروں کے اعتراض کا خلاصہ لیکن ان اعتراض کا جواب جو کہ بعد میں آنے والی آیت اور اسی طرح دوسری جگہوں پر دیا گیا ہے۔

پہلی مرتبہ خلق کرنا اہم اور مشکل تر تھا

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلی مرتبہ خلق کرنا یعنی ایسی حالت جس کا سابقہ نہ ہو یعنی ابتداء میں ہی خلق کیا جانا اور ایجاد کیا جانا اس سے زیادہ مشکل ہے کہ جس میں صرف ہڈیاں بوسیدہ ہوئی ہوں اور انہیں دوبارہ زندہ کرنا

آسان ہے کیونکہ ابھی اگرچہ مٹھی بھر خاک تو ہے لیکن اس سے پہلے اولین خلق میں یہ مٹھی بھر خاک بھی موجود نہ تھی اسی وجہ سے کسی مٹی کو عدم سے وجود میں لانے کی نسبت کسی کا اعادہ کرنا آسان ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے (۱)

دوسرا اشکال یہ تھا کہ وہ اجزاء جو کہ بکھر گئے ہوں کس طرح سے جمع کئے جائیں گے اور جو بھی دگرگونی پیدا ہوگئی جو دوبارہ سے جمع کردی جائیں گی؟

اس کا جواب بھی واضح ہے یہی بدن جو دنیا میں چند مراحل میں تھا اور دست قدرت نے انہیں جمع کیا اور اسے اس صورت میں لے کر آیا اور تمہارا بدن جو کہ ذروں میں سے ذرہ ہے کہاں تھا۔

نطفہ جو خوراک میں سے زمین کے کسی بھی گوشے میں سے ہوتا ہے

پہلی مرتبہ جب ارادہ الٰہی، نطفہ کے وجود پر ہوا تو جو خوراک باپ نے کھالی اسی سے نطفہ بدن میں تشکیل پایا ہے (۲) اور حکماء کے کہنے کے مطابق ہمارے ہاضمہ کے چار مرحلے ہیں اور آخری مرحلے میں نطفہ تشکیل پاجاتا ہے اور مادہ تولید تخلیق کا ذریعہ ہے۔

وہی گندم اور چاول اور میوے اور پانی جو زمین سے ہے۔ قدرت نے اس جمع کیا اور یہ تمام کے تمام خاک سے پیدا ہوتے ہے ایک گندم کا بیج زمین میں کاشت کرتے ہیں جبکہ اس سے کئی گنا زیادہ فصل ہوتی ہے اسی طرح

---

(۱) سورۃ ۳۰: آیت ۲۷
(۲) یٰس ۳۶: آیت ۲۶

ایک تربوزہ کے بیج کی کاشت کرتے ہیں اور آپ نے ایک سے زیادہ بیج نہیں ڈالا لیکن اس سے بہت ثمر حاصل کرتے ہیں۔ غرض کہ یہ ذرات میں ہیں۔ خاک سے ہیں اور بکھرے ہوئے ہیں جنہیں خداوند جمع فرماتا ہے۔

دوسرا مرحلہ جب خوراک باپ کے معدے میں پہنچتی ہے اور ہضم ہو جاتی ہے اور کچھ مقدار جو کہ بدن کے استفادہ کے لئے ہوتی ہے تمام بدن میں تقسیم ہو جاتی ہے اور تمام اجزاءِ بدن سر کے مغز سے لیکر پاؤں کی نوک تک سب کے سب اعضاء اس سے بہرہ مند ہوتے ہیں اور نطفہ کے انعقاد کے وقت قدرت انہی ہضم شدہ اجزاء کو دوبارہ تمام بدن سے لیتی ہے اور نطفہ کی تھیلی میں جمع کر دیتی ہے اور ھیجان شہوت کے عالم میں یہ بدن کے تمام اجزاء سے لیتی ہے۔ اسی وجہ سے اولاد ماں باپ کے تمام اجزائے بدن سے پیدا ہوتی ہے اور شاید یہ وجہ ہے کہ اولاد کی شکل ماں باپ سے ملتی ہے اور اس وجہ سے کہ نطفہ تمام بدن سے خارجہ ہوتا ہے تمام بدن کے غسل کا حکم دیا گیا ہے اور تیسری بار بھی جب روز قیامت اسرائیل صور پھونکیں گے اور ندا کریں گے کہ اے پوسیدہ ہڈیو! اے ریزہ ریزہ اور بکھرے گوشتو! اے پریشان بالوں! تمام کے تمام جمع ہو جاؤ جیسا کہ نطفہ تمام بدن سے جمع ہوتا ہے۔ اور ہر بدن کے اجزاء جو کہ خدا کے علم میں ہے کہ کس کس کے بدن کے اجزاء میں ایک جگہ جمع ہو جائیں گے اور انسانی بدن کو تشکیل دیں گے اور خدا کے سامنے تمام شکل

وصورت والے جسم کے ساتھ حاضر ہو جائیں گے۔

سورہ یٰس کے آخری میں ہے جب ابی، رسول خداؐ کی خدمت میں آتا ہے اور بوسیدہ ہڈیوں کو آپس میں مسلسل کر کہتا ہے کیا ان بوسیدہ ہڈیوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟ اس کو جواب دیا جائے گا کہ وہی ذات اسے دوبارہ زندہ کرے گی جس نے پہلی مرتبہ خلق کیا ہے اور وہ ذات ہر چیز پر قادر ہے۔

غالباً شیطان کچھ مطالب اہل جہل (جاہل افراد) کی زبان پر جاری کرتا ہے کہ ہمارے اجداد جو کہ پانچ سو یا ہزار سال سے انتقال کر چکے ہیں زندہ کئے جائیں گے ان کے جوابات رسول خداؐ نے فرمایا ہے:

قل ان الاولین والآخرین لمجموعون الی میقات یوم معلوم

کہہ دو کہ پہلے والوں اور بعد میں آنے والوں میں سے بغیر کسی استثناء کے تمام کے تمام جمع ہونگے ایک معین زمان کے لئے۔ میقات وقت کو کہتے ہیں جس میں کوئی معین کام کیا جائے اور معین زمانہ قیامت کا زمانہ ہے دنیا کی اول اور دنیا کی آخر، خدا کے نزدیک مشخص اور معین ہے اگرچہ دوسرے افراد کے نزدیک معلوم نہ ہو (وعندہ علم الساعۃ)

قیامت کا علم خدا کے ساتھ خاص ہے

وہ علوم جو کہ پروردگار کے ساتھ مختص ہیں ان میں سے قیامت کا علم بھی ایسا ہے جو کہ پروردگار کے ساتھ خاص ہے اور کوئی بھی قیامت کے برپا

ہونے کے زمانے کو نہیں جانتا۔

چنانچہ قرآن حکیم میں پروردگار فرماتا ہے کہ تجھ سے (اے پیغمبرؐ) قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ کب برپا ہوگی تو کہہ دو کہ اس کا علم میرے پروردگار کے پاس ہے اور کوئی اس کے دن کو سوائے اس کے آشکار نہیں کرسکتا ہے۔

اسی طرح امام زمانہؑ کے ظہور کا وقت بھی صرف خدا کو معلوم ہے اور یہ علم مخصوص خدا کے ساتھ ہے اسی وجہ سے بعض افراد سوالنامہ (زائچہ) بناتے ہیں کہ امام کب ظاہر ہونگے یہ غلط ہے اور اس کو چاہئے کہ ان کی بات پر دھیان نہ دے۔

بعد والی آیۃ میں فرماتا ہے کہ:

ثم انکم ایھا الضالون المکذبون لاٰکلون من شجر من زقوم

پھر تم، اے وہ لوگو جو کہ قیامت کو جھٹلانے والے اور گمراہ ہونے والے اور راہ گم کردہ، تم کہتے تھے کہ قیامت کہا ہے اور ان آیات اور شواہد کے باوجود بعض کی طرف اشارہ کیا بھی گیا، بس تمہاری سزا زقوم کے درخت میں سے کچھ کھاتا ہے۔

زقوم جہنم کے بدبودار اور ہیبت ناک درختوں میں سے ہے

حضرت امام محمد باقرؑ سے جو روایت پہنچی ہے اس کے مطابق حضرت

فرماتے ہیں زقوم ایسا درخت ہے جو بہت ہیبت ناک اور بہت بدبودار ہے اور قسم ہے کہ وہ مردار کے لاشے سے زیادہ بدبودار اور ذائقہ کے اعتبار سے تلخی میں سے تلخ تر اور گرمی کے اعتبار سے کھولتے ہوئے پانی سے گرم اور اس کا پھل آگ ہے۔(۱)

پیغمبر اکرمؐ کے زقوم درخت کے بارے میں خبر دینے کے بعد مشرکین مسخرہ کرتے ہوئے کہنے لگے کہ جہنم کا درخت سے کیا واسطہ؟ جبکہ جہنم آتش سے بھری ہوئی ہے تو کس طرح سے کوئی درخت اُگ سکتا ہے؟ آگ درخت کو جلا کر ختم کردے گی۔ اسی وجہ سے خداوند عالم نے سورۂ صافات میں ان کا جواب دیا ہے اور فرمایا ہے:

انها تخرج من اصل الجحيم انا جعلناها فتنة للظالمين

درخت زقوم جہنم کی آگ کی جڑ سے باہر کو آئے گا درخت زقوم کو ہم نے بلا اور امتحان کی ستمگروں کے لئے قرار دیا ہے تاکہ ان کے عذاب میں شدید اضافہ کیا۔ یہ دنیا کی طرح کا درخت ہوگا جو آگ کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا بلکہ یہ تو خود آگ کا ہوگا اور ان تمام باتوں کے علاوہ خدا کی قدرت کے آگے تمام چیزیں آسان ہو جاتی ہیں اور کیا مشکل ہے کہ پروردگار کے لئے وہ آگ (نارِ جہنم میں درخت) کو پیدا کردے گا اور اسکا نمونہ تمہارے لئے

---

(۱) کفایۃ الموحدین جلد ۳ صفحہ ۴۰۸

مندرجہ ذیل آنے والے بیانات سے واضح ہو جائے گا۔

سمندری حیوان آگ کے درمیان

اسی دنیا میں خداوند متعال ایک حیوان کو آتش کے درمیان رکھتا ہے کتاب حیواۃ الحیوان میں سمندل اور بعض دوسری میں سمندر جبکہ بعض دوسری کتابوں میں سندل لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ ایسا پرندہ ہے جو کہ مخصوص اور حیرت انگیز خصوصیات کا حامل ہے جو کہ ہندوستان اور چین کے اطراف میں پایا جاتا ہے اور اس کی خوراک ایک قسم کا پودا ہے جسے بیش کہا جاتا ہے یہ اس پودے کو اپنی خوراک بناتا ہے جبکہ وہ سرسبز ہو حالانکہ چین کے لوگ اس کو خشک کرنے کے بعد کھاتے ہیں اور اگر اس خوراک کو چین سے باہر لے جائیں تو کوئی بھی اس خوراک پودے کو کھانے کا متحمل نہیں ہوسکتا ہے اور فوراً مر جائے گا۔

سمند آگ کا عاشق ہے یہ جیسا کہ مرغابی پانی کی عاشق ہوتی ہے یہ جب بھی کثیف ہو جائے آگ کے درمیان جا کر خود کو آگ سے بناتا ہے اس سے بھی عجیب یہ آگ کے درمیان انڈے دیتا ہے اور اسکا بچہ آگ میں ہی متولد ہوتا ہے کہا جاتا ہے اس کے کھال سے دستانے بنائے جاتے ہیں جو کہ بہت قیمتی ہوتے اور آگ ان دستانوں کو نہیں جلاتی اور یہ جب بھی گندے ہو جائیں انہیں آگ کے درمیان ڈالا جاتا ہے جو کہ دوبارہ صاف

اور سفید ہو جاتے ہیں۔

وہ خدا جو کہ دنیا میں اس قدر قدرت رکھتا ہے کیا قادر نہیں ہے کہ درخت کو آگ کے درمیان قرار دے جبکہ تم دنیا میں اس جیسی نشانیاں دیکھتے ہو پھر کیوں یاد نہیں کرتے (اور غور نہیں کرتے)(۱)

بھوک، بہت بڑا عذاب

جہنم میں زقوم ایسا پھل ہوگا جس کے کھانے کے بعد دل ابلنے لگے گا اور بھوک بھی کیا چیز ہوگی کہ جس کی وجہ سے وہ اس پھل کو جو کہ تلخ اور بدبودار ہوگا کھانے پر مجبور ہو جائے گا۔

دعاؤں میں پڑھتے ہیں کہ پروردگار زقوم اور ضریع ہمیں نہ کھلا۔ خدایا کہیں ہماری خوراک غسلین نہ قرار دے۔ غسلین وہ چیز ہے جو کہ جہنمیوں کے پیٹ سے خارج ہوتی ہے اور ضریع بھی ایک قسم کی جہنمی خوراک ہے جو کہ کڑوا اور جلا دینے والا ہے۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم

---

(۱) و لقد علمتم النشأۃ الاولیٰ فلو لا تذکرون (سورۃ الواقعہ: آیت ۶۲)

درس ۳۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ثم انکم ایھا الضالون المکذبون لاٰ کلون من شجر من زقوم فمالئون منھا البطون

اس آیت کا ظاہر مکذبین اور کفار کی طرف ہے پس وہ افراد جو کہ جھوٹ نہیں بولتے اور قیامت کا انکار نہیں کرتے یہ شدید عذاب ان کے لئے نہیں ہوگا۔ کتنا ہی گناہگار اور بغیر توبہ کے اس دنیا سے گیا ممکن ہے اس کے لئے دوسرے عذاب ہوں۔ لیکن روایت میں ہم تک پہنچا ہے کہ امتِ محمدیؐ میں سے جو گناہ گار اور بغیر توبہ کے اس دنیا سے رخصت ہوں گے ان کا مقام جہنم کی پہلی منزل میں ہوگی۔ یعنی ان کے لئے کمتر عقوبت ہوگی جیسا کہ منافقین کے لئے بدترین عذاب ہوگا کیونکہ یہ جہنم کے نچلے طبقے میں ہوں گے۔

جاہل کا انکار عاقلانہ نہیں ہے

انکار کرنا، عالم کا خاصہ ہے کیونکہ وہ اپنے علم سے منع کرتا ہے لیکن اسے اس بات پر یقین ہوتا ہے اور اعتقاد رکھتا ہے کہ یہ نہیں ہے تو انکار کرتا ہے لیکن وہ چونکہ جاہل ہو اور تمام معنوں میں جاہل ہو تو کس بناء پر دعویٰ کرسکتا ہے کہ قیامت نہیں ہے جزاء اور ثواب نہیں ہے۔ وہ جو کہ یہ نہیں جانتا ہو کہ اس کے بدن پر کتنے

بال یا اس کے بدن میں کتنی رگیں ہیں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ کل آخرت کو کیا ہونے والا ہے وہ کس طرح سے اصل قیامت کا انکار کرسکتا ہے؟

حضرت امام جعفر صادقؑ جنہوں نے ایک زندیق جو کہ خدا اور آخرت کا منکر تھا سے فرمایا کہ کیا تو آسمانوں میں گیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ امامؑ نے فرمایا اور مغرب اور مشرق زیر زمین گیا ہے؟ کہا نہیں (مضمون روایت) پھر وہ جو کہ اپنے اطراف سے بے خبر اور جاہل ہو کس طرح سے اتنا بڑا دعوٰی کرسکتا ہے۔

اسی بناء پر کہا جاتا ہے کہ جو جتنا جاہل ہوگا اس کی جرات اتنی ہی زیادہ ہوگی اس بات سے گزر کر بس ان دو آیتوں کا ترجمہ اس طرح سے ہوا کہ

"زقوم کی خوراک اختیاری نہیں ہوگی تا کہ دیکھ کر تلخی ہے اس چھوڑ دے جیسا کہ ہم نے کل رات کہا کہ اس قدر بھوک سے برا حال ہوگا کہ ناچار اسے کھانا پڑے گا جس طرح کہ کوئی دنیا میں خدا نہ کرے کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جس کا علاج نہ ہو یا مشکل ہو تو وہ چاہے گا کہ اس کو سخت ترین دواء پلائی جائے اور سخت ترین علاج بھی کیا جائے تو پھر بھی وہ برداشت کرے گا۔"

روایت میں ہے کہ یہ لوگ مالک جہنم کے پاس آئیں گے اور اپنی سخت بھوک کی شکایت کریں گے مالک ان لوگوں کو زقوم کا حوالے دے گا اور یہ لوگ بھوک کے مارے اس سے اس قدر کھائیں گے کہ ان کے پیٹ بھر جائیں گے

(فمالئون منها البطون)

زقوم سے جو تشنگی ہوگی اس کو حمیم سے دفع کریں گے

زقوم کی خصوصیت میں سے ہے کہ یہ پیٹ میں جوش لیکر آتا ہے (لفظی الحجیم) جیسے کہ کھولتے پانی میں جوش آتا ہے اور جوش آنے کے بعد حرارت کی شدت میں اضافہ ہو جاتا ہے یہ لوگ جو کہ بھوک سے بچنے کے لئے زقوم کھا چکے ہیں جس نے ان کے اندرونی حصے کو جلا دیا پھر مالک کے پاس آئیں گے اور پیاس کے بارے میں شکایت کریں گے مالک انہیں جہنم کے حمیم کی نشاندہی کرے گا اور ان کی پیاس کس طرح کی ہوگی جسے وہ کم کرنے کے لئے حمیم کو جس کی خود اعلٰی درجہ کی حرارت ہوگی پینے کے لئے تیار ہوگا۔

یہ خبر سزاوار ہے کہ اس سے انسان کانپ جائے اور دل لرزا دیں ہم تو نہیں جانتے کہ ہماری عاقبت کیا ہوگی کیا امان میں ہوں گے؟ عقل کے فیصلے کے مطابق جب تک انسان پر امن نہ ہو جائے آرام سے نہ بیٹھے اور امن کو حاصل کرے۔ اور یہ امن ایمان کی صورت میں ہے جو کہ دل میں ثابت ہوگا قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے کہ امن ان لوگوں کے لئے ہے جو کہ ایمان رکھتے ہیں اور ہر شرک سے پاک ہوں گے (۱)

بہشت اور دوزخ نے ابوذرؓ کو مشغول کردیا

ابوذر غفاریؓ کو سنی و شیعہ سب پہنچانتے ہیں یہ وہ عظیم صحابی ہیں جن

---

(۱) و الذین امنوا و لم یلبسوا ایمانهم بظلم........(سورہ انعام: آیت ۸۲)

کے بارے میں رسول خداؐ کی حدیث ہے کہ آسمان نے سایہ نہیں کیا کسی ایسے شخص پر جو کہ ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہوا۔

ان کے حالت میں رقم ہے جیسے مرحوم علامہ مجلسی اعلی اللہ مقامہ لکھتے ہیں انہوں نے بہشت کے شوق اور جہنم کے خوف سے اتنا گریہ کیا کہ ان کی آنکھ زخمی ہوگئی ان کی بیٹی یا کسی دوسرے نے ان سے کہا اپنی آنکھ کا معالجہ کریں۔ انہوں نے جواب دیا کہ دو چیز نے مجھے مشغول کر دیا ہے۔ ایک بہشت دوسرے جہنم نے تاکہ میں آج علاج نہ کروں یعنی جب تک اطمینان حاصل نہ کرلوں اور آتش جہنم سے بے فکر نہ ہو جاؤں اور مطمئن نہ ہو جاؤں کہ بہشت میرا گھر ہوگا تب تک میں اپنا علاج نہیں کراؤں گا۔

معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا دل اس کے برعکس دنیاوی خبروں میں مصروف ہے اور کوئی جگہ آخرت کی باتوں کے لئے خالی نہیں ہے تا کہ ہم ہاتھ پھیلا کر اس عذاب سے امان کے اسباب کو ڈھونڈ سکیں۔

امام علیؑ نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں شغل من الجنة والنار امامه یعنی سرگرم اور مصروف ہو جاتا ہے کہ جس کے پیش نظر جنت اور آگ دوزخ ہوتی ہے۔ اور ایسے لوگ ہی سزاوار ہوتے ہیں کہ دنیاوی خوشی سے خوش نہ ہوں اور دنیاوی ناراحتوں سے دل تنگ نہ کریں کیونکہ اس کا دل کسی اور سے لگا ہے کیونکہ اس سے بڑی مصیبت اور دائمی مصیبت نے اسے سرگرم کردیا ہے اور دوسرے تعبیر

کے مطابق سانپ کا ڈسا ہوا مچھر کے ڈنگ سے کیا ڈرے گا۔

حضرت امام سجادؑ دعاء ابی حمزہ ثمالی میں نالہ کرتے ہیں کہ میں کیوں اس قدر بے باک ہوں اور غافل ہوں کہ میری عمر تمام ہو رہی ہے اور سخت مواقع آئیں گے تو پھر امید کے اسباب کیوں نہیں تلاش کرتا ہوں؟

صدقہ، روزہ اور زیارت حسینؑ آتش سے امان دیتے ہیں

یہی وجہ ہے کہ مومن ہر وہ چیز جس کا احتمال دیتا ہے کہ یہ آتش جہنم سے نجات دینے والی ہے اس کی طرف رغبت کرتا ہے۔ خصوصاً صدقہ دینا اس کے بارے میں روایت ہے کہ جنّة من النّار کہ صدقہ آتش کے مقابلے میں سپر ہے اور اسی طرح روزہ بھی سپر ہے آخرت کی آتش کے مقابلے میں (الصوم جنة من النار) یعنی روزہ جہنم کی آگ کے مقابلے میں سپر ہے۔

مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار الانوار کی دسویں جلد میں جناب سلیمان اعمشؒ جو کہ تمام مسلمانوں شیعہ و سنی سب کے نزدیک محترم ہیں اور مورد اعتماد ہیں سے نقل کرتے ہیں کہ کوفہ میں ایک رات میرا پڑوسی میرے ساتھ میرے گھر میں تھا اور گفتگو کے درمیان میں اس سے جمعہ کو زیارت امام حسینؑ کی فضیلت اس کے سامنے بیان کردی لیکن میرا ہمسایہ اس فضیلت کا منکر تھا دوسرے دن اعمش اور کئی دوسرے لوگ کربلا کی زیارت کو جاتے ہیں وہاں پہنچ کر پہلے ہمسایہ کو دیکھتے ہیں کہ وہ ان سے پہلے روتے ہوئے کربلا پہنچا ہے اس کے بعد اس سے وجہ پوچھتے ہیں وہ

کہتا ہے میں سو گیا اور دیکھا روز قیامت برپا ہو گئی ایک سیاہ پوش سواری آسمان سے نازل ہوئی جس میں مخدرہ دو عالم حضرت فاطمہ زہراؑ تشریف فرما ہیں اور تمام کے تمام لوگوں کے ہاتھ اس ہودج کی طرف دراز ہیں اور شفاعت کا تقاضہ کرتے ہیں اور ایک رقعہ ان افراد کے ہاتھ میں دیا جاتا ہے میں نے بھی اس میں دیکھا۔ لکھا ہوا تھا۔

امان من النار لزوّار قبر الحسین فی لیلۃ الجمعہ

کہ امان ہے اس شخص کے لئے جو قبرِ حسینؑ کی شبِ جمعہ کو زیارت کرے۔

میں نے بھی کہا کہ بی بی مجھ پر بھی لطف کریں میں اس کی طرف سخت محتاج ہوں تو آپؑ نے فرمایا: "نہ" تو تو میرے فرزند کی زیارت کی فضیلت کا منکر تھا۔

مکتب اهلبیتؑ کی مطبوعات

۱۔ سجدہ گاہ

۲۔ آئینہ حقیقت

۳۔ دُعائے کمیل

۴۔ فقہی اصطلاحات

۵۔ شیعہ عقیدہ ونظریات

۶۔ دینیات

۷۔ ہاتھی کا لشکر

۸۔ شہزادی ملیکہ

۹۔ گناہان کبیرہ جلد چہارم / ہفتم از آیت اللہ دستغیبؒ

۱۰۔ برزخ از آیت اللہ دستغیبؒ

۱۱۔ ایمان جلد اوّل از آیت اللہ دستغیبؒ

۱۲۔ ایمان جلد دوم از آیت اللہ دستغیبؒ (زیرطبع)

۱۳۔ خصائص حسینیہؑ خصوصیات امام حسینؑ حصہ اوّل (زیرطبع)

۱۴۔ خصائص حسینیہؑ خصوصیات امام حسینؑ حصہ دوم

۱۵۔ قلب سلیم آیت اللہ دستغیبؒ جلد دوّم

۱۶۔ دارالاخرۃ جلد اوّل

ہماری مطبوعات بحق جامعۃ الزہراؑ اور مکتب اہل بیتؑ رضویہ سوسائٹی کراچی کی وقف خاص ہے۔